چراغِ راہ



مصنّف حسین وارثی سہسرامی

اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُوْنَ ۔

اس میں شک نہیں کہ ہم ہی زندہ رکھتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں الغرض ہم ہی سب کے وارث ہیں

چراغِ راہ

(اقبال وارث)

از:- حضرت بندہ نواز سید حاجی وارث علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

(دیوی شریف)

و اشعار

از جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال بار ایٹ لا جنت مکانی

مصنف تفسیر از قلم

جناب حسین وارثی سہسرامی المعروف ضدی شاہ

نظر ثانی از قلم

جناب نصیر الدین احمد وارثی بی اے ڈسٹنکشن کلکتہ

الیف-بی-ٹی-آئی (لندن) المعروف (منتظم شاہ)

فی جلد پانچ روپیہ

دیباچہ

اس کتاب کا دیباچہ لکھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنی اوقات سے آگے بڑھنے کی جسارت کر رہا ہو۔ وارثی ہونے کے ناتے یقیناً میرا فرض ہے کہ سرکار وارث پاک کے کسی کام آسکوں جب میں سرکار وارث علی شاہ دیوی شریف کا تصور کرتا ہوں تو میرا دل محبت کے جذبے میں خاک وارث پر لوٹ لوٹ پڑتا ہے۔ جب ڈاکٹر اقبال کے اشعار کا جائزہ لیتا ہوں تو دماغ ساکت ہو جاتا ہے۔ جب حسین وارثی کی تفسیر کی طرف رجوع ہوتا ہوں تو محبت کے طوفان میں بہت دور چلا جاتا ہوں۔ جب نفیس وارثی کی نظر ثانی کی پُرخلوص اور بے لوث محبت کو دیکھتا ہوں تو انگشت بدنداں ہو جاتا ہوں۔ اب کوئی مجھے بتائے کہ جسے خود اپنی ہی خبر نہ ہو وہ دیباچہ کیا لکھے۔ یہ کتاب اقوال وارث۔ اشعار اقبال۔ تفسیر حسین اور نفیس وارثی کی نظر شفقت و محبت سے اس طرح جگمگا اٹھی ہے کہ اس کے ہر صفحہ میں مجھے اپنی ہی شکل دکھائی دینے لگتی ہے۔ اس لئے یہ کتاب میرے نظریہ میں ایک آئینہ ہے۔ اور گرودیو وارث علی شاہ کی محبت کا سہارا لیکر میں اسے آئینہ ہی کے نام سے موسوم کرتا ہوں۔ میرا وشواس ہے کہ جو بھی اس کتاب کو پریم کی شکتی سے اٹھائے گا۔ اسے اپنی ہی شکل دکھائی دے گی۔

شیو شنکر سہائے وارثی
بی۔ اے۔ پٹنہ

وارث پاک کی زندگی کے مختصر حالات

آپ کی پیدائش یکم رمضان المبارک ۱۲۳۸ھ مطابق ۱۸۰۱ء بروز جمعہ بمقام دیوی شریف ضلع بارہ بنکی (یو۔ پی) میں رونما ہوئی آپ ایک سو چار سال بقید حیات رہے آپ حضرت حافظ حکیم سید قربان علی شاہ علیہ رحمۃ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ نجیب الطرفین حسینی ہونے کا خاص شرف رکھتے ہیں آپ کا نسبی سلسلہ سید الشہدا امام حسینؑ کی چھبیسویں پشت سے جا ملتا ہے اور اسطرح آپ کے آلِ رسولؐ اور آلِ عبا ہونیکا خاص الخاص شرف حاصل ہے آپ کی عمر جب دو سال سے کچھ زیادہ کی تھی تو آپ کے والد بزرگوار رحلت فرماگئے اور کچھ ہی عرصہ کے بعد آپ کی والدہ محترمہ نے بھی سفر آخرت اختیار کیا اسطرح آپ در یتیم ہو کر سوئے نبیؐ بچپنے ہی بسر کرنے لگے۔ آپ کی دادی محترمہ آپ کی کفیل تھیں مگر زیادہ دنوں ان کی بھی کفالت نصیب نہ ہو سکی۔ عمر عزیز ۹ سال کی تھی کہ انہوں نے بھی جنت کا رخ اختیار کر لیا۔ دادی محترمہ کے بعد آپ اپنی ہمشیر بزرگ کے مہمان بنے۔ آپ کے نسبتی بھائی جناب حضرت خادم علی شاہ نے مہمان کی مہمان نوازی میں کوئی کمی نہیں کی۔ آپ کی عزت اور عظمت کرتے تھے صاحب بصیرت اور کامل بزرگ ہونے کے ناتے جانتے تھے کہ خاندان وارثیہ کے آفتاب ان کے گھر مہمان ہیں جو کچھ ان کے پاس تھا حاضر خدمت کیا۔ گیارہ سال کی عمر میں بیعت فرما کر ظاہری طور پر خلعت خلافت سے بھی سرفراز فرمایا —— آپ پانچ سال کی عمر میں مکتب گئے اور ۷ سال کی عمر میں قرآن شریف کے کامل اور مکمل حافظ ہو گئے۔ اس کے علاوہ اور کوئی تعلیم ظاہری انہوں نے حاصل نہیں کی مگر ہر علم و ادب میں کمال حاصل تھا۔ آپ پیدائشی ولی تھے۔ ظاہری اور باطنی تمام علوم خدا داد حاصل تھے۔ آپ نے شادی نہیں کی۔ دنیا کا زر و مال جمع نہیں کیا۔ ورثہ میں جو زر و مال ملا۔ دولت ملی۔ جائداد ملی سب کو اپنے خویش و اقارب میں تقسیم کر دیا آپ کی جائداد صرف ایک کالی کملی تھی جو اوڑھنے اور بچھونے سب کے کام آتی تھی۔ ٹوپی اتار دی۔ جوتا پھینک دیا۔ ساری زندگی زمین پر بستر رہا۔ اہل بیت ہونے کے ناتے آپ کی منزل تسلیم و رضا کی منزل تھی۔ آپ توکل و استغنا کے ایک مجسمہ تھے آپ نے کبھی زبان پر گ

سے کوئی چیز طلب نہیں کی اور نہ کسی چیز کی خواہش ظاہر کی۔ خدام جو پیش کرتے تھے اسے صبر و شکر کے ساتھ قبول فرماتے تھے سات سات دن کا روزہ زندگی بھر کی خوراک تھی۔ حسن و جمال کے اعتبار سے بھی سراپا انتخاب تھے۔ تمام جسم اطہر نور کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ چہرۂ انور کا گندمی سرخی مائل رنگ نہایت دلفریب تھا جس میں وہ چمک اور روشنی تھی کہ اس سے انسان حیران و ششدر رہ جاتا تھا اور رعب حسن سے نظر جما کر دیکھنے کی تاب نہ ہوتی تھی۔ آپ کا اندازِ تکلم بھی نہایت دلفریب تھا۔ باتوں میں وہ حلاوت و شیرینی تھی کہ زبانِ قلب مدتوں چٹخارہ لیا کرتی تھی۔ خاموش بیٹھنے کی زیادہ عادت تھی نگاہیں ہر وقت نیچی رہتی تھیں۔ کلام بہت مختصر الفاظ میں فرماتے تھے۔ ۱۵ سال کی عمر میں حج بیت اللہ فرمایا۔ ۱۲ سال تک بلاد اسلامیہ و ملک یورپ کی سیر و سیاحت فرمائی۔ تقریباً ایاز حج بیت اللہ فرمایا۔ پہلی حج یعنی ۱۵ سال کی عمر سے احرام کو اپنا پوشاک بنایا۔ آپ کے قلب کی حرکت اور نبض کی رفتار سے اللہ۔ اللہ کی آواز با بلند ظاہر تھی۔ آپ کی بیشتر نمازیں مسجد نبوی میں ادا ہوتی تھیں۔ آپ کو وقت اور منزل کی دوری پر عبور حاصل تھا آپ کی نشست اور لیٹنے کا ایک خاص انداز تھا۔ اس نشست میں آپ کا جسم لفظ "اللہ" بن جاتا تھا اور لیٹنے کی صورت میں آپ کا جسم "محمد" کی شکل اختیار کر لیتا تھا۔ آپ عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول کے ایسے نمونہ تھے کہ کثرتِ جذب میں عاشق سے معشوق ہو گئے۔ قطرۂ نور سمندر نور میں پیوست ہو کر نور خدا میں جا ہے۔ یہی منزل اللہ وارث اور وارث اللہ کی ہے۔ جو آپ کو نصیب ہوئی۔ ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

نصیر وارثی المعروف منتظم شاہ

حضرت حسن رضا شاہ وارثی جنت مکانی

صندل اسٹریٹ کلکتہ

حضرت حسن رضا شاہ وارثی اپنے وقت کے ایک کامل بزرگ اور گلدستہ وارث کے ہونہار اور شاداب پھول تھے آپ پروانۂ وارث تھے۔ یادِ وارث اور ذکرِ وارث ان کی زندگی بھر کی خوراک تھی۔ شمع وارث پر اپنی جانِ عزیز کو پروانہ کی طرح نچھاور کرنا ان کا حاصل مقصد اور مطلوب تھا۔ شمع ہدایت نے وہی کیا جو پروانے نے چاہا۔ مگر پروان چڑھنے سے پہلے وارث پاک کے خزانۂ غیبی کے دو دفتر "اقبالِ وارث" اور "چراغِ راہ" جو آگے چل کر ایک ہی دفتر ہو گئے۔ حسین وارثی کے حوالے کر دیا۔ اور آگاہ کر دیا کہ "اس خزانۂ وارث میں دین و دنیا کے خزانے بند ہیں۔ یہ خزانے پنجتن پاک کی امانت ہیں جو وارث پاک کے ورثہ میں آئی ہے۔ پھر یہ امانت نسخہ کی شکل میں میرے ذمہ آئی اور اللہ گواہ ہے کہ اس خزانۂ وارث کو بحکم وارث میں نے من و عن تمہارے سپرد کیا ہدایت ہے کہ اس کی تفسیر لکھ ڈالو" حسین وارثی نے وہی کیا جو ان کے رہنما اور محسن حضرت حسن رضا شاہ وارثی نے تاکید فرمائی تھی تفسیر لکھ کر حسین وارثی نے امانت وارث یعنی چراغِ راہ اور اقبالِ وارث کو ہمارے سپرد کیا۔ ہم نے نظر ثانی کی اور خزانۂ غیبی کی ترتیب کتاب کی شکل میں دیکر حسین وارثی کی رضامندی سے انسانیت کے حوالے کر دیا۔ انسان کامل اور محبت کامل صلعم کے حضور بطور نذرِ عقیدت پیش کر دیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ روز الست کا وعدہ ہم دونوں بھائیوں نے حسن و خوبی کے ساتھ وفا کیا۔ قول و قرار پورا ہوا۔ انسانیت کے بیمار جسم کے علاج کا نسخۂ کیمیا انسان کے حوالہ ہوا۔ یہ سب وارث پاک کا کرم اور احسان ہے۔

(احقر نصیر وارثی)

ڈاکٹر سر محمد اقبال جنت مکانی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا (اقبال)

جس طرح پیغمبروں کا وصال ہوتا ہے تو مذاہب روتے ہیں۔ رہبروں کا انتقال ہوتا ہے۔ تو قومیں روتی ہیں۔ شاعروں اور ادیبوں کا انتقال ہوتا ہے تو ادب اور انسان روتے ہیں۔ بلاشک ڈاکٹر اقبال علم و ادب کے رہبر تھے آپ کے انتقال پر بھی دنیا بھر کے ادب نے ماتم کیا۔ دنیا بھر کی زبانوں نے مرثیہ خوانی کی۔ دنیا بھر کے انسانوں نے خالص آنسوؤں کا نذرانہ پیش کیا۔ بلاشک حسین وارثی اور نصیر وارثی بھی علم و ادب کے نحیف مزدور ہیں انہیں بھی حق حاصل ہے کہ ڈاکٹر اقبال کی ظاہری دوری پر آنسوؤں کا نذرانہ پیش کریں۔ ڈاکٹر اقبال کے اشعار دیکھنے میں گلاب کے شاداب پھولوں کی طرح ہیں۔ اور عمل کرنے میں ایک اٹل فیصلہ کی اہمیت رکھتے ہیں۔ بندہ نواز وارث پاک کے ارشادات کی اگر کوئی ٹھوس مثال مل سکتی ہے تو وہ صرف ڈاکٹر اقبال کے اشعار کو ثبوت کی شکل میں ادب سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ حسین وارثی اور نصیر وارثی اپنی نامراد آنکھوں کو بامراد دیکھ رہے ہیں کیونکہ ڈاکٹر اقبال کے اشعار اور سکون قلب جناب وارث پاک کے ارشادات تاج و تخت کی طرح جگمگا رہے ہیں۔ حسین وارثی اور نصیر وارثی ان بزرگ ہستیوں کو سلام خلوص پیش کرتے ہیں۔

(احقر حسین وارثی)

حسین وارثی

آپ کا نام حامد حسین ہے آپ سہسرام صوبہ بہار میں سنہ ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک امیر باپ جناب امجد علی وارثی مالک امجدیہ ہوٹل کلکتہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ جب آپ کی عمر پچیس ۲۵ سال کی تھی تو آپ کے والد انتقال فرما گئے۔ کچھ عرصہ بعد والدہ محترمہ بھی جنت سدھار گئیں۔ بڑے بھائی نے اور خاندان کے کل افراد نے جلاد کا کام انجام دیا۔ تاریخ نے اپنی پرانی روایت دہرائی قربانی ہی قربانی۔ مگر خودی کو کسی قیمت پر بھی نہیں بیچا۔ وارث پاک کی عنایت روز پیدائش سے شامل حال تھی اور ایک مقصد عظیم کی خاطر ہر وقت سایہ کی طرح ساتھ رہتے تھے۔ اسی بے سروسامانی اور انتہائی دکھ۔ درد اور غربت کی حالت میں نصیر وارثی برسوں کے بچھڑے ہوئے دوست آ ملے۔ آنے والے کے پاس بھی بجز نام خدا اور کچھ نہ تھا۔ نصیر وارثی نے ملازمت اختیار کر لی اور حسین وارثی سہسرام اسٹور کلکتہ میں بیٹھ کر بچوں کے دو دو پیسے اور چار چار پیسے کے کھلونے بیچنے لگے۔ دونوں دوست کثیر الاولاد آمدنی برائے نام۔ خرچ بہت زیادہ اس پر زمانہ بھر کے جان بازوں اور رشتہ داروں کی درندگی اور ریشہ دوانیوں سے بالکل عاجز ہو چکے تھے۔ مگر محسن وارث پاک کا دست شفقت ہمیشہ شامل حال تھا۔ اسی دکھ، درد۔ ناکامی بربادی۔ ناامیدی اور آنسوؤں کے موتیوں کے بیچ ثمر سہسرام اسٹور نے چراغ راہ پھل بخشا۔ ایورسٹ کارخانہ نے اقبال و وارث، انمول موتی عنایت کیا۔ یہ دونوں ایک ہی شمع حقیقت کے جدا جدا دو لویں ہیں۔ روایت کے مطابق شمع حقیقت

GlobalZebra.blogspot.com

قیامت تک چلتی رہے گی۔ اور پروانے گھڑی دو گھڑی کی بے تابی کے بعد قربان ہوتے ہی رہیں گے۔ اس لئے ہم دونوں بھائی اپنے بزرگوں، محسنوں اور قابل قدر انسانوں سے اپنے حق کی مزدوری نہیں بلکہ اپنی مسلسل غلطیوں کی معافی کے طلبگار ہیں امید ہے آپ کی مہربان عنایتوں پر کہ آپ حضرات ہماری غلطیوں کو معاف فرمائیں گے۔

تمام مضمون میرے پرانے کلام میرا خطا سراپا
ہنر کوئی ڈھونڈھتا ہے مجھ میں تو عیب ہے ہر عیب جو کا

یہ کتاب الورسٹ کارخانہ مقام ۳۹ چھوا بازار اسٹریٹ کلکتہ میں لکھی گئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا وارث

چراغِ راہ ۱

فقیر کو چاہئے کہ ہر حال میں خوش رہے اور زندگی کے دن کاٹ دے۔ تکلیف ہو تو شکایت نہ کرے اور آرام ہو تو شکر بجا لائے۔ (وارث پاک)

مرد درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ؛ ہے کسی اور کی خاطر یہ نصاب زر و سیم (اقبال)

اندیشہ و غم سے نجات پا جانے والے گروہ کا نام فقیر ہو جاتا ہے۔ ایک خدا پر بھروسہ رکھنے والے کو مست کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور مست کو بہار و خزاں سے کیا کام۔ وہ تو خود ہی سراپا بہار ہے اس کی نظریں آن کی آن میں قدرت کی بنائی ہوئی عجیب و غریب پھلواریوں کی سیر کرنے لگتی ہیں اللہ جس روح سے خوش ہو جاتا ہے اسے غیب کے جلوے بھی دکھاتا ہے اور اپنی محبت اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ یہی محبت کا پودا بڑا ہو کر فقیری کا درجہ لے لیتا ہے اس درجہ میں سوال حرام ہو جاتا ہے اس لئے ہدایت ہے کہ فقیر کو چاہئے کہ ہر حال میں خوش رہے اور زندگی کے دن کاٹ دے۔ تکلیف ہو تو شکایت نہ کرے اور آرام ہو تو شکر بجا لائے!

(حُسین)

چراغِ راہ ۲

"فقیر کو چاہئے کہ نہ تکلیف سے گھبرائے اور نہ شکایت کرے۔ کیونکہ محبوب کی دی ہوئی چیز سے گھبرانا محبت کے منافی ہے اور محبوب کی شکایت مشربِ عشاق میں کفر ہے" (وارث پاک)

عیشِ منزل ہے غریبانِ محبت پر حرام ؛ سب مسافر ہیں بظاہر نظر آتے ہیں مقیم (اقبال)

عیش و غم کی تلاش اس کو ہوتی ہے جو اپنے خدا پر بھروسہ نہیں رکھتا اپنی طاقت اور عقل کو دنیا میں سب سے بڑی چیز خیال کرتا ہے مگر اس کو یہ نہیں معلوم کہ زندگی ایک بجھتا ہوا چراغ ہے جو بغیر ہوا کے جھونکے پر بھی بجھ جاتا ہے فقیر کو معلوم ہے کہ دنیا ایک مہمان خانہ ہے جہاں چند روز کے لئے آنا پڑا ہے۔ مہمان کا خیال میزبان کو کرنا چاہئے۔ مہمان کو جس طرح رکھا جائے صبر و شکر کے ساتھ رہے اور اپنی تکلیف اور آرام کو یاد نہ کرے۔ ہم سب خدا کے مہمان ہیں اب خدا کی مرضی وہ آرام سے رکھے یا تکلیف سے۔ یہاں تو سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔ فقیر کو چاہئے نہ تکلیف سے گھبرائے اور نہ شکایت کرے۔ کیونکہ محبوب کی دی ہوئی چیز سے گھبرانا محبت کے منافی ہے۔ اور محبوب کی شکایت مشربِ عشاق میں کفر ہے (حسین)

چراغِ راہ ۳

"بڑی فقیری یہ ہے کہ مر جائے مگر کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے۔" (وارث پاک)

جو فقر ہوا تلخیٔ دوراں کا گلہ مند ؛ اس فقر میں باقی ہے ابھی بوئے گدائی (اقبال)

فقیر ہونا رحمتِ خداداد ہے اور گداگر قہرِ خدا۔ فقیر بن جانا سچے عاشق کی کھلی دلیل ہے اور گداگر تو فقیر کے نام پر کلنک ہے گداگر پر خدا اپنا عتاب نازل کرتا ہے اور فقیر جو کبھی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا اپنے

گناہِ عظیم خیال کرتا ہے۔ پروردگارِ عالم اللہ فقیر پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اپنی معرفت بخش دیتا ہے۔ اس دولت کو پا کر فقیر غنی ہو جاتا ہے اور مرتے دم تک کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا ہے۔ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا فقیر گناہِ عظیم سمجھتا ہے۔ مرجانا گوارا کر لیتا ہے مگر تا دمِ زیست اس گناہِ عظیم کا مرتکب نہیں ہوتا ہے مستغنی اور بے نیازی فقیری کی سب سے بڑی شان ہے ۔ (حسین)

چراغِ راہ ۴

"فقیر کو چاہئے کسی کی چیز کو خیانت کی نگاہ سے نہ دیکھے ۔ (وارث پاک)

یقیں پیدا کر اے ناداں یقیں سے ہاتھ آتی ہے ؛ وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری (اقبال)

دوسرے کی دولت پر للچائی ہوئی نظر رکھنے والے ہمیشہ ذلیل ہوتے ہیں دولت سے مراد صرف زر نہیں بلکہ کسی طرح کی بھی کامیابی - یہ اللہ کی دین ہے جسے دیدے۔ فقیر شیر کی خاصیت رکھتا ہے۔ جس طرح شیر اپنا شکار خود کرتا ہے چاہے جتنے دن کا فاقہ ہو یہی حال فقیر کا ہوتا ہے ۔ وہ کبھی کسی کی چیز کو کسی کی کامیابی کو خیانت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے وہ اپنی دولت یا کامیابی آپ جمع کرتا ہے۔ وہ یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ جو اس کی قسمت کا ہے اسے ضرور ملے گا۔ جو سب کو دیتا ہے وہ اس کو بھی دیگا دیر یا سویر مگر ملے گا ضرور۔ زندگی میں نہ ملا تو مرتے وقت ملے گا۔ مرتے وقت اگر نہ ملا تو قبر میں ٹھونس دیا جائے گا۔ اس یقین کامل اور تصدیق کے بعد کوئی فقیر کسی کی دولت کو کسی کی چیز کو خیانت کی نگاہ سے کیسے دیکھ سکتا ہے ——— (حسین)

چراغِ راہ ۵

" فقیر وہ ہے جو اکنگ رہے ۔ (وارث پاک)

خطر پسند طبیعت کو سازگار نہیں ؛ وہ گلستاں کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیاد (اقبال)

تمہیں خدا نے پیدا کیا تمہارا واسطہ بھی صرف خدا ہی سے رہنا چاہیئے ۔ جہاں رہو تنہا رہو ۔ اس کا مقصد یہ بھی نہیں کہ جنگلوں میں چلے جاؤ ۔ رہو دنیا میں مگر انسانوں کے اتنے بڑے میلوں میں تم اپنے کو تنہا ہی خیال کرو ۔ اور ہمیشہ ہر آفت کو دو قدم آگے بڑھ کر گلے لگانے کا حوصلہ پیدا کرو ۔ ڈرو تو صرف اللہ سے ۔ باقی تمام طاقتیں جھوٹی ہیں ۔ کمزور ہیں ۔ بے بنیاد ہیں ۔ اگر تمہارا عشق سچا ہے تو تمہاری ایک نظر ہی کسی کی تقدیر کا فیصلہ کر کے رکھ دیگی ۔ اللہ تمہیں خودداری دے پھر خدائی کا جلوہ نصیب کرے ۔ (حسینی)

چراغِ راہ ۶

" فقیر وہ ہے جو اپنی بستی میں رہ کر خویش واقربا کا ممنون نہ ہو ۔ (وارث پاک)

خدایا آرزو میری یہی ہے ؛ میرا نورِ بصیرت عام کر دے (اقبال)

بجز خدا کے حضور کسی اور کے سامنے سر اور نظروں کا جھکانا گناہِ عظیم ہے ۔ تم اس فانی دنیا کی کسی بھی بستی میں رہو مگر خبردار خبردار سوائے خدا کے کسی انسان کا احسان مند اور ممنون نہ ہو ۔ فقیر خدا کا عاشق ہوتا ہے ۔ خدا اپنے عاشق کی تمام ضروریات کی خبر رکھتا ہے وہ تو تنگدستی دے کر اس کے صبر و تحمل کا امتحان لیتا ہے فقیر کا کام نعرۂ حق ہے ۔ سجدہ پر سجدہ ہے یا شوق مٹ جائے ۔ یا جبیں نہ رہے ۔ خونِ جگر پینا ہے سوزِ جگر سہنا ہے ۔ تمہارا عشق ۔ تمہارا جنون ایک دن دلہن بن کر

تمہارے قدموں پہ گر پڑے گا ۔ تمہاری آرزو پوری ہو گی ۔ عاشق ہمیشہ آخری منزل پہ آکر ہمت ہار جاتا ہے ۔ اور ساری زندگی کی محنت مٹی میں مل جاتی ہے ۔ ہمت ہارنا فقیر کی شان کے خلاف ہے خبردار ہمت نہ ہارو ۔ کسی کا احسان اپنے سر نہ لو ۔ اپنی پہاڑ جیسی نیکی ایک رائی برابر احسان کے بدلے ضائع نہ کردو ۔ یقینِ کامل کے ساتھ خدا کو اپنا مددگار اور کفیل جانو ۔ (حُسینی)

چراغِ راہ ۷

" فقیر کو لازم ہے کہ بجز خدا کے کسی پر بھروسہ نہ کرے ۔ (وارث پاک)

عطا نما وہ دے کہ جس کی کھٹک لازوال ہو ؛ یارب وہ درد جس کی کسک لازوال ہو (اقبال)

عشق ایک بار کیا جاتا ہے بار بار نہیں ۔ جس حسین نور کی تمنا نے تمہیں فقیر بنا دیا اس نور کی جستجو میں عمر کا آخری دن بھی قربان کردو اور خون کا آخری قطرہ بھی اسی کے نام پر نچھاور کردو ۔ موت کے وقت جو آخری ہچکی ہو اس میں یادِ خدا یا رسولؐ کے سوا اور کچھ نہ ہو ابتدا لا الٰہ الا اللہ ۔ انتہا ۔ لا الٰہ الا اللہ ۔ اور ان دونوں کے درمیان وکفیٰ باللہ وکیلا ۔ یقین کے ساتھ خدا کو اپنا وکیل ۔ کفیل اور کارساز جانو ۔ بس یہی فقیری ہے ۔ (حسینی)

چراغِ راہ ۸

" فقیر جہاں رہے لا طمع رہے ۔ (وارث پاک)

وہی جہاں ہے ترا جس کو تو کرے پیدا ؛ یہ سنگ و خشت نہیں جو تری نگاہ میں ہے (اقبال)

تیری دنیا وہی ہے جس کو تو اپنے نیک عمل سے بنائے ۔ اس اینٹ اور پتھروں کے سایہ کو دنیا نہیں کہتے ۔

دنیا اگر بنانا چاہتا ہے تو اپنے آپ پر بھروسہ کر کے کھڑا ہو جا۔ ذات پات کے جھگڑوں کو ختم کر۔ دین و دنیا کا مالک صرف ایک خدا ہے۔ سب انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی بھی انسان سے نفرت کرنا خدا سے نفرت کرنے کے برابر ہے۔ (حرص، لالچ، طمع) یہ سب دماغ کے کیڑے ہیں۔ تمہارا لگاؤ دل سے ہے۔ دماغ کے کیڑے کو دل میں جگہ نہ دو۔ ورنہ تمہاری خودی جس میں خدا رہتا ہے جاتی رہے گی اور دماغی کیڑے (حرص، لالچ، طمع) تمہاری خودی کو چاٹ جائیں گے۔ جہاں رہو لاطمع رہو۔ خدا کو اپنے خانۂ دل میں رکھ کر طمع کرنا حد درجہ نادانی ہے۔ اللہ کا سہارا ہوتے ہوئے انسان کا سہارا لینا گناہِ عظیم ہے اور عشق کے منافی ہے۔ (حسینؔ)

چراغِ راہ ع۹

"بڑی بات یہ ہے کہ فقیر اپنی بستی میں نیک نام ہو۔ (وارث پاک)

ہے ذوقِ نمودِ زندگی موت ۔۔ تعمیرِ خودی میں ہے خدائی (اقبالؔ)

اگر تو اپنی بستی میں نیک نام رہنا چاہتا ہے تو سب سے پہلے نماز شروع کر۔ خدا کی شان میں جتنا اپنے مغرور سر کو رگڑے گا تیرا نفس جو زیادہ تر شیطان کی باتوں میں آجایا کرتا ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مر جائے گا۔ پروردگارِ عالم کے کلام میں بڑی برکت ہے۔ نماز ہی تیری فقیری کو کامیاب کرے گی اور تو دین و دنیا میں نیک نام رہے گا۔ خدا کرے تیری نماز کا ایک سجدہ بھی منظورِ خدا ہو جائے تاکہ تیری فقیری چمک اٹھے اور دنیا اسی روشنی کو دیکھ کر نیک عمل ہونے کے لئے مستعد ہو جائے۔ لوگوں کو راہِ راست پہ لانا ہی فقیر کی سب سے بڑی خدمت ہوا کرتی ہے ۔ (حسینؔ)

چراغِ راہ ع۱۰

"مقامِ فقر بہت بڑا مقام ہے ۔ (وارث پاک)

تو مردِ میداں تو میرِ لشکر ۔۔ نوری حضوری تیرے سپاہی (اقبالؔ)

الفقر فخری

فقر ف۔ ق۔ ر۔ سے بنا ہے۔ "ف" سے فاقہ۔ "ق" سے قربانی اور "ر" سے راہِ حق مراد ہے۔ جب فقیر راہِ حق میں چلتا ہے تو سفر کی منزل میں فاقہ مستی اور قربانی نفس سے واسطہ پڑتا ہے۔ یہ منزل لا الٰہ الا اللہ کی ہوتی ہے مگر جوں ہی کھویا ہوا خدا مل جاتا ہے اور اپنی شہ رگ سے قریب ہی ملتا ہے پھر اس دولت سے مالا مال ہو کر فقیر راہ محمدؐ میں چل پڑتا ہے جب محمد الرسول اللہ کی منزل طے کر لیتا ہے۔ تو اس فقیر کو "ف" کی جگہ "فوقیت" ق کی جگہ "قوت" اور "ر" کی جگہ رحمت مل جاتی ہے۔ اور اس طرح مقامِ فقر تمام انسانوں پر فوقیت۔ قوتِ خداوندی اور رحمتِ محبوبِ خدا سے آراستہ ہو جاتا ہے یہ بہت بڑا مقام ہے۔ بہت بڑا درجہ ہے بہت بڑی فضیلت ہے خدا کو پا کر خدائی مل جاتی ہے رسولؐ کو پا کر رحمتِ خداوندی مل جاتی ہے ۔ (حسینؔ)

چراغِ راہ ع۱۱

"سلسلۂ فقر اہلِ بیت کرام علیہم السلام سے ہے ۔ (وارث پاک)

اے مردِ خدا تجھ کو قوت نہیں حاصل ۔۔ جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کر یاد (اقبالؔ)

مقامِ فقر بہت بڑا مقام ہے۔ یہ الفقر فخری کی منزل ہے یعنی تمام روئے زمین کے انسانوں پہ

فوقیت اور اس پر شان یہ کہ قوت اور رحمتِ خداوندی سے آراستہ۔ اتنی بڑی منزل اور اتنے بڑے مقام کا متحمل اور کون ہو سکتا تھا۔ نورِ حق اور نورِ محمدؐ کو کون اپنے اندر سما سکتا تھا اہلِ بیت کرام علیہم السلام نے نورِ حق اور نورِ محمد کو سمایا اس لئے یہ امتیازی اور فخر والی منزل ان کو عطا ہوئی۔ یہ بھی اس لئے بخشا گیا کہ اہلِ بیت کرام علیہ السلام اس نعمت اور رحمتِ خداوندی کو بطور امانت رکھیں گے۔ اور طالبِ مولا و شیدائی رسولؐ کے لئے شمعِ ہدایت بن کر آسمانِ روحانیت میں چمکتے رہیں گے۔ اور ان کی ہر منزل پر رہنمائی کریں گے۔ اہلِ بیت کرام علیہ السلام نے وہی کیا جیسا کہ مشیت نے چاہا۔ فقیر، درویش، اور سالک جو مقامِ حیرت میں پھنس جاتے ہیں تو اہلِ بیت کرام علیہ السلام کی زندگی جاوید کے درخشاں اور روشن نقشِ قدم کا برزخ آتے ہی مقامِ حیرت ختم ہو جاتی ہے ان کی زندگی جاوید کے روشن اور منور چراغِ راہ کے سہارے حیرت کی منزل راضی بہ رضا کی منزل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس منزل پہ آکر فقیر کو یقینِ محکم اور تصدیقِ کامل کی دولت سے مالا مال کر دیا جاتا ہے تصدیق کی دولت ملتے ہی وہ غنی ہو جاتا ہے وہ مست قلندر بن جاتا ہے۔ ساری خدائی اس کو اپنے زیرِ قدم نظر آنے لگتی ہے میدانِ حشر میں جب لوگ نفسی نفسی پکارتے نظر آئیں گے فقیر مست و بے غم سیر کرتے نظر آئیں گے (حسین)

چراغِ راہ ۱۲

نقیری بی بی فاطمہؓ سے ہے اور امام حسین علیہ السلام کے ذریعہ سے یہ فیض جاری ہوا۔ (وارث پاک)

شان کرم یہ ہے مدارِ عشق گرہ کشائے کا ÷ دیر و حرم کی قید کا جس کو وہ بے نیاز دے (اقبال)

الفقر فخری کا پہلا سبق نبی کریم صلعم نے اپنی دختر نیک اختر اور لختِ جگر حضرت بی بی فاطمہؓ کو دیا۔ وہ سبق تھا فاقہ میں ضبط، صبر اور تحمل، نفسِ امارہ کی قربانی یعنی نفس کشی یا جوگ۔ راہ مولا حق میں ساری مصیبتوں ساری تکلیفوں کا جواب راضی بہ رضا۔ تسلیم و رضا۔ جب یہ منزل طے ہو گئی یعنی پہلا سبق یاد ہو گیا۔ تو دوسرا سبق عشقِ خدا تھا۔ یعنی عبادت الٰہی۔ پابندی شریعِ شریف۔ اور قربانی نفس، پھر قربانیِ نفس اس لئے کہ نفسِ انسانی یعنی نفسِ امارہ انسان کا کٹر اور جانی دشمن ہے جب فقیر اپنے نفسِ امارہ کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے تو اٹھارہ ہزار عالم اس کے ماتحت ہو جاتے ہیں۔ وحوش و طیور سب مطیع و فرمانبردار ہو جاتے ہیں چنانچہ یہ اظہر من الشمس ہے کہ ان ٹھوس اصولوں پر ام الفقرا حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ساری زندگی گذار دی اور انتہا یہ کہ اپنے دونوں لختِ جگر حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کو جامِ شہادت پی لینے کا سبق دیکر تمام دنیائے اسلام کے لئے ایک منور اور روشن چراغِ راہ خود بھی بنیں اور اپنے دونوں لختِ جگر کو بھی بنا دیا۔ کمال احسان۔ کرم یہ کہ فقیری دنیا کے لئے امام حسینؓ کے ذریعہ یہ فیضِ عام جاری ہوا۔ فقیر کی ہر کٹھن اور جان لیوا منزل پہ ام الفقرا کا برزخ چراغِ راہ۔ چراغِ ہدایت۔ جامِ محبت اور جامِ پیار کا کام کرتا ہے۔ شہیدوں۔ مجاہدوں۔ غازیوں کی ہر منزل پر فقیروں کے بادشاہ حضرت امام حسینؓ رہنمائی کرتے ہیں۔ آپ کا برزخ آتے ہی فقیر کا لرزتا ہوا قدم فولاد کا ہو جاتا ہے حیرت کی منزل راضی برضا کی منزل میں تبدیل ہو جاتی ہے یہ ہے فیض اور اس کا کیمیائی اثر۔

(حسین)

چراغ راہ ۱۳

"فقیر وہ ہے جو انتظام سے علٰحدہ ہو (وارث پاک)

جس روز دل کی رمز مغنی سمجھ گیا ؛ سمجھو تمام مرحلہ ہائے ہنر ہیں طے (اقبال)

فقیر سپاہی ہے اور انتظام بادشاہ۔ فقیر راہی ہے اور انتظام منزل۔ فقیر عاشق ہے اور انتظام معشوق اگر فقیر بھی انتظام میں پھنس گیا تو سپاہی کون ہوگا۔ راہی کون ہوگا۔ عاشق کون ہوگا۔ عشق کو دینا والے جنون۔ ایک آتشِ جگر سوز رکھتے ہیں دیوانگی یا جنون میں خرد کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔ دیوانہ اسے کہتے ہیں جو مست و بے پرواہ ہو اسے لگن ہو تو صرف اپنی منزل کی۔ جسے حاصل کرنے کے لئے اس نے جان کی بازی لگادی ہے جس روز راز اور رمز کھل گیا حقیقت کا پردہ آنکھ سے ہٹ گیا اور اپنے دل کی آنکھ سے ہر چیز کو اس کی اصلی نوعیت اور شکل میں دیکھنے لگے گا کہ دنیا وہی گناہ آلود زر و مال، اور ہیرے جواہرات، مٹی اور پتھر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اگر فقیر بھی عام لوگوں کی طرح اس جھوٹی اور نقلی دولت کو جمع کرنے میں اپنی زندگی گذارنے لگیگا تو معرفت اور روحانیت کی دولت کس کے حصہ میں آئے گی اس لئے ہدایت ہے کہ فقیر وہ ہے جو انتظام سے علٰحدہ ہو۔ (حسین)

چراغ راہ ۱۴

"فقیر وہ ہے جس کے پاس بجز خدا کچھ نہ ہو - (وارث پاک)

خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم ؛ عشق ہو جس کا جسور فقر ہو جس کا غیور (اقبال)

اللہ میرا باقی تمہارا۔ جس کو خدا مل جائے اسے اور کیا چاہئے۔ فقیر بڑا داتا اور بنیا ہوتا ہے۔ اصلی فقیر تن من دھن کی بازی لگاکر خدا سے خدائی مانگ لیتا ہے اور خدا بھی انتہائی پیار اور شفقت سے

فقیر کی جھولی میں نور ہی نور بھر دیتا ہے جیسے اصلی نور مل جائے اسے ہیرے، جواہرات نما پتھر کس کام کے۔ فقیر سوائے خدا کے اور کچھ نہیں چاہتا۔ خدا ہی سب کچھ ہے ہر چیز اسی سے ہے اور وہ ہر چیز میں ہے خدا اول بھی اور آخر بھی یہ ارشاد لا الہ الا اللہ کی مکمل تفسیر ہے مشائخ کی جہاں انتہا ہے۔ مومن کی جہاں انتہا ہے فقیر وہاں سے ابتدا کرتا ہے بڑھتے بڑھتے عاشق سے معشوق ہوجاتا ہے یہ اس کی انتہا ہوتی ہے - (حسین)

چراغ راہ ۱۵

"فقیر وہ ہے جو کسی چیز کا نہ مالک ہو اور نہ خود کسی ملک میں ہو - (وارث پاک)

ہے یاد مجھے نکتہ سلمان خوش آہنگ ؛ دنیا نہیں مردانِ جفاکش کے لئے تنگ (اقبال)

فقیر کے پاس بجز خدا کچھ نہیں ہوتا ہے۔ مومن کی پہلی تعلیم اور پہلا سبق لا الہ الا اللہ ہوتی ہے یعنی یہ کہ دنیا کی ساری چیز، سارا مال و متاع۔ آل اولاد یہاں تک کہ جانِ عزیز سب کچھ اللہ کی ہے اور وقت ضرورت اگر سب کی قربانی دینی پڑے تو ہر مومن ہر مسلم اس بات کا عہد کرتا ہے ایمان لاتا ہے اور دل سے اس کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ سب کچھ اللہ کے نام پر اللہ کے لئے قربان کردیگا مگر فقیر کی شان ہی نرالی ہوتی ہے وہ دنیا کی ہر چیز پہلے ہی قربان کر دیتا ہے وہ وعدہ وعید کا قائل نہیں ہے وہ تو اپنا جاں باز اور جاں نثار سپاہی ہے، راہی ہے۔ عاشق ہے کہ اپنے پاس بجز خدا کچھ رکھنا گوارا ہی نہیں کرتا ہے نہ وہ کسی چیز کا مالک بننا چاہتا ہے اور نہ ہی کسی کی ملکیت میں رہنا چاہتا ہے۔ فقیر اگر کسی اور چیز کو اپنا لے یا حاصل کرنے کی کوشش خدا کو بھول کر کرے تو وہ اپنی منزلِ عشق سے بہت دور ہو جاتا ہے۔ اگر کسی فقیر نے زر، زمین کو اپنایا تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس نے اپنی قبر اپنے ہاتھوں سے بنالی۔ اور یہی زر جسے وہ اپنا سہارا اور کفیل خیال کرتا ہے قبر میں زہریلے جانور کی شکل میں اس کی روح کو بے چین کریگا

اور قیامت تک وہ اپنی چند روزہ آرام کی سزا اٹھاتا رہے گا۔ اور اللہ اس کو جہنم میں بھیج کر خوش ہوگا۔ کیونکہ مقام فقر حد درجہ بلند مقام ہے۔ یہاں بجز اللہ ہر چیز حرام ہے۔ فقیر کی ایک ذراسی لغزش جہنم کا دروازہ اپنے اوپر کھول لیتی ہے۔ اگر فقیری کا شوق ہے تو سب سے پہلے اپنے نفس کو قابو میں لا اور اپنی زندگی کی ہر سانس عبادتِ الٰہی، پابندیِٔ شرع شریف اور قربانیِ نفس پر گذار دے۔ فقیر کے پاس بجز خدا کچھ نہ ہونا چاہیئے جس کے پاس خدا ہوتا ہے اس کے پاس ساری خدائی ہوتی ہے۔ پہلے خدا کو حاصل کر خدائی خود تمہارے قدم کے نیچے آجائیگی۔

(حسینؔ)

چراغِ راہ ۱۶

”فقیر کو چاہیئے نہ کسی کے لئے دعا کرے۔ نہ گنڈا تعویذ کرے (وارث پاک)

اے لا الٰہ کے وارث باقی نہیں ہیں تجھ میں :- گفتار دلبرانہ کردار قاہرانہ (اقبالؔ)

اہلِ دنیا کے لئے فقیری چراغِ راہ ہے۔ صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کے لئے چراغِ ہدایت ہے۔ مالک اور مملوک آقا اور بندے کے رشتہ کو اجاگر کرنے کے لئے ایک شمع ہے۔ ایک منوّر ستارہ ہے۔ فقیری کا مقصد یہ ہے کہ فقیر عبادتِ الٰہی۔ پابندیِٔ شرع شریف اور قربانیِ نفس کا ایسا نمونہ ہو۔ ایسا سالک ہو جس کے نقشِ قدم پر چل کر عام انسان، مومن، مسلم، اپنے آقا اپنے مولا کا وفادار، تابعدار اور سچا غلام بن جائے۔ تاکہ لوگ دنیا کے سارے جھوٹے اور کھوٹے سہارے کو توڑ کر اپنے آقا اور مولا کے سہارے کو پکڑ لے۔ فقیری دعا، بددعا۔ گنڈا تعویذ کے لئے نہیں ہے۔ حیات اور موت۔ صحت اور بیماری امیری اور غریبی کامیابی اور ناکامی۔ غرض ہر چیز کا چڑھاؤ اور اتار، بناؤ اور بگاڑ اللہ کے حکم سے دنیا پر نازل ہوتا ہے۔ انسان، حیوان، یہاں تک کہ دنیا کے ذرّہ ذرّہ کو اپنے اپنے عمل کا حساب دینا پڑتا ہے اللہ بڑا انصاف والا ہے اگر کوئی فقیر کسی کے لئے دعا یا

بددعا کرتا ہے تو یہ اس کی سب سے بڑی نادانی ہے کیونکہ اللہ کے کام میں دخل دینے والا نادان ہوتا ہے اگر نجات چاہتے ہو تو توبہ کرو۔ نماز پڑھو قرآن پڑھو اللہ کے بندے کو اللہ کے حوالہ کرو۔ حاجت مند کو نصیحت کرو کہ جو کچھ طلب کرتا ہے خدا ہی سے طلب کرو۔ جو سب کو دیتا ہے وہ تم کو بھی دیگا۔ فقیر کو چاہیئے کہ خود بھی نیک عمل رہے اور دوسروں کو بھی نیک عمل ہونے کی تلقین کرے۔ فقیر اپنی عبادت کے ذریعہ جو پونجی جمع کرتا ہے دعا بددعا۔ گنڈا تعویذ کے راستے نکال دیتا ہے۔ اسی لئے اس کی فقیری کو جلا نہیں آتی ہے (حسینؔ)

چراغِ راہ ۱۷

”فقیر وہ ہے جس کی کوئی سانس خالی نہ جائے۔ (وارث پاک)

عرض کیا گیا کس سے۔ فرمایا اللہ سے۔

پوشیدہ ہے کافر کی نظر سے ملک الموت :- لیکن نہیں پوشیدہ مسلماں کی نظر سے (اقبالؔ)

موت اور زندگی کا تار صرف سانس ہے ایک ہوا کا ہلکا سا جھونکا۔ کون جانتا ہے کہ گئی ہوئی سانس ہمیشہ کے لئے ہم سے اپنا رُخ نہ بدل لے۔ اصلی عاشق وہی ہے جو سانس کی لے پر اپنا نغمہ گاتا چلا جائے۔ وہ نغمہ صرف پیار و محبت کا ہو۔ گاؤ اور خوب گاؤ مگر ساز محبت و پیار کا ہو۔ جو فقیر بجز خدا اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا۔ اس کی نیند۔ اس کا آرام، اس کا کھانا پینا۔ اس کا حوائج ضروری سے فارغ ہونا۔ بچوں کی کفالت، محنت و مزدوری سب پیار و محبت کا درجہ لے لیتی ہے۔ سب یادِ خدا سمجھا جاتا ہے اسی پیار کی منزل کو ہر سانس یادِ خدا، یادِ رسول۔ یادِ قرآن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس نے رسول کی پیروی کی اس نے اللہ کی پیروی کی اطیع اللہ و اطیع الرسول ـ (حسینؔ)

چراغِ راہ ۱۸

" فقیر کو لازم ہے کہ دنیا کے واسطے کوئی کام نہ کرے اور خدا کے واسطے جان دیدے۔ (وارث پاک)

بیابانِ محبت دشت غربت بھی وطن بھی ہے :. یہ ویرانہ قفس بھی آشیانہ بھی چمن بھی ہے (اقبال)

دنیا کے واسطے اگر کچھ کرنا چاہتے ہو تو خدا کے راستہ پرنہ آؤ۔ کیونکہ ابھی تم میں حد درجہ جہالت اور نادانی بھری ہوئی ہے سب سے بڑی اور کامیاب زندگی وہ ہے جو مرنے کے بعد تمہارے نیک عمل کے ذریعہ پروردگارِ عالم کے سامنے شرمندہ نہ کرے اور حشر کے میدان میں تمہیں سرخروئی نصیب ہو۔ اور جنت مقام نصیب ہو۔ یہ تو عام مسلمانوں اور مومنوں کا شیوہ ہوتا ہے مگر فقیر کی شان ہی نرالی ہوتی ہے۔ اسے نہ تو دنیا چاہیئے اور نہ عقبیٰ۔ اسے تو صرف یادِ مولا چاہیئے۔ اسی لئے فقیروں کو ہدایت ہے کہ اپنے نفس کی خاطر دنیا کا کوئی کام نہ کرے مگر خدا کے واسطے جان دیدے۔ فقیر کی زندگی مرضیٔ مولا پر بسر ہوتی ہے۔ فقیر دنیا کا سارا کام مرضیٔ مولا کے لئے کرتا ہے۔ عبادت الٰہی کے لئے کرتا ہے۔ پابندیٔ شرع شریف کے لئے کرتا ہے۔ قربانیٔ نفس کے لئے کرتا ہے۔ انتہا یہ کہ جانِ عزیز کو بھی مرضیٔ مولا پر قربان کر دیتا ہے — (حسین)

چراغِ راہ ۱۹

" جو شخص اپنا کام آپ کرنا چاہتا ہے تو اللہ میاں بھی علٰحدہ ہو جاتے ہیں اور جو اللہ کے بھروسہ پر چھوڑتا ہے تو اللہ اس کے کام کو پورا کرتا ہے لازم ہے کہ جو کام کرے اللہ کے بھروسے پر کرے۔ (وارث پاک)

کہتا ہے زمانہ سے یہ درویش جوانمرد :. جاتا ہے جدھر بندۂ حق تو بھی ادھر جا (اقبال)

یہ ارشاد ہر انسان اور ہر شخص کے لئے ہے خصوصیت کے ساتھ فقیروں کے لئے ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے

کہ انسان کے ہوش گوش آتے ہی یا طاقت ملتے ہی انسان کا نفس " یعنی " جاگ اٹھتا ہے اور ہر کام کو خود کرنا چاہتا ہے۔ پہاڑ پر چڑھنے مانگتا ہے۔ سمندر پار کرنے مانگتا ہے۔ بجائے اللہ کے بھروسہ کے اس کو اپنے علم، عقل اور ہنر پر بھروسہ ہوتا ہے اپنی دولت اور طاقت پر بھروسہ ہوتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کا نفس " یعنی " اسے ذلّت اور گمراہی کے گڑھے میں ڈال دیتا ہے۔ جہاں سے مرتے وقت بھی نکلنے نہیں پاتا۔ مرتے دم کلمہ تک یاد نہیں رہتا۔ برخلاف اس کے جو لوگ اپنا سارا کام اللہ کے بھروسہ چھوڑتے ہیں اور خود صبر، یقین اور تصدیق کے ساتھ علٰحدہ بیٹھ جاتے ہیں تو ایسے جانباز اور شیرِ دل انسان کا کام خدا تو خدا، آفتابِ حقیقت کا ہر ذرہ انجام دینے میں معاون اور مددگار بن جاتا ہے اس لئے لازم ہے کہ جو کام کرے اللہ کے بھروسہ کرے۔ اللہ کے نام پر کرے۔ اللہ کے واسطے کرے۔ خصوصیت کے ساتھ فقیر اپنا کوئی کام خود نہ کرے۔ سب کام اللہ کے حوالے کر دے جب یہ بات چمکتے ہوئے سورج کی طرح روشن ہے کہ دنیا کا ذرہ ذرہ خدا کے حکم سے بنتا اور بگڑتا ہے تو اس خدا کے اتنے بڑے کارخانہ میں اپنی کمزور اور حقیر عقل کے زور پر کوئی قدم اٹھانا پرلے درجہ کی نادانی اور جہالت ہے خوشی ہو یا غم، یا غصہ ہر حال میں سچے دل سے خدا سے مدد مانگنا چاہیئے۔ کیونکہ جس کی نظر دوست پر، اس کا کوئی دشمن نہیں۔ اس کو کبھی ناکامی نہیں۔ اس کو کبھی شکست نہیں — (حسین)

چراغِ راہ ۲۰

" یقین کے ساتھ خدا کو اپنا مددگار جانو۔ وکفیٰ باللہ وکیلا۔ (وارث پاک)

خودی کے زور سے دنیا پہ چھا جا :. مقامِ رنگ و بو کا راز پا جا (اقبال)

اگر دنیا کے تمام جلّاد کو ختم کرنا چاہتے ہو تو سب سے زبردست اور ہیبت ناک طاقت حاصل کرو۔ وہ طاقت خدا کا قہر ہے۔ تم اللہ سے سچے دل سے مدد مانگو وہ اپنے قہر کو ایک زبردست فوج کی شکل میں تمہاری

مدد کے لئے نازل کریگا اور اللہ کا قہر ظالم کو جلا کر پھونک ڈالے گا ہر آفت اور مصیبت میں اللہ سے قوت مانگو تاکہ دشمن جلد سے جلد درگور ہو جائے۔ فرعون، نمرود، ہامان، شداد جیسی موذی طاقت کے مقابلہ میں مردِ مجاہد کا واحد اور تنہا سامانِ جنگ۔ لاؤ لشکر۔ وکیل اور کارپرداز، وکفی باللہ وکیلا کی تصدیق کامل ہے۔ وکفی باللہ وکیلا کی تلوار (۱) جذبۂ قربانی۔ (۲) دشمن سے نفرت اور بے زاری (۳) صبر (۴) خاموشی ہے۔ جب تک یہ چار رتن حاصل نہیں ہیں وکفی باللہ وکیلا۔ کی شاندار اور تیز و تند تلوار میں ضرب کاری کا اثر پیدا نہیں ہوتا ہے۔ لازم ہے کہ مردِ مجاہد ان چار رتنوں پر سچے دل سے عامل ہو جائیں انشاء اللہ فرعون جیسی طاقت ضرور پامال ہو جائے گی۔ (حسین)

چراغِ راہ ۲۱

ؒ خدا ہر چیز کا مالک اور ہر چیز پر قادر ہے۔ خیر و شر اسی کی جانب سے ہے مگر تصدیق اس کی مشکل ہے۔ —— (وارث پاک)

ہر لحظہ نیا طور نئی برقِ تجلی ∴ اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے (اقبال)

خدا ہر چیز کا مالک مختار بھی ہے اور قادرِ مطلق بھی۔ نہ اس کی ملکیت میں کوئی شریک دار ہے اور نہ قبضۂ قدرت میں کوئی ساجھا دار۔ حکیم حاذق ہونے کے ناتے کبھی وہ اپنے پیارے بندے کو شر دیکر اس کے بیمار جسم بیمار روح۔ بیمار دل کا معائنہ کرتا ہے۔ نفع اور صحت بخشتا ہے۔ اور کبھی اپنے صحت مند۔ وفادار اور عبادت گذار بندے کو خیر دیکر ہمت افزائی کرتا ہے اور اس کے جذبۂ شوق کو آگے بڑھاتا ہے۔ نادان اور جاہل بندے کے لئے شر آبِ حیات ہے اگر ایسا نہ ہو تو لوگ نادانی میں جہنم کی آگ میں کودتے چلے جائیں گے یہی شر جو بطور تنبیہ اور آگاہی خطرہ انہیں جان لیوا خطروں سے بچاتا رہتا ہے علم و عقل اور ہنر والے خیر و شر کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں مگر اہلِ تصدیق اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ خیر بھی خدا کی جانب سے۔ ہے اور شر بھی۔ خدا ہر چیز کا مالک اور

ہر چیز پر قادر ہے۔ ظاہری چند روزہ کامیابی انسان کو خدا سے اور اصلی حقیقت سے غافل کر دیتی ہے نشہ تو اس وقت اترے گا جب خوابِ غفلت سے بیدار ہوں گے۔ اور اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا علمائے ظاہر کو اپنی بساط کا اپنی حقیقت کا۔ اپنے ظرف کا اس وقت پتہ ہوگا جب ان کا مقابلہ حشر کے میدان میں اہلِ تصدیق والے سمندر بیکراں سے ہوگا جب لوگ نفسی نفسی کرتے ہوں گے فقیر مست و بے غم سیر کرتے نظر آئیں گے۔ پھر معلوم ہوگا کہ خیر و شر کس کی طرف سے ہے اس حقیقت کو کون بہتر جانتا ہے فقیر یا علمائے ظاہر۔ (حسین)

چراغِ راہ ۲۲

ؒ خدا تم میں ہے مگر تم دیکھ نہیں سکتے۔ (وارث پاک)

وائے نادانی کہ تو محتاجِ ساقی ہو گیا ∴ مے بھی تو، مینا بھی تو، ساقی بھی تو محفل بھی تو (اقبال)

خدا تم میں ہے مگر تم دیکھ نہیں سکتے، کتنی عجیب و غریب نادانی ہے کہ آج تک تو اپنے قبضہ کی چیز کو بھی نہ دیکھ سکا۔ خودداری میں خدا ہے اور خودداری تیرا پہلا حق ہے اگر تو خودداری حاصل کرنا چاہتا ہے تو سارے دنیا سے اپنے آپ کو بلند تر خیال کر اور پروردگارِ عالم کے روبرو اپنے آپ کو ایک کمزور ترین ہستی خیال کر۔ خود پرستی اور نفس پرستی چھوڑ دے، بے خودی حجاب کو اٹھاتی ہے اور خود پرستی حجاب کو بڑھاتی ہے۔ حجاب اٹھتے ہی حقیقت نمودار ہو جاتی ہے اور کھرے اور کھوٹے سب نظر آنے لگتے ہیں حقیقت سامنے آتے ہی خدا شہ رگ سے بھی زیادہ قریب نظر آتا ہے۔ خدا کو یا حقیقت کو دیکھنے کا سہل اور آسان راستہ یہ ہے کہ اپنی عقل، اپنی سمجھ، اپنا علم اور اپنے تجربے کے مقابلے میں اپنے دل اور اپنے ضمیر کو شمعِ ہدایت اور چراغِ راہ تصور کرو۔ دماغ اور عقل انسانی پر شیطان و ابلیس کا قبضہ ہے اور دل و روح انسانی کے نورانی پردے میں

اللہ کا جلوہ ہوتا ہے۔ دل کی نیک آواز پر چلنے والے اللہ کو دیکھتے بھی ہیں اور اپنی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب پاتے بھی ہیں۔ (حسین)

چراغِ راہ ۲۳

" ایمان خدا کی محبت کا نام ہے۔ (وارث پاک)

نہ میں عجمی، نہ ہندی، نہ عراقی و حجازی ؛ کہ خودی سے میں نے سیکھی دو جہاں کی بے نیازی (اقبال)

خدا کی محبت کے معنی عبادتِ الٰہی۔ پابندیٔ شرع شریف اور قربانیٔ نفس ہے۔ جب تک یہ تینوں چیزیں اکٹھا نہیں ہوتی ہیں اس وقت تک عشق نہیں بنتا ہے چونکہ عشق اور محبت ایک چیز ہے اس لئے محبت نہیں بنتی ہے اور جب محبت نہیں ایمان نہیں۔ جہاں ایمان نہیں وہاں شیطان اور ابلیس ہے۔ مومن بننا چاہتے ہو تو خدا سے محبت کرو اس کے قرآن کو سینہ سے لگا دو۔ اس کے محبوب کو دل سے پیار کرو۔ عبادت الٰہی کو اپنا فرض اولین سمجھو۔ پابندیٔ شرع شریف اور قربانیٔ نفس کے لئے اپنی زندگی کی بازی لگا دو۔ پالنہار سے محبت کرنا ہر انسان کا برابر کا حق ہے۔ اللہ کو اپنے بندوں کی سچی عبادت بہت پسند ہے محبت بھرے دل کی عبادت بعض اوقات فرشتے کی عبادت سے بھی بلند و بالا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔ خدا ریاکاری پسند نہیں کرتا۔ ریاکار کی عبادت کو اس کے منہ پر مار کر لوٹا دیتا ہے۔ محبت دل سے ہوتی ہے۔ زبان اور خیال سے نہیں۔ جس دل میں خدا کی محبت نہیں اس میں ایمان نہیں۔ جس میں ایمان نہیں وہاں کفر ہی کفر ہے۔ اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ گھپ اندھیرے میں تمہارا سجدہ کہاں پڑ رہا ہے تمہیں خود ہی نہیں معلوم علمائے ظاہر خوب ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ وہ کہاں جا رہے ہیں کس جہنم کی آگ کی طرف جا رہے ہیں اللہ اپنا رحم و فضل کرے۔ (حسین)

چراغِ راہ ۲۴

" من و تو کا جھگڑا جائے تو خدائی کا جلوہ نظر آئے۔ (وارث پاک)

من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں ؛ تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن (اقبال)

میرے بھائی ہمیشہ من کی دولت حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ تن کی دولت کتنی جلد اپنا رُخ پھیر دیتی ہے۔ یہ بات ہر انسان جانتا ہے۔ تن کی دولت آنکھ کی پلک کی مانند ہے۔ سب سے پہلے اپنے دل کو مالا مال کرو۔ دل کو روشن کرو۔ جہاں دل میں نور پیدا ہو گیا۔ تمہاری منزل تمہارے قدموں میں دبی نظر آئے گی اللہ کو اگر دیکھنا ہے تو اپنے دل کی گرد صاف کرو۔ کیونکہ دل ہی تو خدا کا گھر ہے۔ اور خدا ہمیشہ پاک اور صاف دل میں بسیرا کیا کرتا ہے۔ دل کو پاک کرو تاکہ خدا کا جلوہ اس میں آکر بس جائے دل پاک اور صاف اس وقت ہوگا۔ جب اس میں صرف "تو ہی تو" رہے۔ جب تک نفس "میں" باقی رہے گا تو (خدا کا جلوہ) کا بسیرا ہونا غیر ممکن ہے۔ اسی لئے ہدایت ہے کہ من و تو کے جھگڑے کو دور کرو۔ میں کو ختم کرو یعنی اپنے قبضۂ قدرت میں لاؤ۔ نفس امارہ کی جگہ خدا کو دل میں جگہ دو۔ میں کو ختم کر کے تو کو دل میں بٹھاؤ۔ خدا دل میں بیٹھتے ہی اپنی خدائی کرنے لگے گا۔ اور اس خدائی کا جلوہ تم بھی دیکھو گے اور دنیا بھی دیکھے گی۔ (حسین)

چراغِ راہ ۲۵

" اپنی ہستی کو مٹانا عین فقیری ہے" (وارث پاک)

جس بندۂ حق کی خودی ہو گئی بیدار ؛ شمشیر کی مانند ہے برندہ و براق۔ (اقبال)

اپنی ہستی کو مٹانا عین فقیری ہے۔ ہستی نفس کو کہتے ہیں اور نفس کو مارے بغیر دل کی بادشاہت نصیب

نہیں ہوتی ہے۔ جب انسان اپنے نفس پر قابو پاتا ہے تو اٹھارہ ہزار عالم اس کے تحت میں آجاتے ہیں وحوش وطیور سب مطیع ہو جاتے ہیں۔ نفس جوگ سے مرتا ہے ۔جوگ نفس کشی کو کہتے ہیں۔ نفس کشی ترکِ عافیت، ترکِ راحت، ترک خیال راحت وعافیت سے حاصل ہوتا ہے۔ بعض اوقات انسان جان دیدینا گوارا کرلیتا ہے مگر انسان اپنی عافیت وآرام کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ بس اسی خیال عافیت کو ترک کرنے سے نفس مرتا ہے۔ جہاں نفس مرا ہستی مٹی۔ ہستی مٹتے ہی اس دل میں خدا جلوہ گر ہو جاتا ہے جہاں خدا آیا خدائی کا جلوہ نظر آنے لگا۔ بے نفس کشی، بغیر ہستی مٹائے فقیری بے کار ہے ۔ (حسین)

چراغِ راہ ۲۶

"موحد ہونا مشکل ہے" ــــ (وارث پاک)

خودی کی پرورش وتربیت پہ ہے موقوف ؎ کہ مشتِ خاک میں پیدا ہو آتشِ ہمہ سوز (اقبال)

یوں تو سبھی کہتے ہیں کہ اللہ۔ ایشور ایک ہے۔ ہم لوگ سب اسی کے بندے ہیں اور اسی کو پوجتے ہیں۔ زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں۔ جب تک عمل نہیں جب تک دلی تصدیق نہیں - اکثر دیکھا یہی گیا ہے کہ رائی برابر دکھ اور مصیبت آئی نہیں کہ توحید کے علمبردار طرح طرح کے جھوٹے، کھوٹے اور کمزور سہارے ڈھونڈھنے لگتے ہیں۔ لاشریک کے سامنے شریک قرار دیدیتے ہیں۔ اللہ کے سوا دنیا کا سارا سہارا جھوٹ ہے۔ فریبِ نظر ہے۔ دھوکا ہے ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔ جہاں ایمان نہیں وہاں خدا نہیں اور جہاں خدا نہیں وہاں ابلیس اور شیطان موجود ہے۔ موحد وہ ہے جو ہر حال میں خدا اور اس کے قانونِ قدرت کا فرمانبردار اور تابعدار غلام ہے۔ بہار ہو یا خزاں۔ سکھ ہو یا دکھ۔ شر ہو یا خیر، ہر حال میں وہ سہارۂ پروردگارِ عالم کا عاشق ہے۔ علم وعقل

کی روسے، سائنس کی روسے بظاہر جو بھی بہانہ نظر آئے جو بھی اسبابِ دنیا نظر آئے مگر تصدیق ہے کہ جو کچھ ہوا۔ ہو رہا ہے اور آئندہ ہونے والا ہے سب معبودِ حقیقی کے اشارہ سے ہوگا۔ مرضی سے ہوگا۔ حکم سے ہوگا، ایسے یقین محکم وایمان مکمل والے انسان کو موحد کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے موحد ہونا جوئے شیر لانے کے برابر ہے یہ کام عشق کا ہے سب کے بس کی بات نہیں ۔ (حسین)

چراغِ راہ ۲۷

"آج کل توحید ٹکے سیر ہے۔ بھیک مانگتے ہیں۔ بڑی چیز یہ ہے کہ مرجائے اور ہاتھ نہ پھیلائے توحید کی قدر آج کل نہیں ہے ۔ ــــ (وارث پاک)

ہے مریدوں کو تو حق بات گوارا لیکن ؎ شیخ وملا کو بری لگتی ہے درویش کی بات (اقبال)

آج کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے ۔صرف پیسہ۔ فقیر ہو یا دلال ۔ جاہل ہو یا عالم ۔مولوی۔ ملا۔ ناصح۔ امام، خطیب سب کے سب پیسہ کے دیوانے۔ لوبھی اور لالچی ہیں بہتوں نے توحید کی تجارت کرلی ہے۔ اس منڈی میں سب لوگ توحید ٹکے سیر بیچ رہے ہیں کوئی تعویذ بنا کر بیچ رہا ہے تو کوئی گنڈا دیکر۔ کوئی فاتحہ پڑھ کر تو کوئی میلاد پڑھ کر کوئی وعظ کر کے تو کوئی خطیب اور امام بن کر۔ کوئی تبلیغ کر کے تو کوئی فتویٰ دیکر۔ غرض ہر مومن اور ہر مسلم کسی نہ کسی انداز میں توحید کو بیچ کر اپنا اپنا پیٹ بھرنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ کسی۔ ڈھونگی اور لالچی فقیر گداگروں نے تو اس سے بھی زیادہ ظلم بپا کر رکھا ہے۔ مرید کرتے وقت نذرانہ۔ شجرہ دیتے وقت نذرانہ۔ فاتحہ پڑھتے وقت نذرانہ پھول، پان چڑھاتے وقت نذرانہ۔ سلام کرتے وقت نذرانہ، غرض ان فقیروں کی داڑھی میں جتنے بال ہیں اتنے ہی کسب ہیں - اور ہر کسب کے نذرانے معصوم اور نادان مریدوں سے وصول کیے جاتے ہیں۔ توحید کو

ٹکے سیر بیچنے والے بے ایمانوں نے اسلام کی شاندار عمارت پر کلنک کا ٹیکہ لگا رکھا ہے۔ ان ہی شیطان زادے انسان علمائے ظاہر اور گدا گر فقیروں کو ہدایت ہے کہ توحید کو ٹکے سیر بیچنا چھوڑ دیں۔ بھیک نہ مانگیں۔ نذرانہ زور و ظلم اور خدمت سے وصول نہ کریں۔ مریدی اور شجرہ کی کوئی قیمت نہ رکھیں۔ امامت، خطابت، وعظ، تبلیغ۔ فاتحہ درود، دعا، گنڈا تعویذ کا پیسہ لینا چھوڑ دیں۔ توحید کی قدر کریں۔ بڑی چیز یہ ہے کہ مر جائیں اور ہاتھ نہ پھیلائیں۔ ایمان کو درست کریں۔ یقین اور اعتقاد کو درست کریں۔ تصدیق کی دولت جمع کریں۔ قرآن پڑھیں، نماز پڑھیں۔ محبتِ خدا کو دل میں جگہ دیں۔ اللہ کو ہر حال میں اپنا مددگار اور کفیل تصور کریں۔ خدا شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اسی پر یقین کامل رکھیں جو مانگیں خدا سے مانگیں۔ خدا ہی سب کو دیتا ہے۔ دل میں خدا کی جگہ ابلیس اور شیطان کو جگہ دینے کی سزا یہی ہوتی ہے جو اس وقت دیتا رہی ہے اور جو تم کر رہے ہو۔ جب خدا ہی کو بیچ دیا تو تمہیں ملیگا کیا اور دیگا کون۔ وہ اس کا ہوا جس کے ہاتھ تم نے بیچا ہے۔ وہ اب تمہارے پاس کہاں ہے۔ (حسین)

چراغِ راہ ۲۸

عشق وہی ہے جو کسب سے نہیں حاصل ہوتا۔ (وارث پاک)

اے رہروِ فرزانہ بے جذبِ مسلمانی ؞ نے راہ عمل پیدا نے شاخِ یقیں نمناک (اقبال)

عشق وہی ہے جو کسب سے، ریاض سے۔ محنت سے حاصل نہیں ہوتا یہ اللہ کی عنایت ہے۔ رحمت ہے۔ جسے بخش دے۔ اسے کسب سے کوئی واسطہ نہیں۔ وہی فقیر کسب۔ ریاض اور محنت سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ کسبی فقیر ریاض، عملیات، گنڈا تعویذ میں ہمیشہ پھنسے رہتے ہیں۔ ساری زندگی اپنے کو بھی دھوکا دیتے ہیں اور اپنے اثر زدہ مریدوں کو بھی اپنے دامِ فریب میں پھنسا رکھتے ہیں جہنم زیادہ تر ایسے ہی کسبی فقیروں سے بھری جائیگی

عشق کے معنی اک آگ کا بھڑکتا ہوا شعلہ ہے وہ شعلہ جو ساری لالچ حرص اور طمع کو جلا کر خاک کر دے۔ مگر یہاں تو ہر دل اور ہر دماغ عشق کا دعویٰ کرتا ہے مگر لالچ، طمع اور حرص کی آگ میں خود ہی جلا کرتا ہے جس طرح صرف زبان سے کلمہ پڑھنے والا مومن نہیں ہو سکتا جب تک دلی تصدیق نہ ہو۔ اسی طرح عشق کی رٹ لگانے سے عشق حاصل نہیں ہوتا جب تک اس عشق کی آگ میں حرص، طمع، لالچ، تمنا، آرزو، نفس سب جل کر خاک نہ ہو جائیں۔ (حسین)

چراغِ راہ ۲۹

محبت کرو کسب سے کچھ نہیں ہوتا۔ محبت ہے تو سب کچھ ہے۔ اور محبت نہیں تو ریاضت بیکار ہے۔ — (وارث پاک)

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم ؞ جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں (اقبال)

خالق اور مخلوق کا رشتہ محبت ہے۔ آقا اور بندے کی بندش محبت ہے۔ یہ دنیا اور دنیا کی ساری آبادی، یہ آسمان اور آسمان کے سارے نظارے، محبت کی ڈوری میں ایک دوسرے سے بندھے ہوئے ہیں عبادت نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خیر خیرات، اگر محبت ہے تو بہت کچھ ہے اور محبت نہیں تو یہ سب ریاضت بےکار اور بے سود ہے۔ یہ سب کسب لاحاصل اور بے معنی ہو جاتا ہے۔ محبت کرو کہ کسب سے کچھ نہیں ہوتا۔ ایمان خدا کی محبت کا نام ہے جہاں ایمان نہیں وہاں کفر، یعنی اندھیرا۔ تاریکی۔ اس گھپ اندھیرے میں سجدہ کس کو کر رہے ہو۔ اپنی غلط آرزوؤں کے بتوں کو۔ شیطان کو یا ابلیس کو۔ رحمان کا سجدہ اس وقت ہوگا جب ایمان ہوگا۔ ایمان اس وقت ہوگا جب خدا کی محبت ہوگی۔ محبت ہے تو سب کچھ ہے۔ اور محبت نہیں تو ریاضت ڈھونگ ہے۔ (حسین)

چراغِ راہ ۳۰

ۓ ایک صورت کو پکڑ لو وہی تمہارے ساتھ یہاں بھی رہے گی اور وہی قبر میں اور وہی حشر میں ساتھ ہوگی — (وارث پاک)

ابھی آرام سے لیٹے رہو میں پھر بھی آؤں گی :- سلا دوں گی جہاں کو خواب سے تم کو جگا دوں گی (اقبال)

تمہارا کام صرف ایک خدا ایک رسولؐ اور ایک قرآن کی محبت ہے صرف اسی ایک اصول اور بول پر قائم رہو۔ تمہاری منزل اور تمہاری کامیابی کے لئے پروردگارِ عالم خود سامان مہیا کرے گا۔ ایک صورت کو پکڑنے والا کبھی پریشان حال نہیں ہوتا۔ جس نے بھی اس ٹھوس اصول پر اپنی زندگی کے کارواں کو چلایا دیکھا یہی گیا ہے کہ وہ ہر طرح کامیاب اور بامراد رہا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک خدا کا پکڑنے والا پریشان حال ہو۔ وہ بھی ایسی قدرت والا خدا جس نے کُنۡ کہا ہوجا اور وہ چیز "فیکُون" ہوگئی وہ خدا جس کا محبوب رحمۃ اللعالمین اور جس کا جلوہ قرآن کریم ہو۔ شرط صرف پکڑنا ہے۔ یقین محکم سے پکڑنا ہے بہار و خزاں میں پکڑنا ہے۔ دکھ اور سکھ میں پکڑنا ہے سانس کی آخری ہچکی تک پکڑنا ہے پکڑنا ہے اس طرح جیسے حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام نے پکڑا۔

سر داد نہ داد دست در دست یزید :- حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

اس طرح کے پکڑنے والے دین و دنیا دونوں جگہ سرخرو رہتے ہیں۔ اگر خدا کو پکڑو گے تو خدا یہاں بھی تمہارے ساتھ ہوگا۔ قبر میں بھی ہوگا اور حشر میں بھی ہوگا۔ یہ فضیلت بے فقیری یا بغیر عشق و محبت کے ناممکن ہے دین و دنیا چاہتے ہو تو محبتِ خدا کو دل میں جگہ دو۔ محبت رسول کو جگہ دو۔ محبت قرآن کو جگہ دو (حسین)

چراغِ راہ ۳۱

ۓ محبت میں شاہ و گدا کا فرق نہیں رہتا جیسے محمود و ایاز کا واقعہ ہے — (وارث پاک)

محبت کی رسمیں نہ ترکی نہ تازی :- سکھاتی ہے محمود کو جو ایازی (اقبال)

محبت سوزِ جگر کا نام ہے سوزِ جگر کی آگ میں عقل و فہم سب جل کر خاک ہو جاتے ہیں اس جلے ہوئے عقل و فہم میں شاہ و گدا کا فرق، بڑے اور چھوٹے کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ اگر باقی ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ دل میں سوزِ جگر نہیں ہے یا سوزِ جگر کی آگ ابھی بھڑکی نہیں ہے جس دل میں سوزِ جگر نہیں وہاں محبت نہیں۔ جہاں محبت نہیں وہاں ایمان نہیں۔ جہاں ایمان نہیں وہاں شیطان اور ابلیس کا بسیرا ہے۔ جس کو محبت نہیں وہ انسان بھی نہیں ہو سکتا۔ انسان کی فطرت محبت ہے۔ محبت ایسا راستہ ہے کہ فقیر بادشاہ کا تاج اپنے قدموں پر رکھوا دیتا ہے۔ مگر سب سے بہتر اور اصلی محبت اللہ کی ہے اللہ ہر چیز سے زیادہ حسین ہے وہ تو نور ہے نور، اگر محبت کرنی ہے تو خدا سے محبت کرو۔ قرآن سے محبت کرو۔ رسول سے محبت کرو۔ — (حسین)

چراغِ راہ ۳۲

ۓ یار کا تصور عاشق کی زندگی ہے — (وارث پاک)

جلانا دل کا ہے گویا سراپا نور ہو جانا :- یہ پروانہ جو سوزاں ہو تو شمعِ انجمن بھی ہے (اقبال)

جب عشقِ مجازی میں یار کا تصوّر عاشق کی زندگی ہے۔ جیسے محمود و ایاز، مجنوں اور لیلیٰ۔ فرہاد اور شیریں، پھر عشق حقیقی کا کیا پوچھنا ہے۔ یہاں تو ہر سانس، ہر قدم، ہر لمحہ قربان ہے یار کے تصور میں۔ یار کی یاد میں۔ یار کی خوشنودی میں۔ یار کی عطا اور جفا میں۔ اللہ محبوب ترین معشوق ہے۔ لازم ہے کہ راہِ طلب میں، راہِ عشق

میں اپنی زندگی کی ہر سانس یادِ خدا میں صرف کی جائے۔ عبادتِ الٰہی میں گذارا جائے۔ قربانیٔ نفس میں خرچ کیا جائے۔ محبت کی کامیابی ناکام ہونے پر نصیب ہوتی ہے۔ محبت کی کامیابی عشق کی لاش ہے میری دعا ہے کہ میں تا زندگی ناکامیاب ہی مروں۔ تاکہ مرنے کے بعد خدا کے سامنے جاتے ہوئے مجھے ڈر نہ معلوم ہو دنیا کی زیادہ خوشی عاقبت کا غم ہو جاتی ہے۔ دنیا کی خوشی اپنے آپ کو دھوکا دینے کے بعد نصیب ہوتی ہے۔ خدا کی یاد میں مر جانا عاشق کی زندگی ہے۔ — (حسین)

چراغِ راہ ۳۳

"رضائے یار عاشق کا ایمان ہے۔ (وارث پاک)

شوق میری لے میں ہے شوق میری نے میں ہے ∴ نغمۂ اللہ ہو میری رگ و پے میں ہے (اقبال)

عاشق کی زندگی اور زندگی کی ہر دلچسپی، ہر شوق، ہر آرزو، یہاں تک کہ اس کا کھانا پینا۔ رہنا سہنا سونا جاگنا انتہا یہ کہ اس کی ہر سانس اور لمحہ معشوق کی خوشنودی اور رضا کے لئے وقف اور قربان ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ وارث پاک رضائے یار کو عاشق کا ایمان قرار دیتے ہیں یقین محکم اور تصدیق مکمل کا نام ایمان ہے جہاں علم و عقل کا گذر نہیں۔ سبب اور نتیجہ یقین اور تصدیق کے مقابلہ میں حروف غلط ہیں۔ لازم ہے کہ ہر راہی۔ ہر سالک اور ہر فقیر کا ایمان، رضائے یار، رضائے مولا۔ رضائے پروردگارِ عالم ہو جائے۔ میں شوق کا دیوانہ ہوں۔ یا اللہ اب تو سخت سے سخت امتحان لے کر میری زندگی کو زندہ جاوید بنا دے۔ مجھے دنیا میں اگر کسی چیز کی تمنا ہے تو وہ صرف تیری رحمت کی۔ یا اللہ مجھے توفیق دے کہ میں شہید ہو کر سرخ کفن پہن کر تیرے حضور میں خوشی خوشی آ سکوں۔ شہید ہونا خدا کا سب سے بڑا عطیہ ہے۔ شہید قیامت تک زندہ رہتا ہے اسکو موت نہیں (حسین)

چراغِ راہ ۳۴

"حبس کو اپنی خواہشات کی خبر ہے۔ وہ عشق سے بے خبر ہے۔ (اور اس طرح بھی فرمایا) عاشق یار سے خبردار اور موجودات سے بے خبر رہتا ہے — (وارث پاک)

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر ∴ نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر (اقبال)

عشق بے ہوشی اور بے خبری کو کہتے ہیں۔ نفس کی بے ہوشی اور عشق کی بے ہوشی میں اتنا فرق ہے کہ نفس کی بے ہوشی میں انسان ہر چیز سے گذر جاتا ہے۔ اپنے سے بھی اور کل کائنات اور موجودات سے بھی۔ مگر عشق کی بے ہوشی نرالی ہوتی ہے عشق کی بے ہوشی میں عاشق اپنے معشوق سے بالکل باخبر، ہوشیار اور خبردار رہتا ہے۔ مگر کل موجودات اور کل خواہشات سے بے خبر اور بے ہوش ہو جاتا ہے اگر اپنی زندگی کے نشان کو یادگار بنانا چاہتے ہو تو اللہ سے عشق کرو۔ اور اگر اپنے عشق کو رنگین بنانا چاہتے ہو تو خونِ جگر سے اس کو خوش رنگ بنا ڈالو۔ عاشق اپنی فنا میں بقا دیکھتا ہے۔ (حسین)

چراغِ راہ ۳۵

"معشوق کی جفا کو عاشق عطا سمجھتا ہے۔ (وارث پاک)

ہو کوہ و بیاباں سے ہم آغوش ولیکن ∴ ہاتھوں سے ترے دامنِ افلاک نہ چھوٹے (اقبال)

کبھی کبھی اللہ اپنے نیک بندوں سے اور اپنے جانباز عاشقوں سے کھیلنے لگتا ہے۔ بیٹھے بٹھائے سخت سے سخت نقصان۔ مرض۔ بلائے ناگہانی میں ڈال دیتا ہے۔ وہ عاشقِ جانباز جن کا ایمان رضائے یار۔ رضائے معشوق ہے وہ تو اس جفا میں اس ظاہری تباہی و بربادی میں۔ اس ظاہری مرض اور بلائے ناگہانی میں۔ عطائے یار اور پیارِ معشوق دیکھتا ہے انہیں یقین کامل ہے کہ یہ امتحان ہے اس کے صبر و تحمل کا۔ راضی برضا کا۔ یہ کٹھن منزل طے ہوتے ہی عطا کی رحمت نازل ہو گی جیب خدا کسی انسان، کسی فقیر کے ہاتھ کوئی زبردست کام سپرد کرنا

متن حسین بابا ہے / اس جملہ کی اصلاح کرنا ہے

چاہتا ہے تو اس کا امتحان لیتا ہے۔ مگر نادان بندے نقصان اٹھانے کے بعد ٹھیک کامیابی کے وقت خدا کی رحمت کے منکر ہو جاتے ہیں۔ ناامیدی اور مایوسی کے بھنور میں گھر جاتے ہیں۔ خبردار کبھی خدا کے خلاف کوئی آواز نہ نکلے۔ ابلیس کو دل سے نکالو، صبر اور شکر کو اس کی جگہ دو۔ صبر اور شکر کی باریک ترین چادر میں اللہ کا نور چھپا ہوتا ہے۔ جہاں صبر ٹوٹا اور نور غائب۔ نور کی جگہ نار۔ روشنی کی جگہ تاریکی۔ رحمت کی جگہ ذلت گھر کر لیتی ہے۔ جب ناامیدی۔ مایوسی آنے لگے تو اس ارشاد کا ورد کرو۔ "معشوق کی جفا کو عاشق عطا سمجھتا ہے" — (حسین)

چراغ راہ ۳۶

"محبت میں انسان اندھا ہو جاتا ہے۔" (وارث پاک)

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ ∴ عشق ہے اصلِ حیات موت ہے اس پر حرام (اقبال)

محبت انسان کا فطری حق ہے۔ اس سے کوئی انسان خالی نہیں۔ کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ مگر ہوتا سب میں ہے۔ محبت۔ حق، انصاف یہ سب ترازو کے پلڑے ہیں درجہ بدرجہ حق اور انصاف کے ساتھ محبت ہونی چاہیئے۔ مال و دولت کی محبت، بال بچے کی محبت۔ ماں باپ کی محبت۔ پیر و مرشد کی محبت اللہ، قرآن اور رسول کی محبت، سب درجہ بدرجہ ہیں۔ جہاں توازن میں فرق آیا۔ وہیں فساد برپا ہوا یہ ساری دنیا اس وقت اسی توازن کو برقرار نہ رکھنے کے سبب جہنم کی آگ بنی ہوئی ہے۔ ہر انسان اپنے جذبۂ محبت میں اندھا اور پاگل بنا ہوا ہے۔ جوشِ محبت میں حلال اور حرام کا فرق جاتا رہا ہے اچھا اور برا، نیکی اور بدی کسی میں کوئی امتیاز باقی نہ رہا ہے۔ یہاں تک کہ انسان اپنے جذبۂ محبت جوشِ محبت۔ جنونِ محبت میں اپنے پیر و مرشد کو بھی اپنے حدِ ادب اور حدِ احترام کی منزل سے

بڑھا کر شرک اور کفر کی سرحد میں داخل کر دیتا ہے۔ ایسے ہی نادان راہیوں، سالکوں درویشوں اور فقیروں کو وارث پاک تنبیہ اور خبردار کرتے ہیں کہ انتہائی محبت میں انسان اندھا ہو جاتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جہالت اور ظلمت میں حق اور انصاف سے تجاوز کر جاؤ۔ خالق اور مخلوق کی حد سے گزر جاؤ۔ خود بھی راندۂ درگاہ بنو اور اپنے پیر و مرشد کو بھی اللہ کے حضور شرمندۂ خاطر کرو۔ خبردار آنکھیں رکھتے ہوئے اندھے نہ بنو اپنی جبینِ نیاز کو کسی ہستی کے سامنے نہ جھکاؤ۔ سجدہ صرف اللہ کے لئے ہے۔ باقی سب شرک ہے۔ بزرگانِ دین اولیائے کرام۔ فقرائے عظام صرف احترام اور عزت کے مستحق ہیں — (حسین)

چراغِ راہ ۳۷

"عاشق وہ ہے جو معشوق پر جان قربان کرے۔" (وارث پاک)

موت کے آئینہ میں تجھکو دکھا کر رخِ دوست ∴ زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے (اقبال)

عشق قربانی کا نام ہے۔ مال و دولت کی قربانی۔ جاہ و حشمت کی قربانی، آل اولاد کی قربانی، دکھ اور سکھ کی قربانی۔ خواہشات کی قربانی۔ نفس کی قربانی۔ انتہا یہ کہ جان کی قربانی۔ نمائیت و آرام کی قربانی، جب تک یہ سب قربانی فقیر یا عاشق اپنے معشوق کی خاطر نہیں کرتا ہے اس کے عشق کی تکمیل نہیں ہوتی ہے اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ عاشق تارک الدنیا ہو جائے۔ اور کسی جنگل یا پہاڑ میں گوشہ نشین ہو جائے۔ یا حرام موت مر جائے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ رضائے یار کے لئے رضائے معشوق کے لئے، عاشق اپنا سارا مال و متاع قربان کرنے کو تیار رہے۔ یہاں تک کہ اگر جانِ عزیز کی بھی قربانی رضائے یار کے لئے کرنی پڑے تو وہ بھی حاضر ہے۔ جب تک یہ جذبۂ قربانی پوری تصدیق اور یقینِ محکم کے ساتھ عاشق کے دل میں پیدا

نہیں ہوتا ہے اس وقت تک اس کا عشق مکمل نہیں ہوتا ہے۔ سب سے سچے فقیر دن رات خدا کے نام پر اپنی جان نثار کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ اگر زندہ رہنا ہے تو جلد سے جلد پروردگارِ عالم کے نام قربان ہو جانا چاہیئے عاشق وہ ہے جو معشوق پر جان قربان کرے — (حسین)

چراغِ راہ ۳۸

ع ایمان محبت کامل کا نام ہے۔ (وارث پاک)

میں حسن ہوں کہ عشق سراپا گداز ہوں ؞ کھلتا نہیں کہ ناز ہوں میں یا نیاز ہوں میں (اقبال)

سب سے پہلے ایمان حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ ایمان حاصل صرف خدا کے بھروسہ پر زندہ رہنے پر ہوتا ہے سارے آسرے کو بے آسرا سمجھ کر صرف اللہ پاک کے آسرے کو سب سے بڑا آسرا سمجھنے والے کا ایمان قائم ہو جاتا ہے اور جہاں ایمان اور محبت مل کر عشق کی صورت اختیار کرلے تو پھر یہ بتانا بھی مشکل ہو جائے گا کہ تیری رسائی کہاں تک ہو چکی ہے (حسین)

چراغِ راہ ۳۹

ع عشق میں سر دے تو یہ مہم سر ہے۔ (وارث پاک)

ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دل کی رفیق ؞ یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق (اقبال)

عشق تین حرفوں سے بنا ہے۔ "ع" سے عبادت الٰہی۔ "ش" سے پابندیٔ شرع شریف، "ق" سے قربانیٔ نفس مقصود ہے۔ اگر انسان ان تین رتن۔ تین ٹھوس اصول پر پابند رہے تو اسے عاشق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وارث پاک فرماتے ہیں کہ اگر عبادتِ الٰہی میں۔ پابندیٔ شریعت میں۔ قربانیٔ نفس

میں جان کی بھی بازی لگانی پڑے۔ تو عاشق ہنسی اور خوشی کے ساتھ اپنی جان کی بازی لگا دے اگر سر دینا پڑے تو باز نہ آئے۔ یہ سر ایک مہم اور اہم سر ہوگا۔ بلند و اعلیٰ سر ہوگا۔ جس طرح رضائے یار رضائے معبود حقیقی کی خاطر، عبادتِ الٰہی کی خاطر، پابندیٔ شرع شریف کی خاطر بنائے لا الٰہ الا اللہ کی خاطر حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام نے سر دیا۔ یہ ایسا مہم سر تھا کہ امام الشہدا کا لقب پایا۔ (حسین)

چراغِ راہ ۴۰

جب تک خود بینی ہے حقیقت سے حجاب رہے گا۔ خود پرستی حجاب کو بڑھاتی ہے اور مقصود سے دور رکھتی ہے۔ اور بے خودی حجاب کو اٹھاتی ہے۔ — (وارث پاک)

خودی میں گم ہے خدائی تلاش کر غافل ؞ یہی ہے ترے لئے اب صلاح کار کی راہ (اقبال)

خود بینی سے یا خود پرستی سے مراد نفس پرستی ہے۔ اور نفس پرستی سے مراد اپنی خواہشات اپنے آل اولاد کی خواہشات ہے۔ جب تک انسان ان ہی خواہشات کی چہار دیواریوں میں مقید اور بند رہتا ہے اس وقت تک حقیقت جو ہمیشہ ان چہار دیواریوں سے باہر اور آزاد رہتی ہے۔ ایسے انسان کے لئے حجاب میں رہتی ہے۔ انسان جتنا خود بینی، خود پرستی اور خود ستائی کی جستجو میں رہیگا حقیقت سے اتنا ہی دور رہے گا۔ خود پرستی حجاب کو بڑھاتی ہے اور مقصود سے دور رکھتی ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ حقیقت سامنے آجائے۔ راز ظاہر ہو جائے۔ توحید تم پر کھل جائے تو خود بینی خود پرستی، نفس پرستی کو چھوڑ دو اور اس کی جگہ بے خودی۔ راضی برضا۔ تسلیم رضا کو شیشۂ دل میں جگہ دو۔ پھر تو جو کچھ تلاش کرنا چاہتا ہے اپنے خانۂ دل میں دیکھ۔ سب چیز خدا نے تیرے شیشے میں بھر دی ہے۔ پیر فقیر کے پاس مراد لے کر جانا نادانی ہے۔ اور ان سے کسی بات کی آرزو شرک ہے۔ فقیر خود ہی اپنے لئے خدا سے چاہتا ہے وہ تیرے لئے کیا کریگا۔ قرآن اٹھا اور مانگ، خدا تیرے ساتھ ہے۔ نماز پڑھ اور مانگ خدا تیرے

سامنے ہے۔ بزرگانِ دین، اولیائے کرام۔ فقرائے عظام، درجہ بدرجہ آفتابِ حقیقت کے درخشاں ستارے چاند اور سورج ہیں جو تمہیں تمہارے راستہ کی منزلوں پر شمعِ ہدایت بن کے رہنمائی کرتے ہیں اور منزلِ مقصود تک پہنچانے میں معاون و مددگار ہوتے ہیں ۔ (حسین)

چراغِ راہ ۴۱

" مرید اس طرح پیر سے ملے جس طرح قطرہ دریا سے مل جاتا ہے۔ جب تک قطرہ نہیں ملتا ہے۔ قطرہ رہتا ہے اور جب مل جاتا ہے تو وہی قطرہ دریا ہو جاتا ہے پھر اسے کوئی قطرہ نہیں کہتا (وارث پاک)

علم تجھ سے تو معرفت مجھ سے :- تو خدا جو، خدا نما ہوں میں ۔ (اقبال)

مرید اور پیر کے ہزاروں رشتے ہیں۔ ان میں سے ایک رشتہ ایک مناسبت قطرہ اور دریا کا بھی ہے۔ سچا مرید قطرہ ہے اور پیر کامل دریا۔ سچا مرید وہی ہے جو پیر کامل کے نقشِ قدم کا راہی ہو۔ ایسا راہی۔ ایسا فرمانبردار۔ ایسا تابعدار کہ پیر کے نقشِ قدم پر چلتے چلتے اپنی زندگی کی ساری خوشیاں، سارا سامان عافیت سارا مال و متاع۔ یہاں تک کہ ہر سانس اور ہر لمحہ، انتہا یہ کہ جانِ عزیز کو بھی اپنے پیر کے نام پر۔ اس کے اصول پہ اس کے فرمان پر اس طرح قربان کر دے۔ جیسے قطرہ اپنے کو قربان کر دیتا ہے دریا پر۔ جب تک قطرہ نہیں ملتا ہے قطرہ رہتا ہے۔ اور جب مل جاتا ہے تو وہی قطرہ دریا ہو جاتا ہے پھر اسے کوئی قطرہ نہیں کہتا۔ جب یہ اس منزل پہ آتا ہے تو اپنی ہستی نیست کر دیتا ہے اور مرید قطرہ پیر دریا میں پیوست ہو جاتا ہے۔ وہ مرید قطرہ پیر دریا ہو کر دریا کی طاقت پکڑ لیتا ہے۔ انتہا یہ کہ دنیا مرید قطرہ ہی کو جانتی ہے۔ پیر دریا کے نام سے کبھی نا آشنا رہ جاتی ہے جیسے مرید قطرہ خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ، پیر دریا خواجہ حضرت عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ میں جذب اور پیوست ہیں۔ یا مرید قطرہ غوث پاک حضرت عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ پیر دریا خواجہ حضرت ابوسعید علیہ الرحمۃ میں جذب اور پیوست ہیں یہ وہ قطرہ ہیں جو دریا بن چکے ہیں انتہا یہ کہ دنیا قطرہ ہی کو جانتی ہے اور سوائے چند خوش نصیب انسانوں کے کوئی دریا کے نام سے کبھی واقف نہیں ہے۔ وارث پاک بھی دریا ہیں جن کے لاکھوں کروڑوں قطرے مرید کی حیثیت سے ہیں۔ وہ کون خوش نصیب قطرہ ہے۔ جو پیر دریا میں پیوست ہو کر دریا کی طاقت پکڑ لے گا اور دنیا اسی قطرہ کو یاد کریگی اور وارث پاک کے نام سے چند ہی خوش نصیب رو آشنا رہیں گے وقت کا انتظار کرو، پیر دریا خود اپنے گراں بہا مرید قطرہ کو ظاہر کریں گے ۔ (حسین)

چراغِ راہ ۴۲

" انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے جس سے محبت ہوتی ہے ۔ (وارث پاک)

جس کی شاخیں ہوں ہماری آبیاری کے لئے :- کون کرسکتا ہے اس نخلِ کہن کو سرنگوں (اقبال)

یہ ساری دنیا اور کائنات کا ذرّہ ذرّہ محبت پر قائم ہے۔ معبودِ حقیقی نے ہر لازم کے لئے ایک ملزوم بھی تخلیق کر دیا ہے۔ ہر روشنی کے لئے پروانہ، ہر پھول کے لئے بھنورا ۔ ہر معشوق کیلئے عاشق۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ دنیا کی چہل پہل ہی ختم ہو جائے اسی طرح انسان، جسے اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے اس کے ہر شوق کے لئے ایک دلچسپی بھی خالقِ فطرت نے پیدا کر دی ہے۔ انسان اسی دلچسپی اور شوق میں محو رہتا ہے۔ جس سے اس کو محبت ہوتی ہے۔ پیار ہوتا ہے خواہ وہ پیار و محبت مادیت کی ہو یا روحانیت کی۔ مادیت کے متوالے مادّی دلچسپی میں محو رہتے ہیں۔ اور روحانیت کے شیدائی روحانی شوق میں سرشار رہتے ہیں۔ مگر خوش قسمت ہے وہ انسان جو خدا، قرآن اور رسول ؐ کی محبت میں محو رہے اپنے معشوق حقیقی کی یاد میں محو رہے، اپنے پیر کامل کے تصور میں محو رہے۔ محبت ہی عشق کے میدان میں ایک معقول ذریعہ ہے جس کی مدد سے انسان خدا کی نورانی دنیا میں جا کر

اپنے سینہ میں نور کی مشعل روشن کر لیتا ہے محبت صرف خدا کی جاتی ہے دنیا کی اگر کسی چیز سے تمہیں محبت ہے۔
تو اسے شوق کہتے ہیں۔ محبت کا مطلب ہی عشق حقیقی ہے۔ خدا تمہارے ساتھ ہے شاہ رگ سے
بھی قریب ہے اس لئے اسی سے محبت کرو۔ اسی سے عشق کرو — (حسین)

چراغِ راہ ۴۳

"پیر کی صورت میں خدا ملا ہے۔ جو پیر کی شکل ہے بس یہی سب کچھ ہے۔ پیر کی ذات میں فنا فی اللہ
اور فنا فی الرسول کا مرتبہ مل جاتا ہے۔ اور تمثیل میں مولانا علیہ رحمۃ کا یہ شعر پڑھا

چونکہ ذات پیر را کردی قبول ∴ ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسولؐ (وارث پاک)

برگ گل پر رکھ گئی شبنم کا موتی باد صبح ∴ اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن (اقبالؔ)

پیر کامل کی صورت مرید صادق کے لئے ایک نورانی آئینہ ہے۔ ایک نورانی شیشہ ہے۔ جس کے ذریعہ مرید کے اندھیرے دل میں خدا اور اس کے محبوب کا پر تو نور کی شکل میں آتا رہتا ہے۔ مرید کے دل کی وسعت جوں جوں بڑھتی جاتی ہے۔ اسی انداز سے شعاع نورِ خدا، شعاع نورِ رسولؐ۔ ۔ کی آمد بھی مرید کے دل میں جلوہ گر ہونے لگتی ہے۔ پیمانہ یا ظرف کی وسعت کے مطابق ایسے بھی جانباز مرید ہیں جنہوں نے پیر کی ذات میں فنا فی اللہ اور فنا فی الرسولؐ کا مرتبہ بھی حاصل کیا ہے۔ جو پیر کی شکل ہے بس یہی سب کچھ ہے۔ پیر کی ذات میں خدا ملا ہے۔ مگر یاد رہے پیر پیر ہے اور خدا خدا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دونوں کو نعوذ باللہ ایک سمجھ لو۔ پیر کی ذات جمالی اور نوری ہوتی ہے۔ پیر خدا کے جلال کو جمال میں اور اس کے جلوے کو نور میں تبدیل کر کے اپنے مرید صادق کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ مرید اپنے ظرف کے

مطابق جتنا لے سکتا ہے لے لیتا ہے۔ باقی کام خدا کا ہے۔ پیر کی شکل سے مراد ان کی زندگی کے ٹھوس اصول ہیں ان کے ارشادات اور ان کے سفرِ زندگی کے نقشِ پا ہیں۔ پیر کامل کے سفرِ زندگی کے نشانِ مبارک قرآن پاک کی مکمل اور مفصل تفسیر ہوتی ہیں۔ ان ہی اصولوں، ارشادوں، اور نشانِ مبارک کی پیروی اور تعمیل سے مرید قطرہ پیر دریا سے مل جاتا ہے۔ پھر یہ پیر دریا محبوب خدا کے سمندر سے پیوست ہو کر خدا سے مل جاتا ہے۔ اطیع اللہ واطیع الرسول، جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اس طرح پیر کی صورت میں خدا ملا ہے جو پیر کی شکل ہے۔ بس یہی سب کچھ ہے۔ (حسین)

چراغِ راہ ۴۴

"جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوتا ہے۔ (وارث پاک)

زمانہ لیکے جسے آفتاب کرتا ہے ∴ انہیں کی خاک میں پوشیدہ وہ چنگاری (اقبالؔ)

انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے جس سے محبت ہوتی ہے اس کی وضاحت چراغِ راہ ۱۲ میں ہوئی ہے اسے مطالعہ کر لیں۔ ظاہر ہے کہ مرتے وقت انسان کا تصور اسی پر قائم ہو گا۔ جس کے ساتھ وہ زندگی بھر رہ کر اپنے خیال میں اپنے تصور میں، اپنے دل میں اس صورت کو نقش کر لیتا ہے۔ اگر وہ صورت مادیت کی ہے۔ تو اس کا حشر اسی مادیت صورت کے ساتھ ہو گا۔ اگر روحانیت کی صورت ہے تو اس روحانی صورت کے ساتھ اس کا حشر ہو گا۔ جب یہ حقیقت ہے تو پھر کیوں نہ ہم لوگ سوجھ بوجھ سے کام لیں۔ دنیا کے ہیرے موتی۔ سونے چاندی یہ سب اس وقت تک جب تک سانس چل رہی ہے۔ موت کی پہلی خبر سنتے ہی تمہارے عزیز ہی تمہیں زمین کھود کر قبر میں دفن کر دینے کی تیاری کرنے لگیں گے۔ کسی کو بھول کر بھی خیال نہ ہو گا کہ

تم زر، زمین۔ موتی۔ ہیرا والے صاحب تھے اور نہ تمہاری دولت ہی تمہارے حوالے کی جائے گی۔ دولت ایسی جمع کرو جو تمہارے ساتھ جائے۔ وہ ہے دولت ایمان، یقین، اعتقاد۔ تصدیق۔ رہو اس کے ساتھ جو حشر میں کام دے۔ محبت کرو اس سے جو حشر میں تمہارے ساتھ رہے اور کام دے۔ وہ ہے عشقِ خدا عشقِ رسول ؐ۔ اور عشقِ قرآن، اگر ان سے محبت کروگے تو تمہاری دنیا بھی حسین رہے گی۔ مرتے وقت بھی کلمہ منہ پہ ہوگا۔ قبر میں روشنی بن کے اور حشر میں نور بن کے یہ عشق خدا تمہارا ساتھ دیگا۔ محبتِ خدا بہت بڑی چیز ہے پیارے۔ یہ محبت خدا دنیا سے لے کر قبر اور قبر سے لے کر حشر تک ساتھ دے گی۔ (حسین)

چراغِ راہ ۴۵

جس کے تصور میں مروگے اسی کے ساتھ حشر ہوگا۔ (وارث پاک)

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہر یک دانہ ∴ یک رنگی و آزادی اے ہمت فرزانہ (اقبال)

انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے جس سے محبت ہوتی ہے۔ چراغ راہ ۴۲

جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوتا ہے چراغِ راہ ۴۲

قبل اس کے کہ مندرجہ ذیل تشریح کو پڑھیں ضروری ہے کہ چراغِ راہ ۴۲ اور چراغِ راہ ۴۴ کا پھر سے مطالعہ کریں۔ ایک خدا ایک رسول ؐ اور قرآن کے ماننے والوں کا پہلا سبق یکرنگی ایمان ہے بہار ہو کہ خزاں تمہارا ایمان صحیح و سالم رہے۔ اپنی زندگی کے دن گذارنے کے لئے بہت سی چیزوں کا سہارا نہ لیا کرو۔ ورنہ موت کے وقت تمہاری جان بڑی مشکل سے جسم سے جدا ہوگی۔ کیونکہ تمہاری روح دنیا کی بہت سی فانی چیزوں کی گرویدہ ہو جائے گی۔ اور یہی کمزوری ایمان کو ڈانواڈول کر دے گی۔

مسلمان کے لئے صرف اللہ ہے اور باقی لوگوں کے لئے ساری دنیا۔ مسلمان جب مرتا ہے تو اس کے دل میں خدا اور رسول ؐ کی محبت ہوتی ہے۔ اور کافر کے دل میں دنیا اور دولت کی۔ یہی محبت خدا و رسول نور بنکر اس کے قبر کو منور کرتی ہے۔ اور حشر میں بھی باعثِ نجات ہوتی ہے۔ لازم ہے کہ پیر کامل کے تصور میں مرو، اللہ و رسول ؐ کے تصور میں مرو۔ تاکہ انہیں کے ساتھ حشر ہو۔ (حسین)

چراغِ راہ ۴۶

جس کو تصدیق نہیں اس کا ایمان نہیں۔ (وارث پاک)

خبر نہیں کیا ہے نام اس کا خدا فریبی کہ خود فریبی ∴ عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ (اقبال)

ایمان اور تصدیق دونوں کے معنی یقین ہے جو یقین حواس خمسہ (آنکھ، کان، زبان، ناک، ہاتھ) کے ذریعہ دماغ تک پہنچے اور دماغ اس کو قبول کر لے اسے ایمان کہتے ہیں۔ جیسے کلمہ طیبہ یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھ کر یا سن کر اگر دماغ اس کا کلمہ مان لے تو اسے ایمان کہا جاتا ہے۔ اور اس ایمان والے کو مومن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے انسان کے جسم میں ایک اور چیز ہے اور اصل چیز ہے اس کا نام "دل" ہے۔ دل کی حیثیت سارے جسم میں بادشاہ جیسی ہے۔ اور دماغ اس کا وزیر ہے۔ جب دل کسی چیز کو اسی یقین محکم کے ساتھ مان لے جس یقین کامل کے ساتھ دماغ نے اپنے سپاہی آنکھ۔ کان، ناک، منھ اور ہاتھ کے آزمائش کے بعد مانا یا قبول کیا ہے۔ دل کے ایسے یقین کو ایسی قبولیت کو تصدیق کہتے ہیں۔ چونکہ دل بادشاہ ہوتا ہے اور دماغ وزیر۔ جب تک دماغ کے یقین پر دل کی مہر تصدیق نہیں پڑتی ہے اس وقت تک ایمان، تصدیق کا درجہ اختیار نہیں کرتا ہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ جس کو تصدیق نہیں اس کا ایمان نہیں۔

اسی لئے کلمہ گو کے لئے ضروری ہے کہ ایمان کے ساتھ کلمہ طیبہ پر دلی تصدیق کی مہر بھی لگی ہو ورنہ وہ کلمہ کلمہ نہیں ہے۔ فقیری میں خصوصیت کے ساتھ تصدیقِ قلب ہوتا ہے۔ فقیر کے پاس شروع ہی سے دماغ نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے فقیر کے نزدیک ایمان کی اہمیت اتنی نہیں جتنی کہ تصدیق کی ہے۔ تصدیق کا تعلق دل سے ہے اور دل ہی فقیر کی پونجی ہے۔ تخت ہے جہاں فقیر معبودِ حقیقی کو بٹھا کر مست ملنگ گھومتا رہتا ہے تصدیق ایمان کی روح ہے۔ جسطرح یقین اعتقاد کی روح ہے۔ جب روح نہیں تو سارا جسم مٹی کا ڈھیر ہے۔ اسی طرح اس کا ایمان نہیں جس کو تصدیق نہیں — (حسینؔ)

چراغِ راہ ۴۷

"جس صورت کا خیال پختہ ہو جائے گا۔ وہی صورت بعد مرگ بھی قائم رہیگی (وارث پاک)

لطفِ کلام کیا جو نہ ہو دل میں دردِ عشق ∴ بسمل نہیں ہے تو، تو تڑپنا بھی چھوڑ دے (اقبال)

یہ حقیقت مادّیت کے لئے بھی ہے اور روحانیت کے لئے بھی۔ انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے جس سے اس کو محبت ہوتی ہے۔ جس چیز کی مشق زندگی بھر انسان کرتا ہے وہ انسان کے خیال میں اتر جاتی ہے اس خیال کو دہراتے دہراتے وہ خیالِ خام ایک روز پختہ ہو جاتا ہے۔ پختہ ہو کر وہ صورت اختیار کر لیتا ہے وہی صورت زندگی کے ساتھ بھی رہتی ہے اور مرنے کے بعد بھی۔ قبر میں بھی اور حشر میں بھی۔ پس لازم ہے کہ انسان خدا۔ رسولؐ اور قرآن کی صورت کو خیال میں۔ دل میں پختہ کرے۔ جس روز یہ صورت پختہ ہو گئی۔ تمہاری دنیا بھی بن گئی اور عقبیٰ بھی۔ اس لئے کہ خدا کی صورت کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے۔ اس نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔ خلق اللہ آدم علیٰ صورتہٖ۔ چونکہ خدا کی ظاہر میں کوئی صورت نہیں ہے۔ بجز

انسان کے۔ انسان میں پیر کامل کی صورت ہے۔ جس کی صورت میں خدا ملتا ہے۔ پس کسی ایک پیر کامل کی صورت پکڑ لو۔ زندگی بھر اسی ایک صورت کو اپنے خیال میں۔ اپنے تصور میں، اپنے دل میں نقش کرتے رہو۔ جب وہ صورت بالکل پختہ ہو جائے بس سمجھ لو کہ تمہارا بیڑا پار ہے۔ خدا اسی پیر کامل کی صورت میں اس دنیا سے لے کر قبر اور قبر سے لے کر حشر تک تمہارا امداد گار اور کفیل بنا رہے گا۔ بے فقیری، بے عقیدت محبت۔ پیر کی صورت پختہ کرنا محال ہے۔ محبت کرو، عشقِ خدا۔ عشقِ رسولؐ۔ عشقِ قرآن اور عشقِ پیر کامل کو دل میں جگہ دو اور تصدیقِ کامل کے ساتھ آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ منزلِ مقصود تمہارے قدموں پہ ہوگی (حسینؔ)

چراغِ راہ ۴۸

"جو مرید پیر کو دور سمجھے وہ مرید ناقص ہے اور جو پیر مرید سے دور رہے وہ پیر ناقص ہے" — (وارث پاک)

ہمت ہے اگر تو ڈھونڈھ وہ فقر ∴ جس فقر کی اصل ہے حجازی (اقبال)

یہ ارشادِ وارث کسی پیر اور کسی مرید کی تنبیہ کے لئے ہے

پیر اور مرید کا رشتہ دل اور دماغ جیسا ہے۔ دل پیر ہے اور دماغ مرید۔ کوئی دماغ ایسا نہیں ہے جو اپنے دل کو اپنے سے دور سمجھے۔ وہی دماغ سمجھیگا۔ جو دماغ ناقص ہے۔ پاگل ہے۔ بیکار ہے۔ اسی طرح جو مرید اپنے پیر کو دور سمجھے وہ مرید ناقص ہے۔ کچی ہے۔ بہروپیا ہے ڈھونگی ہے۔ وہ دل جو اپنے وزیر دماغ سے اپنے کو دور سمجھے یا دور رہے وہ دل بیمار دل ہے۔ وہ ناقص دل ہے۔ وہ ایک ویرانہ ہے جہاں کچھ بھی نہیں اسی طرح وہ پیر جو اپنے مرید سے دور رہے وہ پیر ناقص ہے۔ کچی ہے ڈھونگی ہے وہ پیر جو

اپنے مرید کے وقت پر کام نہ آئے وہ پیر ایک دردِ سر ہے۔ ایک چھوت کا مریض ہے جو خود بھی ڈوبے گا اور اپنے مرید کو بھی ڈبوئیگا۔ لازم ہے کہ پیر کامل کا دامن پکڑو۔ جو تمہاری مشکلوں کے وقت مشکل کشا کا کام دے۔ مرض، دکھ اور مصیبت میں مسیحا بن کے آئے۔ اندھیروں اور تاریکیوں میں چراغِ راہ اور شمع ہدایت بنکر آئے ایسا پیر کامل رحمت اور عنایت رحمانی ہے۔ اسی طرح مرید وہ ہے جو اپنے پیر کامل کے ہاتھ اس طرح رہے جیسے غسّال کے ہاتھ مردہ، اس کے ہر اشارے پر جانِ عزیز تک حاضر۔ ایسا مرید قسمت سے پیر کو ملتا ہے مریدی دل سے ہے اور دل مسلمان ہوتا ہے۔ وہ دل جہاں پیر کی صورت کے سوا دوسری صورت حرام ہے اس صورتِ پیر میں خدا اور اس کا محبوب رسولِ خدا ملا ہے۔ — (حسینؔ)

چراغِ راہ ۴۹

ؔ کسی کو بُرا نہ کہو اور نہ سمجھو — (وارث پاک)

اس فقر سے آدمی میں پیدا ∴ اللہ کی شانِ بے نیازی (اقبال)

خدا ہر چیز کا مالک و مختار ہے۔ ہر چیز اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ خیر و شر سب اسی کی جانب سے ہے۔ یہ دنیا مثل تماشا گاہ (سینما اسٹیج) کے ہے یہ کائنات اور کارخانۂ قدرت ایک ڈرامہ ہے۔ خالقِ کون و مکاں اس ڈرامہ کا مصنف بھی ہے اور منتظم اعلیٰ (ڈائرکٹر) بھی۔ اس ڈرامہ اور کھیل کے تماشائی۔ جنّ و مَلکؔ اور بزرگانِ دین (پیغمبر، ولی۔ قطب، ابدال، فقیر، درویش، مجاہد، شہید، غازی) جو اس جسم خاکی سے جدا ہو کر ہمیشہ کے لئے زندۂ جاوید ہیں۔ اس دنیا کے سارے آدمی، کھلاڑی (ایکٹرس)

کی حیثیت رکھتے ہیں۔ رب العزت ڈرامہ کے ڈائرکٹر کی حیثیت سے اور خالقِ فطرت کی حیثیت سے ہر آدمی کی صلاحیت سے آگاہ ہے اور اسی نسبت سے ہر آدمی کا علاحدہ علاحدہ کام یعنی پارٹ دے رکھا ہے۔ کسی کو بادشاہ کا تو کسی کو ملکہ کا۔ کسی کو شیطان یعنی (ویلین) کا، کسی کو سادھو تو کسی کو فقیر کا۔ الغرض ہر انسان اپنی فطرت اور وہبی طاقت کے مطابق اپنا کام اپنی ذمہ داری، اپنا فرض یعنی پارٹ ادا کر رہا ہے۔ اس ڈرامہ میں کبھی بلکہ اکثر پسِ پردہ ایکٹنگ یعنی پلے بیک، بھی ہوتا ہے۔ زبان کسی کی ہوتی ہے مگر مضمون پسِ پردہ کسی دوسرے کا۔ گانے ایک کے منھ سے ادا ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ مگر اصل میں گانے والا کوئی اور ہوتا ہے۔ اس پسِ پردہ نظارے میں بزرگانِ دین بھی شریک ہوتے ہیں اور شیطان و ابلیس بھی۔ خیر والے خیر کا ساتھ دیتے ہیں اور شر والے شر کا۔ ایسی صورت میں ظاہر کو دیکھ کر یا سن کر کسی کو برا کہنا یا سمجھنا کتنی بڑی نادانی ہے اسی ایک غلطی کے سبب دنیا نے ہر زمانے میں ایسی ایسی غلطی اور نادانی کی ہے کہ الاماں والحفیظ، حضرت منصورؒ کے ظاہری بول کو سن کر بغداد کے بادشاہ نے ان کا سر جُدا کروا دیا۔ نتیجہ بغداد کی سلطنت تباہ و برباد حضرت سرمدؒ کے ظاہر کے بول کو نہ سمجھ کر ان کے سر کو تن سے جدا کر دیا گیا نتیجہ، اورنگ زیب کی سلطنت کا زوال۔

آج بھی بہت سے بدنصیب انسان مجذوبوں اور قلندروں کی ظاہری خستہ حالی کو دیکھ کر ان کا مذاق اڑاتے ہیں نتیجہ آباد گھر برباد، اسی طرح آج کی دنیا میں مذہبؔ۔ ملت اور سیاست کے نام پر جس قدر فساد برپا ہیں اس کا واحد سبب بھی ایک انسان کا دوسرے

انسان کو بلاوجہ بُرا کہنا اور سمجھنا ہے ایک مذہب والے دوسرے مذہب کے لوگوں کو بُرا کہتے ہیں یا بُرا سمجھتے ہیں نتیجہ آپس میں عداوت، بغض، کینہ، نفرت، جھگڑا اور فساد۔ اس لیۓ وارث پاک نے کل بنی نوع انسان کو عموماً اور فقیروں کو خصوصاً ہدایت فرمائی ہے کہ خبردار، خبردار کسی کو بُرا نہ کہو اور نہ سمجھو۔ ظاہر کو دیکھ کر، ظاہری آواز کو سن کر ہرگز ہرگز دھوکا نہ کھاؤ۔ غیب یعنی باطن کو اپنے علم و عقل اور تجربہ کے ذریعہ پرکھنے کی ہرگز کوشش نہ کرو۔ اس لئے کہ غیب کا علم صرف اللہ کو معلوم ہے۔ وہی عالم الغیب کے ناتے جانتا ہے کہ زبان کس کی ہے اور مضمون کس کا ہے۔ لازم ہے کہ ہر انسان خصوصاً فقیر اتنا ضرور پرہیز کرے کہ ظاہری آنکھ کے مظاہرہ پر یا ظاہری کان کی آواز پر ہرگز کسی کو بُرا نہ کہے اور نہ برا سمجھے۔ ورنہ اس ایک بُری اور بیہودہ عادت سے عذابِ الٰہی کے شکار ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اکثر فقیروں کی فقیری اسی ایک بُری عادت کے سبب چھین لی جاتی ہے لازم ہے کہ ہر انسان اپنے فرض، اپنی ذمہ داری، اپنے پارٹ کی ادائیگی کی طرف ہی اپنی توجہ کو قائم رکھے۔ دوسرے کے فرض، ذمہ داری اور پارٹ سے اپنے آپ کو ہمیشہ بے نیاز اور بے لاگ سمجھے۔ نہ دخل دے اور نہ نکتہ چینی کرے۔ نہ برا کہے اور نہ برا سمجھے۔ جو روزِ الست وعدہ کیا ہے عہد کیا ہے معاہدہ کیا ہے اس کی تکمیل کے لیۓ جان کی بازی لگا دے۔ یہی اصل عبادت ہے۔ یہی محبت ہے۔ یہی عشق ہے یہی راہِ نجات ہے۔ یہی صراطِ مستقیم ہے۔

(حسین)

چراغ راہ ۵۰

"کسی کی عداوت کو دل میں جگہ نہ دو۔ (وارث پاک)

یہ فقر غیور جس نے پایا ؛ بے تیغ و سناں ہے مردِ غازی (اقبالؔ)

روزمرّہ کا مشاہدہ ہے کہ ایک انسان تلوار سے کسی کی گردن اتار لیتا ہے یا بندوق سے گولی مار کر جان لے لیتا ہے۔ یہ قصوروار انسان ہوتا ہے اور اس کی سزا بھی انسان ہی کو اٹھانی پڑتی ہے تلوار یا بندوق کو نہ تو قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے اور نہ ہی اس کو سزا دی جاتی ہے۔ انسان بھی مشیت کے ہاتھ ایک تلوار ہے۔ ایک بندوق ہے۔ ایک آلۂ کار ہے۔ انسان جو کچھ کرتا ہے ایک آلہ کار کی حیثیت سے کرتا ہے۔ خدا ہر چیز کا مالک ہے اور قادر ہے۔ خیر و شر سب اسی کی جانب سے ہے، عداوت، بغض، کینہ، جذبۂ انتقام یہ سب بے معنی اور بے کار چیز ہے۔ انسان کو جو بھی تکلیف، مصیبت، دکھ اور درد، مالی ہو یا جانی پہنچتی ہے اس کی سراسر ذمہ داری مشیت پر ہے۔ پروردگارِ عالم پر ہے خدائے بزرگ و برتر پر ہے۔ نہ کہ اس انسان پر جو کہ محض آلۂ کار ہے مشیت کے ہاتھ میں۔ اس لیۓ اگر عداوت بغض، کینہ کو دل میں جگہ دی گئی تو براہ راست یہ عداوت مشیت کے خلاف ہو گی اس مشیت کے خلاف جو سراپا رحیم و کریم ہے۔ جس کو اپنے بندے سے از حد پیار و محبت ہے۔ وہ تو اپنے بندے کو شر دیگر، دکھ اور درد دیگر۔ جان و مال لے کر حکیم حاذق کے ناتے اس کے بیمار دل۔ بیمار ضمیر، بیمار روح کو شفا بخشتا ہے۔ شمعِ ہدایت بن کر بھٹکے ہوئے راہ سے ہٹا کر راہِ راست پر لاتا ہے۔ ماں، باپ، استاد، اور پیر کامل کے ناتے وہ تو اس لیۓ گوشمالی کرتا ہے کہ اس کا گمراہ شدہ اس کا پیارا گمراہ بچہ، کہیں جہنم کی آگ میں نہ کود پڑے۔ ایسے خدائے رحیم و کریم کی ٹھہری کو نین

جیسی کڑوی اور تلخ تر اثر میں شہد سے زیادہ میٹھی دوا کے عوض دل میں اس کے خلاف عداوت بغض، کینہ، یا جذبۂ انتقام کہ جگہ دینا پرلے درجہ کی نادانی ہے لازم ہے کہ کوئی انسان، خصوصاً فقیر کسی کی عداوت کو دل میں جگہ نہ دے ۔ (حسین وارثی)

چراغِ راہ ۵۱

ےٗ دشمن سے بدلہ نہ لو۔ دشمن کے ساتھ سلوک کرو۔ حضرت شیرِ خدا کی سنت ہے (وارث پاک)

مومن کی اسی میں ہے امیری ٭ اللہ سے مانگ یہ فقیری (اقبال)

دشمن دو طرح کے ہوتے ہیں ۔ ایک دشمنِ دین ۔ دشمنِ اسلام ۔ دشمنِ انسانیت، اور دوسرا دشمن دشمنِ ذات اور دشمنِ نفس ہے۔ حضرت علی شیرِ خدا، دشمنِ دین، دشمنِ اسلام، دشمنِ انسانیت سے زندگی بھر لڑتے رہے۔ آج بھی لڑ رہے ہیں اور قیامت تک لڑتے رہیں گے۔ اس لئے ہر مسلمان، ہر مومن ہر فقیر، ہر درویش کا فرض ہے کہ دشمنِ دین ۔ دشمنِ اسلام ۔ دشمنِ انسانیت یعنی دشمنِ خدا سے ضرور لڑے ۔ لڑتے لڑتے خود فنا ہو جائے یا دشمن کو فنا کر دے۔ یہی اس کی عبادت ہے۔ یہی اس کی نماز ہے۔ یہی اس کا روزہ ہے ۔ خود فنا ہونے کی صورت میں شہادت کا درجہ ملتا ہے اور دشمن کو فنا کرنے پر غازی کا لقب پا کر دین و دنیا مل جاتا ہے۔ اس دشمنی میں ذاتی کوئی لگاؤ یا نفسی کوئی تعلق نہ ہونا چاہئے حضرت علیؓ شیرِ خدا کا دستور تھا کہ دشمنِ دین ۔ دشمنِ اسلام، دشمنِ انسانیت سے لڑتے لڑتے اگر اس دشمن نے کوئی ایسی حرکت کر دی۔ جس سے ان کی ذاتِ نفس کو ٹھیس لگی یا دکھ پہونچا یا غصہ آ گیا۔ تو فوراً اس جان لیوا اور شکست خوردہ دشمن کو چھوڑ دیتے تھے۔ رہا کر دیتے

تھے ۔ معاف کر دیتے تھے ۔ یہ اس لئے کرتے تھے کہ عبادتِ الٰہی میں ذاتی اور نفسی دشمنی کا تعلق شمہ برابر نہ ہونا چاہئے۔ ذاتی و نفسی دشمنی سے بدلہ لینے کی جگہ اس کے ساتھ سلوک کرنا چاہئے یہ شیرِ خدا کی سنت ہے۔ ہم سب اس منور اور روشن شمعِ ہدایت کے پروانے ہیں ہمیں وہی کرنا چاہئے۔ جو شمعِ ہدایت نے کی۔ چراغِ راہ نے کی۔ شیرِ خدا نے کی۔ امام الاولیا نے کی۔ مولا مشکل کشا نے کی ۔

مومن کی اسی میں ہے امیری ٭ اللہ سے مانگ یہ فقیری ۔ (حسین وارثی)

چراغِ راہ ۵۲

ےٗ جس دل کو محبت سے سروکار ہوتا ہے اس میں عداوت کو گنجائش نہیں ہوتی ۔ (وارث پاک)

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو ٭ عجب چیز ہے لذت آشنائی (اقبال)

محبت روشنی ہے اور عداوت تاریکی ۔ محبت نور ہے اور عداوت نار، محبت دن ہے عداوت رات ، روشنی اور تاریکی ، نور اور نار، دن اور رات یہ سب ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ دونوں ایک جگہ نہیں رہ سکتے ہیں۔ اگر روشنی ہے تو تاریکی نہیں۔ نور ہے تو نار نہیں۔ دن ہے تو رات نہیں اسی طرح جہاں محبت ہے وہاں عداوت نہیں۔ بغض نہیں۔ کینہ نہیں۔ جذبۂ انتقام نہیں۔ حرص طمع نہیں۔ وہ دل جو محبت سے لبریز ہے اس دل میں عداوت کو گنجائش کہاں ہو سکتی ہے۔ عداوت کی گنجائش اس وقت ہوگی جب دل کا کوئی پہلو کوئی گوشہ محبت سے پیار سے یادِ محبوب سے خالی ہو طالب کے لئے عاشق کے لئے محبت والے دل کے لئے یہ ارشادِ وارث۔ یہ شمعِ ہدایت۔ یہ چراغِ راہ

ایک روشنی کا مینارہ ہے جو بھٹکنے اور گمراہ ہونے سے بچاتا ہے کتنا کھلا اور پُراثر نسخہ ہے سبق ہے تنبیہ ہے۔ طالب کے دل میں جب کبھی عداوت گھر کر لے یا جگہ پالے وہ طالب وہ عاشق فوراً سمجھ لے کہ دل کا کوئی گوشہ۔ کوئی پہلو مطلوب اور محبوب سے خالی ہو گیا۔ پیار و محبت سے خالی ہو گیا یادِ محبوب سے خالی ہو گیا۔ روشنی کی جگہ تاریکی نے جگہ کر لی۔ نور کی جگہ نار نے لے لی۔ فوراً بیدار ہو جانا چاہیئے ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔ سفینۂ دل کو صاف کرنا چاہیئے روشن کرنا چاہیئے۔۔ تاریکی کی جگہ روشنی۔ نار کی جگہ نور، عداوت کی جگہ محبت سے اس خانۂ دل کو لبریز کر لینا چاہیئے تاکہ اس پیمانۂ محبت میں کوئی گوشہ کوئی پہلو خالی نہ ہو۔ جس میں عداوت کو گنجائش ہو۔ حرص و طمع کو گنجائش ہو نفع و نقصان کو گنجائش ہو۔ وہاں صرف محبت، خالص محبت، پاک و بے نیاز محبت، اللہ وارث محبت، وارث اللہ محبت ہونی چاہیئے اور بس۔ (حسین وارث)

چراغِ راہ ۵۳

"ہماری منزل عشق ہے اور منزلِ عشق میں خلافت و جانشینی نہیں۔ جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا خلیفہ ہے۔ (پھر یوں فرمایا ہے۔) ہماری منزل عشق ہے۔ جو کوئی دعویٰ جانشینی کا کرے وہ باطل ہے۔ ہمارے یہاں کوئی ہو۔ جبار ہو یا خاک روب، جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔" (وارث پاک)

زمانے کی یہ گردشِ جاودانہ ∴ حقیقت ایک، تو باقی فسانہ (اقبال)

عشق کے معنی عبادتِ الٰہی۔ پابندیٔ شریعت اور قربانیٔ نفس ہے۔ جس فقر کی منزل عبادتِ الٰہی

پابندیٔ شریعت اور قربانیٔ نفس ہوتی ہے۔ وہ فقر مثلِ پارہ ہوتا ہے۔ جس کو کبھی قرار نہیں۔ سکون نہیں۔ نشست نہیں۔ ساحل نہیں۔ خلافت اور جانشینی اسی کے برعکس ہے۔ اس میں قرار ہے سکون ہے۔ نشست ہے ساحل ہے۔ جو پیر اپنا خلیفہ یا جانشین بناتا ہے اسے اپنی گدی اپنی خلافت، اپنے جانشین مرید کی حفاظت اور دیکھ بھال کے لئے خود کو بھی اس گدی کے ساتھ منجمد ہو جانا پڑتا ہے۔ مقید اور ساکن ہو جانا پڑتا ہے۔ نشست اور ساحل اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اس کا سارا فیض، اس کی ساری عنایت اسی گدی، اسی خلافت، اسی جانشینی کے ذریعہ دنیائے عالم، دنیائے مطلوب تک پہنچتی ہے۔ چونکہ ہمارے پیر کامل بندہ نواز حضرت سید وارث علی شاہ علیہ الرحمۃ کی منزل عشق ہے۔ پیار ہے۔ محبت ہے جو تمام بندشوں سے مبرّا ہے۔ لامحدود ہے اس کی کوئی حد نہیں کوئی بندش نہیں۔ ہر جگہ ہے، ہر دل میں ہے۔ خواہ وہ دل جبار کا ہو یا خاک روب کا۔ شاہ کا ہو یا گدا کا۔ جس نے دل سے پکارا وہاں وہ حاضر۔ جس نے پیار و محبت سے نام لیا "یا وارث" وہاں وہ موجود۔ بھلا ایسے موجِ رواں کو ساحل میں کون بند کر سکتا ہے۔ ایسی تیز رفتار بجلی کو کون روک سکتا ہے وہ تو ابھی یہاں اور ابھی وہاں۔ زمین کا کوئی کونہ ایسا نہیں جہاں ان کی گذر نہیں۔ ایسے سبک اور تیز رفتار موجِ گراں اور بجلی کی کڑک کو قرار اور سکون کی منزل میں کون بند کر سکتا ہے۔ یا کون سی گدی خلافت یا جانشینی اس کی متحمل ہو سکتی تھی۔ یا ہو سکتی ہے۔ آپ کی ذات بابرکت وارث اللہ اور اللہ وارث کی مکمل اور واضح تفسیر ہے اسی لئے خود ہی اعلان کر دیا اور لوگوں کو آگاہ اور گوش گذار کر دیا کہ ہماری منزل عشق ہے اور منزلِ عشق میں خلافت و جانشینی نہیں۔ جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا خلیفہ ہے۔" کتنا بلند اور امتیازی اعلان ہے۔ خلیفہ ہے، اور ضرور ہے۔ مگر ایک نہیں

بلکہ بہت۔ مخصوص نہیں بلکہ عام۔ نسب وحسب والے ہی نہیں بلکہ چمار اور خاکروب بھی شرط صرف محبت ہے۔ وہ محبت جس میں دوئی کا گزر نہیں۔ بھرپور محبت۔ بے لوث اور بے نیاز محبت۔ درد بھری محبت، بے قرار اور بے سکون محبت، جہاں یہ محبت ہے وہاں وارث ہیں۔ وہاں وارث کا سارا فیض ہے ساری عنایت اور رحمت موجود ہے۔ ایسے ہی دل میں وارث خلافت کرتے ہیں اور جانشینی کی مسند پر جلوہ افروز ہو کر اپنے خلیفہ کی ہر طرح سے چارہ سازی فرماتے ہیں۔ وارثی بننے کے لئے کسی کے ہاتھ بیعت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت صرف خالص اور بے لوث محبت کی ہے ان کا اعلان ہے جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔ جس نے اس اعلان پر عمل کیا وہ وارثی ہے۔

(حسین وارثی)

چراغِ راہ ۵۴

"جس کی قسمت کا جو ہے وہ اس کو ملے گا۔ اور اگر زندگی میں نہیں ملا تو مرتے وقت ضرور ملے گا۔ اور مرتے وقت نہ ملا تو اس کی قبر میں ضرور ٹھونس دیا جائے گا (وارث پاک)

غریبی میں ہوں مجبورِ اسیری :: کہ غیر ممتد ہے میری فقیری (اقبال)

یہ شمع ہدایت۔ یہ چراغِ راہ۔ یہ ارشاد وارث۔ خصوصیت کے ساتھ ان بزرگ ہستیوں، فقیروں سالکوں، درویشوں کی تشفی اور تسلی کے لئے ہے۔ جن کی نیکی پہاڑ جیسی جمع ہو گئی ہو۔ مگر بظاہر انہیں کچھ معلوم نہ ہوتا ہو۔ اپنی فقیری، درویشی۔ اپنی بزرگی اور اپنی نیکی پر انہیں شک و شبہ نظر آنے لگا ہو فقیری کی جان لیوا تمام منزلوں کو خیر و خوبی کے ساتھ طے کر کے مقامِ حیرت یعنی شک و شبہ

چون وچرا کی منزل میں پھنس گئے ہوں ایسی ہی جانباز اور قابلِ تحسین فقرا کو ہدایت ہے کہ وہ اس سبق کو، اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ جس کی قسمت کا جو ہے۔ وہ اس کو ملے گا۔ اگر زندگی میں نہیں ملا تو مرتے وقت ضرور ملے گا۔ اور مرتے وقت نہ ملا تو اس کی قبر میں ضرور ٹھونس دیا جائے گا۔" پروردگارِ عالم۔ خالقِ کون و مکاں اپنی رحیمی و کریمی کے ناتے۔ اپنی ماں باپ جیسی پیار و محبت کے ناتے۔ ایک شفیق اور مہربان حکیم حاذق کے ناتے اچھی طرح جانتا ہے کہ اپنے پیارے بندے کو اپنے پیارے اور لاڈلے جانباز جوانمرد "شیر دل" فقیر کو اس کی قسمت کا لکھا کب اور کس طرح دینا چاہیئے۔ آب و گل کی زندگی میں دینا چاہیئے یا زندگیٔ جاوید میں دینا چاہیئے۔ بچپنے میں دینا چاہیئے جوانی میں دینا چاہیئے۔ بڑھاپے میں دینا چاہیئے۔ مرتے وقت دینا چاہیئے یا مرنے کے بعد قبر میں دینا چاہیئے اس کی کمائی ہوئی نیکی کی مزدوری دینا ضرور ہے۔ قسمت کا لکھا ملنا ضرور ہے خواہ وہ نیکی زر و مال کی شکل میں ہو۔ مگر ملیگا ضرور۔ اس پر ہر فقیر اور درویش کا یقینِ محکم ہونا چاہیئے ایمان کامل ہونا چاہیئے۔ تصدیق مکمل ہونا چاہیئے۔ پھر فقیر کو یہ بھی تو سوچنا چاہیئے کہ دن ہو یا رات۔ بیداری ہو یا خواب۔ موجودہ زندگی ہو۔ یا قبر کی زندگی سب اس کے لئے برابر ہے موجودہ زندگی میں جو ملے گا وہ بھی بندگانِ خدا کے لئے ہی ہوگا۔ یا قبر میں جو ملے گا وہ بھی انسان ہی کے کام آئے گا۔ فقیر تو خدا کا ایک پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے۔ جہاں سے فرزند انسان اپنی جھولی بھر لیتے ہیں۔ کیا دیکھتے نہیں کہ بندگانِ خدا، مخلوقِ خدا اپنی اپنی جھولی حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی رح کے نشانِ مبارک کے خزانۂ غیبی سے برسوں سے

بھرتے چلے آرہے ہیں اور وہ خدا کا پوشیدہ خزانہ بجائے گھٹنے کے اور بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اسی طرح ہزاروں نامور اور گمنام فقیروں، درویشوں، سالکوں اور جانباز دشیر دل شہیدوں و مجاہدوں کے مزار مبارک یا نشان مبارک کے پوشیدہ خزانے سے زر و مال کی بارش نور اور رحمت کی بارش ہو رہی ہے۔ اور بندگانِ خدا مستفید اور فیضیاب ہو رہے ہیں۔ یقین کامل رکھو اگر تمہاری فقیری مکمل ہے تو ضرور چمکو گے۔ چاہے یہاں چاہے وہاں۔ طالب کے لئے دونوں برابر ہے۔ ہمت سے کام لینا چاہیئے۔ اور آگے بڑھتے رہنا چاہیئے۔ بڑھتے بڑھتے چاہے منزل قدم چوم لے یا موت گلے مل جائے فقیری مکمل ہے پیارے

(حسین)

چراغِ راہ ۵۵

بھائی بھائی میں باہمی محبت ہونا اس کی دلیل ہے کہ ان کو باپ سے محبت ہے" (وارث پاک)

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے

کیا ہے اپنے بخت خفتہ کو بیدار قوموں نے (اقبالؔ)

ایک باپ کے بہت سے بیٹے ہیں۔ باپ کے سب بیٹے ایک دوسرے کے بھائی ہیں کوئی بھائی طاقتور ہے تو کوئی کمزور، کوئی مالدار ہے تو کوئی غریب کوئی سمجھدار ہے تو کوئی بے سمجھ۔ کوئی عالم ہے تو کوئی جاہل۔ اولاد ہونے کی حیثیت سے باپ کی محبت سب کو یکساں ہے۔ باپ کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ میری سب اولاد آپس میں مل جل کر محبت و پیار کے ذریعہ میرے نام کو روشن کریں۔ طاقتور بیٹا کمزور کا ساتھ دے۔ مالدار غریب کا،

سمجھدار نادان کا، عالم جاہل کا۔ اسی باہمی محبت، اسی باہمی میل و ملاپ کا بھائی بھائی میں ہونا اس کی دلیل ہے کہ ان کو باپ سے محبت ہے۔ جب یہ بات ایک خاندان میں پیدا ہو جاتی ہے تو وہ خاندان آفتاب کی طرح صفحۂ ہستی پر روشن اور منور ہو جاتا ہے۔ معبودِ حقیقی پروردگارِ عالم، رب العالمین ایک آقا ہے ایک مالک ہے۔ ایک باپ ہے۔ ہم سب انسان خواہ چینی ہوں یا ہندی، جاپانی ہوں یا روسی، عربی ہوں یا فارسی، ہندو ہوں یا مسلمان۔ یہودی ہوں یا عیسائی۔ اسی معبودِ حقیقی، اسی آقا و مالک کے بندے ہیں۔ غلام ہیں اسی باپ کے سب بیٹے ہیں۔ اسی نورِ حقیقت کے ہم سب پرتو ہیں۔ اسی ذاتِ واحد کے ہم سب اوصاف ہیں۔ ہم سب اپنی اپنی زبان میں، اپنے اپنے طریقہ سے، اپنے اپنے انداز سے اسی ذاتِ واحد کی عبادت کرتے ہیں۔ پرستش کرتے ہیں۔ ذکر کرتے ہیں۔ محبت و پیار کرتے ہیں مگر یہ سب محبت و پیار۔ ذکر اور یاد۔ عبادت اور پرستش باپ حقیقی معبودِ حقیقی سے اسوقت دلیل ہو سکتا ہے جب ہم سب انسان آپس میں ایک دوسرے سے بھائی جیسی محبت کرنے لگیں۔ کل بنی نوع انسان ایک دوسرے سے اس طرح محبت کرنے لگیں، جس طرح جسم انسان کے اعضا ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں ایک حصہ کے درد اور دکھ کو جسم کا سارا حصہ اپنا درد اور دکھ سمجھتا ہے۔ اور اس وقت تک سارے جسم کو چین نہیں ملتا۔ جب تک اس مخصوص بیمار حصہ کو شفا نہ ہو۔ بجنسہٖ یہی کیفیت جسمِ انسانیت کی ہے جسمِ انسانیت کا کوئی حصہ خواہ وہ چینی ہو یا روسی، عربی ہو یا فارسی۔ ہندی ہو یا جاپانی، انگریزی ہو یا فرانسیسی جب مرضِ ناگہانی میں مبتلا ہوا، دکھ اور درد کا شکار ہوا۔ تباہی و بربادی کے بھنور میں جا پھنسا۔

جسم انسانیت کا پورا اور سارا حصہ اسے اپنا درد اور دکھ سمجھنے لگے۔ اس وقت تک سارے جسم کو چین و قرار نصیب نہ ہو۔ جب تک اس مخصوص بیمار، دکھ اور درد بھرے حصہ کو شفا نہ ہو۔ بلائے ناگہانی سے نجات نہ ہو۔ انسانیت کا یہ بھولا ہوا سبق جب تک جسم انسانیت پھر سے یاد نہیں کرے گا اس وقت تک نہ دکھ دور ہوگا اور نہ مرض، نہ تباہی جائے گی اور نہ بربادی۔ نہ دنیا کو چین ملے گا اور نہ قرار۔ نہ سکھ ملے گا نہ محبت و پیار۔ ہم سب انسان کتے کی طرح ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ بھائی بھائی اس طرح لڑ رہے کٹ مر رہے ہیں۔ جیسے ایک دوسرے سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ کوئی رشتہ نہیں ہے۔ کوئی واسطہ نہیں ہے۔ باپ حقیقی کا، معبود حقیقی کا۔ ذاتِ واحد کا جو خون، جو رشتہ، جو واسطہ آپ میں ہے سو ہم میں ہے۔ پھر یہ بیگانگی کیوں، نفرت کیوں، عداوت کیوں۔ یہ صرف اس لئے کہ معبود حقیقی کا سبق اول ہم لوگ بھول گئے ہیں۔ ان کا پہلا سبق۔ پہلی تعلیم 'پہلی ہدایت' پہلا فرمان ہم سب بھائیوں کے لئے یہی تھا،، بھائی بھائی میں باہمی محبت ہونا اس کی دلیل ہے۔ کہ ان کو باپ سے محبت ہے۔ چلو ہم سب بھائی آج سے تو یہ کرلیں کہ ہم لوگ آپس میں بھائی بھائی کی طرح رہیں گے۔ طاقتور کمزور کی مدد کریں گے۔ مالدار غریب کی مدد کریں گے۔ سمجھدار ناداں کی مدد کریں گے۔ عالم جاہل کی مدد کریں گے۔ تندرست بیمار کی سیوا کریں گے۔ گھر والے بے گھر کو پناہ دیں گے۔ روٹی والے فاقہ مست کا پیٹ بھریں گے۔ چراغ راہ والے گمراہ کو راستہ دیں گے۔ شمع ہدایت والے۔ بھٹکے ہوئے راہیوں کی رہنمائی کریں گے۔ یہی عبادت اصل میں معبود حقیقی کی عبادت ہے۔ پرستش ہے۔ باپ حقیقی سے محبت ہے

پیارا ہے۔ جس روز یہ محبت و پیار کا سمندر جسم انسانیت کے رگ و پے میں دوڑ جائے گا۔ اس روز یہ دنیا جہنم کی جگہ جنت کا درجہ اختیار کرلے گی اور آفتاب سے زیادہ روشن اور منور ہوکر یہ دنیا چمکنے لگے گی۔ (حسین)

چراغِ راہ ٥٦

ے خدا محض آسمان پر نہیں ہے ہم تم میں چھپ کر سب کو دھوکے میں ڈال دیا ہے
بس ایک صورت پکڑلے خدا مل جائے گا۔ (وارث پاک)

عقل عیّار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے: عشق بے چارہ نہ ملّا ہے نہ زاہد نہ حکیم (اقبال)

خدا محض آسمان پر نہیں ہے۔ اس دنیا میں بھی ہے۔ اور اس دنیا کے ذرہ ذرہ میں اسی شان و شوکت کے ساتھ ہے جس طرح آسمان پر ہے۔ ہم میں۔ تم میں سب میں وہ چھپا ہوا ہے ہم سب اسی ذاتِ واحد کے اوصاف ہیں۔ اسی آفتابِ حقیقت کے عکس ہیں۔ آفتابِ حقیقت کی کرن یا شعاع یا عکس، جب تک کسی ایک چیز پر نہیں رکتی ہے۔ یا کسی ایک صورت کو نہیں پکڑتی ہے۔ اس وقت تک آفتاب کا ظہور دنیا والوں پر عیاں نہیں ہوتا ہے۔ یا یوں سمجھنا چاہیئے کہ اس عکس کو آفتاب نہیں ملتا ہے۔ اسی طرح انسان ایک مخصوص وصف خدا لے کر دنیا میں آتا ہے۔ جب تک اس مخصوص وصف۔ اس مخصوص فطری طاقت پر قائم نہیں ہوتا ہے۔ یا اسی الٰہی صورت کو مضبوطی سے نہیں پکڑتا ہے اس وقت تک اس مخصوص وصف خداوندی کا ظہور دنیا والوں کی نگاہ میں نہیں آتا ہے۔ یا یوں سمجھنا چاہیئے کہ اس انسان کو

خدا نہیں ملتا ہے۔ خدا اس انسان کو ملتا ہے جو زندگی کے ایک ٹھوس اصول کو دل سے مان لے خواہ وہ اصول مادیت کا ہو یا روحانیت کا۔ اور اسی ایک اصول کو کامیاب بنانے کے لیے، تن من کی بازی لگا دے، دن، رات اسی ایک دھن میں لگا رہے۔ راستے کی ساری دشواریوں کو دھول و خاک سمجھ کر برداشت کرتا جائے۔ ایک دن ایسے ہی جوانمرد، شیر دل طالب، اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے ہی جانباز اور جاں نثار عاشق اپنے معشوق کے گلے مل جاتے ہیں۔ ایسے ہی ایک صورت کے پکڑنے والے انسان کو خدا مل جاتا ہے۔ اور اس کی مراد بر آتی ہے۔ فقیروں کو خصوصیت کے ساتھ تاکید ہے کہ بس ایک صورت کو پکڑ لے خدا مل جائے گا۔ وہ صورت پیر کی صورت ہے۔ پیر کامل کی صورت ہے۔ جگہ جگہ مرید ہونے سے خدا نہیں ملتا ہے۔ خدا ایک صورت کے پکڑنے والے کو ملتا ہے۔ مرید ہونے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لو کہ کس پیر کی صورت کو وہ پکڑے جس کی بھی صورت پکڑے مرتے دم تک ہاتھ نہ چھوڑے۔ انشاء اللہ فقیری کامیاب ہے۔ (حسین)

چراغِ راہ ۵۷

"دنیا داری دوکانداری ہے" — (وارث پاک)

امید نہ رکھ دولتِ دنیا سے وفا کی :: رم اس کی طبیعت میں ہے مانندِ غزالہ (اقبال)

پروردگارِ عالم جب انسان کو دنیا میں بھیجتا ہے تو اس کو اس کی وسعت، اس کے ظرف اور پیمانہ کے مطابق اس کے دل کو نور، ایمان، خودی، حق و انصاف جیسے لعل و جواہر

سے بھر کر بھیجتا ہے وہ انسان کو دنیا میں اس لیے بھیجتا ہے کہ انسان اس دنیا میں آکر تجارت کرے۔ خرید و فروخت کرے۔ دوکانداری کرے۔ دنیا داری کرے۔ مالک کو دیکھنا یہ ہے کہ میرا بندہ میرا غلام، نور، ایمان، خودی، حق و انصاف جیسے لعل و جواہر کے بدلے اس دنیا سے خرید کر کیا لے جاتا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ نور کی جگہ نار۔ ایمان کی جگہ بے ایمانی اور شیطانی، خودی کی جگہ بت و صنم۔ حق و انصاف کی جگہ حق تلفی، اور بے انصافی لے کر آتا ہے۔ یہ دنیا لٹیرے اور ڈاکوؤں کی دنیا ہے اس کے بازار حد درجہ گندے بے چیدہ اور خراب ہیں۔ بازار کی تمام چیزیں کھوٹی، نقلی اور گندی ہیں۔ اس بازارِ دنیا کے دوکاندار حرام خور، ذلیل، کمینے، کتے ہیں۔ اس تماشہ گاہ کے رقاصے ناگن سے زیادہ زہر آلود ہیں۔ دنیا داری کر، دوکانداری کر اور خوب کر مگر احتیاط سے کرنا۔ خوابِ غفلت میں نہ کر۔ شراب کے نشے میں نہ کر۔ دیوانہ بن کر نہ کر۔ خرید۔ دن اور رات خرید۔ مگر اپنے ایمان کی دولت سے حرام اور ذلیل چیز نہ خرید۔ یہ خریداری جو آج تو کر رہا ہے ایک دن خدا کو اس کا حساب دینا پڑے گا۔ پائی پائی کا حساب ٹھیک سے رکھ، اور بہت ہی سوچ سمجھ کر بازار سے گزر۔ پھول کی خوشبو کی مانند گزر تا کہ حشر میں تو ایماندار ہی رہے۔ اور تیرے جسم سے ایمان کی خوشبو نکلے۔ کہیں شراب اور خونِ ناحق سے تیرے کفن میں بدبو اور داغ رونما نہ ہو۔ اگر نجات چاہتے ہو اگر چاہتے ہو کہ اس بازارِ دنیا سے بے داغ نکل جاؤ، پھول کی خوشبو کی طرح نکل جاؤ۔ تو پیر کامل کا دامن تھام لو۔ پیر کامل اپنی شمع ہدایت اور چراغِ راہ کی روشنی میں تمہاری دنیا داری اور دوکانداری کو اس حسن و خوبی سے انجام

دیدیں گے کہ دنیا میں بھی سرخرو رہو گے اور دین میں بھی بامراد رہو گے۔ خدائے بزرگ و برتر کی امانت کو فخر کے ساتھ لوٹا دو گے اور اس طرح تمہاری بندگی اور عبادت مقبولِ خدا ہو جائے گی — حسین

چراغِ راہ ۵۸

"ہمارے یہاں مجوسی۔ عیسائی سب مذہب والے برابر ہیں کوئی فرق نہیں ہے" (وارث پاک)

پیر کامل بندہ نواز حضرت سید وارث علی شاہ علیہ الرحمۃ کی ذات بابرکت وارث اللہ اور اللہ وارث کی مکمل تفسیر ہے۔ آپ کے یہاں ذات، پات، مذہب و ملت، کا بھید بھاؤ نہیں ہے۔ آپ کے یہاں جو کچھ ہے۔ وہ محبت و پیار ہے۔ آپ کا کھلا اعلان ہے کہ ہمارے یہاں کوئی ہو چمار ہو یا خاک روب۔ جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔ وارثی ہونے کے ناتے خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، مجوسی ہو یا عیسائی۔ شاہ ہو یا گدا۔ چمار ہو یا خاک روب سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ باپ کا پیار سب کو یکساں حاصل ہے۔ پیر کی محبت اور نظرِ عنایت سب مریدوں کے لئے برابر ہے۔ اس میں ذرہ برابر فرق نہیں ہے۔ قرآن کریم جو اللہ وارث کی آواز ہے اور وارث اللہ کا جلوہ ہے۔ اعلان کرتا ہے کہ اللہ رب العالمین ہے۔ اور اللہ کا محبوب، رحمۃ اللعالمین ہے۔ ذات پات کا فرق، مذہب و ملت کا فرق، عقلِ انسانی نے کیا ہے۔ دماغ انسانی نے کیا ہے۔ جبر ابلیس اور شیطان کی حکمرانی اور غلبہ ہے۔ جب تک دنیا عقلِ عیار کے اشارہ پہ چلتی رہے گی

بھائی بھائی میں باہمی محبت و پیار ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے اپنے وارثی مریدوں۔ فقیروں درویشوں کو بندہ نواز کی ہدایت ہے کہ خبردار، خبردار تم لوگ ذات پات میں فرق نہ کرو۔ مذہب و ملت میں فرق نہ کرو۔ تم لوگ سب آپس میں بھائی ہو۔ دماغ اور عقلِ عیّار کے اشارہ پہ چلنا چھوڑ دو۔ دل کی بادشاہت قبول کرو جہاں وہ خود جلوہ گر ہوتے ہیں اور تمہاری رہنمائی کرتے ہیں۔ (حسین وارثی)

چراغِ راہ ۵۶

"جو کچھ ہے لگاؤ ہے۔ باقی جھگڑا۔ سب دکھلانے کی چیز ہے اگر لگاؤ نہیں تو خاک۔ (وارث پاک)

خودی سے مردِ خود آگاہ کا جمال و جلال :: کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں (اقبال)

اس اشارہ میں بندہ نواز، وارث پاک اپنے اعلانِ عام کی وضاحت خود فرماتے ہیں۔ آپ کا اعلان ہے "ہمارے یہاں کوئی ہو چمار ہو یا خاک روب، جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔ محبت کرنے کے ہزاروں پہلو ہیں۔ ہر انسان اپنے اپنے انداز سے اپنے اپنے طریقہ سے محبت کرتا ہے کوئی احرام باندھ کر کرتا ہے۔ کوئی مرقع اور تصویر بنا کر۔ اس پر روزمرہ پھول چڑھا کر کرتا ہے کوئی اٹھتے بیٹھتے "وارث" کا نام لے کر کرتا ہے کوئی ننگے پاؤں ننگے سر خرقہ پوش ہو کر گھومتا ہے یہ سب اظہارِ محبت ہیں۔ مگر اصل اظہارِ محبت لگاؤ ہے۔ جو کچھ ہے لگاؤ ہے باقی جھگڑا

سب دکھلانے کی چیز ہے۔ اگر لگاؤ نہیں تو خاک۔ لگاؤ دل سے ہوتا ہے۔ وہ دل وہ لگاؤ جہاں تو ہی تو ہے اور کوئی نہیں۔ فنا فی الشیخ۔ اٹھتے بیٹھتے۔ سوتے جاگتے کھاتے پیتے۔ نام ہے تو پیر کا۔ یاد ہے تو پیر کی۔ ذکر ہے تو پیر کا۔ دکھ ہے تو پیر کا۔ سکھ ہے تو پیر کا۔ مرید قطرہ پیر دریا میں جذب اور پیوست ہے۔ ایسی محبت ایسے پیار کو لگاؤ کہتے ہیں۔ باقی سب جھگڑا ہے۔ دکھلاوا ہے ایسا لگاؤ ایسی محبت دل میں پیدا کرنے کے لئے تن من دھن سب کی بازی لگانی پڑتی ہے۔

قطرۂ خونِ جگر سے کی تواضع عشق کی
تھا میسّر گھر میں جو مہماں کے آگے رکھ دیا (حسینؔ)

چراغِ راہ ۶۰

"عاشق کے مرید صادق کا انجام خراب نہیں ہوتا۔ (وارث پاک)"

بنایا عشق نے دریائے ناپیدا کراں مجھکو ؛ یہ میری خود نگہداری مرا ساحل نہ بن جائے (اقبال)

دماغ اور عقل عیار کے اشارے پہ چلتے چلتے۔ اپنی جبینِ نیاز کو آستانہ آستانہ ٹیکتے ٹیکتے جب انسان عاجز ہو کر تھک جاتا ہے تو کسی پیر و مرشد کا دامن تھام لیتا ہے یہاں بھی دل تمنا اور آرزوؤں کے سمندر سے موجزن رہتا ہے۔ جو آرزو اور تمنا غیر خدا کی چوکھٹ پر تھی وہی تمنا و آرزو اب پیر و مرشد کی چوکھٹ پر ہے۔ جب بالکل اندھیرا تھا۔ تو ہر درخت ہر پتھر۔ ہر چیز جس سے اس کو فائدہ پہنچتا تھا اس کو خدا کا درجہ دے رکھا تھا اب جبکہ

اندھیرے سے روشنی میں آیا تو پھر خوابِ غفلت میں سو گیا۔ پیر و مرشد کو نعوذ باللہ رب العزت کا درجہ دیدیا۔ اس لئے دیا کہ اس کی ساری غلط آرزو۔ غلط تمنا پوری ہو جائے۔ پیر اسے پل بھر میں سب چیز لا کر دیدے۔ ایسے لالچی حرص و ہوس والے مرید زندگی بھر در بدر کی خاک چھانتے رہتے ہیں۔ خود بھی انسانیت کی پیشانی کے کلنک کے ٹیکے ہیں۔ اور اپنے پیر و مرشد کو بھی جا بجا بدنام کرتے ہیں۔ ایسے مریدوں کا انجام جہنم ہے۔ مگر عاشق کے مرید صادق کا انجام خراب نہیں ہوتا۔ وہ مرید صادق جو پیر کے اشارہ پر۔ پیر کے فرمان پر۔ پیر کے حکم پر اپنی جان، اپنی راحت۔ اپنا مال، تن من دھن سب کی بازی لگا کر فخر محسوس کرے کہ وہ خوش نصیب مرید ہے۔ جس کو اس کے پیر نے اپنے لاکھوں۔ کروڑوں مریدوں کے بیچ نظر انتخاب کیا۔ قربان ہونے کا ارشاد اور پیغام مسرت ملا۔ ایسے مرید صادق کا انجام فردوسِ بریں ہے۔ دین و دنیا کی بادشاہت ہے۔

یہ قسمت مقدّر والے کو ملتی ہے ——— (حسینؔ)

چراغِ راہ ۶۱

"عاشق کے خیال پر دین و دنیا کا انتظام ہے۔ اگر عاشق کی زبان سے کوئی بات غلط بھی نکل جائے تو اس کو بھی خدا سچ کر دیتا ہے" (وارث پاک)

ماسوا اللہ کیلئے آگ ہے تکبیر تری ؛ تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری (اقبال)

عاشق تو وہ ہے جس کی زندگی عبادتِ الٰہی۔ پابندیٔ شریعت اور قربانیٔ نفس کی جیتی جاگتی تصویر بن گئی ہے۔ ایسی پاک محبت و پیار والی صورت میں خدا ملا ہے ایسے

ہی عاشق کے خیال پر۔ بول پر اور دلی محسوسات پر دین و دنیا کا انتظام ہے۔ ایسے عاشق کا خیال خدا کا خیال ہوتا ہے۔ ایسے عاشق کی زبان، یا دل، اللہ کی زبان، اللہ کا دل ہوتا ہے معشوق حقیقی کی رحیمی و کریمی کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ اپنے جانباز اور جاں نثار عاشق صادق کی زبان سے کوئی بات غلط بھی نکل جاتی ہے تو اس کو بھی خدا سچ کر دیتا ہے۔ تاکہ اس کا عاشق صادق کسی کے سامنے شرمندہ نہ ہو۔ جھوٹا نہ ہو۔ پشیمان نہ ہو۔ ایسے کرامات فقیروں۔ درویشوں اور ولیوں کے آستانے پر اکثر رونما ہوتے رہتے ہیں۔ عقل والے دماغ والے۔ سائنس والے۔ حکمت والے سارے کے سارے حیران ہیں کہ کل کا بھکاری آج مال والا کیسے ہو گیا۔ کل کا گدا آج شاہ کیسے بن گیا۔ یہ سب عنایت اور رحمتِ خداوندی عاشقِ صادق کی زبان سے نکلی ہوئی بات پر رونما ہوتی ہے۔ تصدیق کامل ہو تو عاشق کی زبان تو زبان عاشق کے خاک کی ڈھیر سے لینے والا لیتا ہے۔ اور روز مرہ لیتا ہے۔ ظاہری آنکھ بند کرو اور دل کے پٹ کھولو۔ حقیقت سامنے آشکارہ ہو جائے گی۔ (حسین)

چراغ راہ ۶۲

"عاشق کا گوشت درندوں پر حرام ہے۔ اس پر نہ سانپ کا زہر اثر کرتا ہے۔
اور نہ شیر کھا سکتا ہے ۔ ——— (وارث پاک)

نصیب خطہ ہو یارب وہ بندہ درویش ∴ کہ جس کے فقر میں انداز ہوں کلیمانہ (اقبال)

عاشق ہونا رحمت اور عنایت خداوندی ہے۔ جب ایک انسان اپنا تن، من، دھن سب کچھ

اپنے معشوق حقیقی یعنی پروردگارِ عالم کے نام پر قربان کرتا ہے۔ اپنی زندگی کو اس کے بندے اور مخلوق کی خدمت کے لئے وقف کر دیتا ہے۔ تو یہ دنیا اور دنیا کے آدمی نما درندے انسان نما حیوان، اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ کوئی شیر کی شکل میں چیرنے اور پھاڑنے کے لئے آتا ہے تو کوئی زہریلا سانپ اور ناگن بن کر ڈسنے آتا ہے۔ کوئی کتا بن کر کاٹنے آتا ہے تو کوئی لومڑی بن کر دھوکا دینے آتا ہے مگر معشوق حقیقی کب اپنے ایسے جانباز اور جاں نثار عاشق کو انسان نما شیر و سانپ اور آدمی نما درندے کے حوالے کر سکتا ہے۔ ایسے عاشق کا گوشت درندوں پر حرام کر دیا جاتا ہے اور حکم خداوندی صادر کر دیا جاتا ہے کہ اس پر نہ سانپ کا زہر اثر کر سکتا ہے۔ اور نہ شیر کھا سکتا ہے۔ جس کو خدا خود اپنی پناہ میں لے لے۔ اپنے بارگاہ مقرب میں لے لے۔ اس کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس پر سانپ کا زہر کیسے اثر کر سکتا ہے یا شیر اسے کیسے کھا سکتا ہے۔ اللہ ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز پر قادر ہے خیر و شر سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ ایسے واقعات، فقیروں، درویشوں، سادھوؤں کی منڈلی میں اکثر رونما ہوتے رہتے ہیں۔ شیر نما انسان تو انسان۔ سانپ نما آدمی تو آدمی، انتہا یہ کہ عاشقِ صادق پر نہ ظاہری سانپ کا زہر اثر کرتا ہے اور نہ ظاہری شیر اسے کھا سکتا ہے ——— (حسین)

چراغِ راہ ۶۳

"عاشق وہ ہے جس کی ایک سانس بھی یادِ مطلوب سے خالی نہ جائے۔" (وارث پاک)

آزادی کی دولت دل روشن نفس گرم :. محکوم کا سرمایہ فقط دیدۂ نمناک (اقبال)

عاشق وہ ہے جو اپنا سب کچھ اپنے معشوق پر قربان کر دے۔ تن، من، دھن سب کچھ قربان کر دے۔ راحت و آرام قربان کر دے۔ انتہا یہ کہ ایک سانس بھی یادِ مطلوب۔ یادِ معشوق۔ ذکرِ مطلوب، ذکرِ معشوق سے خالی نہ جائے۔ جب عاشق اس درجہ پر پہنچتا ہے تو اس کا دل مسلمان بن جاتا ہے۔ وہ دل جہاں تو ہی تو کے سوا کسی اور کا وہاں گذر نہیں۔ اس دل میں کوئی پہلو، کوئی حصہ ایسا باقی نہیں رہتا ہے، جہاں معشوق مطلوب اور مقصود کے سوا کوئی اور آ کر بسیرا لے۔ جب دل پیار و محبت سے لبریز ہو جاتا ہے تو اس کے ہر عضو سے۔ ہر حصہ سے شانِ معشوق، شانِ مطلوب نمایاں ہونے لگتی ہے۔ اسی کا نام وصل ہے۔ اسی کا نام حاصلِ مراد ہے اسی کا نام کامیاب نیقری ہے۔ اسی کا نام عشق مکمل ہے۔ (حسین)

چراغِ راہ ۶۴

"عاشق کبھی بے ایمان نہیں مرتا۔" (وارث پاک)

غیرتِ فکر مگر کر نہ سکی اس کو قبول :. جب کہا اس نے یہ ہے میری خدائی کی زکواۃ (اقبال)

جب انسان دنیا کے بازار میں بھیجا جاتا ہے تو زر نقد کی شکل میں اللہ اسے "ایمان" نور، خودی، حق، الفات جیسے قیمتی ہیرے جواہرات دیکر بھیجتا ہے۔ یہ سب اللہ کی

امانت ہوتی ہے۔ ہدایت یہی ہوتی ہے کہ بازار دنیا میں جاؤ۔ خوب سیر کرو۔ کھیلو کودو مگر خبردار میری امانت میں خیانت نہ کرنا۔ میری دی ہوئی دولت کو گنوا نہ دینا۔ اکثر اور بیشتر انسان جب دنیا سے جاتے ہیں تو خالی ہاتھ جاتے ہیں اللہ کی بخشی ہوئی دولت، ان کے پاس ایک نہیں ہوتی ہے۔ سب کے سب بازار دنیا کے لیٹروں کے ہاتھ لٹ جاتے ہیں یا لہو و لعب میں، یا شرابِ حسن کے دھوکے میں کھو بیٹھتے ہیں۔ عاشق چونکہ بجز خدا کچھ اپنے پاس نہیں رکھتا۔ اس بازار دنیا سے کوئی مال خرید و فروخت نہیں کرتا۔ کسی چیز کا سودا نہیں کرتا۔ کسی سے لگاؤ نہیں رکھتا۔ اس کی خوراک۔ پوشاک۔ رہنا سہنا۔ اٹھنا بیٹھنا۔ تن من دھن سب اللہ اور اپنے معشوق حقیقی کے لئے وقف ہو جاتا ہے اس کے نام قربان ہو جاتا ہے اس لئے جب وہ اس بازار دنیا سے لوٹتا ہے تو اس کے پاس زر نقد کی اور چیزوں کے ساتھ ساتھ دولت ایمان بھی قائم رہتی ہے اور خالص عبادت کی شکل میں امانت خداوندی کو بارگاہِ عزت میں پیش کر کے مست و بے غم گھومتا ہے۔۔ سچ ہے عاشق کبھی بے ایمان نہیں مرتا۔ (حسین)

چراغِ راہ ۶۵

"عشق میں انتظام نہیں۔" (وارث پاک)

محکوم ہو سالک تو یہی اس کا ہمہ اوست :. خود مردہ خود مرقد خود مرگ مفاجات (اقبال)

عاشق پروانہ ہوتا ہے جو اپنی شمع کے گرد جھومنے اور موقع نکال کر قربان

ہو جانے کو اپنی عشق کی تکمیل اور اپنی زندگی کا حاصل تصور کرتا ہے اسے اتنی فرصت اور اتنی مہلت کہاں کہ وہ انتظام کے بکھیڑے میں پھنسے انتظام تو معشوق کے سپرد ہے۔ یا معشوق کے کارکنوں کے حوالے ہے۔ جانشینوں کے حوالے ہے۔ خلیفوں کے حوالے ہے عشق ایک لہر ہے۔ سبک رفتارِ برق ہے۔ اسے ساحل یا قرار سے کیا نسبت۔ اگر لہر بھی ساحل اختیار کرلے یا برق درخشانی اختیار کرلے تو کلیوں کی مسکراہٹ۔ بلبلوں کی تڑپ اور نغمہ سرائی کون کرے گا۔ اگر ایسا ہوا تو دنیا کی رونق ہی جاتی رہے گی۔ ہر چیز کا کام بٹا ہوا ہے۔ ہر چیز اپنی جگہ پر خوبصورت اور اہم نظر آتی ہے۔ عشق کا کام جدا ہے۔ انتظام کا کام جدا ہے۔ دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اگر ایسا ہوا تو سارے کارخانہ قدرت میں خلل پیدا ہو جائے گا۔ انتظام چونکہ معشوق کے سپرد ہے۔ عاشق اس کے پاس جانا بھی نہیں چاہتا ہے۔ یہ ادا محفلِ عشق میں بے ادبی اور بدتمیزی سمجھی جاتی ہے۔ اس لیے عاشق صادق وہ ہے جس کے عشق میں انتظام نہیں اس کا کام صرف یادِ محبوب، ذکرِ معشوق اور ذکرِ مطلوب ہے اس کا کام تن من دھن سب کچھ معشوق کے نام پر قربان کرتا ہے۔

ادریس — (حسین)

بہ چراغ راہ ۶۶

؎ عاشق دین و دنیا دونوں سے بے خبر و بے نیاز ہے۔ (وارث پاک)

سمجھا لہو کی بوند اگر تو اسے تو خیر ✣ دل آدمی کا ہے فقط اک جذبۂ بلند (اقبالؔ)

عشق نشہ کو کہتے ہیں، بے ہوشی کو کہتے ہیں۔ عشق کے نشہ میں یا بے ہوشی میں اور دوسرے نشیات کے نشہ میں اتنا فرق ہے کہ عشق کے نشہ میں انسان کل موجودات سے بے خبر رہتا ہے مگر اپنے محبوب سے۔ اپنے معشوق سے اپنے مطلوب سے پورا پورا باخبر اور ہوشیار رہتا ہے برخلاف اس کے دوسرے نشہ والے ہر چیز سے یہاں تک کہ اپنی عزت و آبرو سے بھی بے خبر اور بے ہوش ہوتے ہیں۔ عاشق نتیجہ سے بے خبر رہتا ہے۔ حاصل سے بے پروا رہتا ہے۔ وہ کسی لالچ، طمع یا حرص کے سبب عشق نہیں کرتا ہے۔ اسے خود نہیں معلوم کہ وہ کیا کرتا ہے اور کیوں کرتا ہے اور اس کرنے کا انجام کیا ہے۔ وہ صرف اپنے معشوق کے ایک ہلکے اشارہ پر اپنا تن، من، دھن سب کچھ قربان کر دینا جانتا ہے۔ اپنی ہر سانس یادِ محبوب یادِ معشوق میں صرف کرنا جانتا ہے۔ وہ دین و دنیا دونوں سے بے خبر بھی ہے اور بے نیاز بھی ہے اسے اس کی بھی پرواہ نہیں ہے کہ اسے دنیا والے کیا کہتے ہیں۔ یا دین والے کیا کہتے ہیں۔ وہ اس سے بھی بے خبر اور بے نیاز ہے۔ کہ اسے دنیا میں کیا ملیگا اور دین میں کیا ملیگا۔ وہ اپنے عشق کا معاوضہ نہیں چاہتا ہے۔ وہ اپنے عشق کی تجارت نہیں چاہتا ہے۔ وہ اپنے عشق کا سودا نہیں چاہتا ہے اسکی چاہت پیار ہے اس کی چاہت محبت ہے، اسکی چاہت اپنے محبوب کے نام پر مر مٹنا ہے اور بس!

(حسین وارثی)

چراغِ راہ ۶۷

"عاشق کی سانس بلا کسب و ذکر عبادت ہے۔" (وارث پاک)

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری ❖ کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری (اقبال)

جب انسان اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر لیتا ہے اور اپنے خانۂ دل میں اور دل کے ہر گوشہ اور ہر پہلو میں یادِ خدا۔ ذکرِ خدا، محبت خدا گھر کر لیتی ہے تو ایسے جانباز اور جاں نثار عاشقِ بامراد کو اپنے معشوق حقیقی یعنی پروردگارِ عالم کی طرف سے یہ نوازش، یہ عنایت، یہ رحمت ملتی ہے کہ اس کی ہر سانس بلا کسب و ذکر عبادت ہے۔ آفریں ہے ایسے عاشق کی ذات پر جو اتنی بڑی دولت سے سرفراز کئے جاتے ہیں ایسے ہی موقعوں پر اور ایسی ہی منزلوں پر انسان تو انسان جن و ملک بھی رشک کرتے ہیں بھلا کون سی نماز، کون سا روزہ یا حج کون سی زکواۃ یا خیرات۔ کون سا ذکر کون سی عبادت۔ کون سا عمل۔ کون سا کسب اس عبادت کا مقابلہ کر سکے جو عاشقِ صادق کو نصیب ہوتی ہے۔ ہر سانس عبادت ہے۔ نیند عبادت۔ اٹھنا بیٹھنا عبادت۔ حوائجِ ضروری سے فارغ ہونا عبادت۔ یہی عبادت جیتے جیتے پہاڑ بن جاتی ہے اور وہ خدا کا جلوہ عاشق صادق اس آب و گل کی زندگی سے لے کر قبر اور قبر سے لے کر حشر تک شمعِ ہدایت بن کر روشن اور منور رہتا ہے۔ عشق کی منزل بہت بڑی منزل ہے پیارے۔

———————— حسین وارثی

چراغِ راہ ۶۸

"عاشق غافل نہیں سمجھا جا سکتا ہے اس کی یہی نماز اور یہی روزہ ہے" (وارث پاک)

خود گیری و خودداری و گلبانگ انا الحق ❖ آزاد ہو سالک تو ہیں یہ اس کے مقامات (اقبال)

نماز، روزہ، حج، زکواۃ۔ خیر خیرات، یہ سب صفائیِ قلب کے لئے ہے۔ معبود حقیقی کی خالص اور لاشریک عبادت اور اسی کے سہارے زندگی گزارنے کے وعدے ہیں۔ بھولے ہوئے سبق کو پھر سے یاد کرنے کی تدبیریں ہیں اور دعائیں ہیں۔ یہ سب اس لئے ہے کہ ان کا ایمان "لا الہ الا اللہ" پر قائم ہو جائے۔ محمد الرسول اللہ پر قائم ہو جائے۔ قرآن کریم پر قائم ہو جائے۔ مگر وہ عاشقِ جانباز۔ وہ جاں نثار جس نے ابتدا یعنی حرفِ الف "لا الہ الا اللہ" سے کی۔ محمد الرسول اللہ سے کی۔ اللہ کی آواز اور اللہ کے جلوہ قرآن کریم سے کی۔ اور تن، من، دھن، یہاں تک کہ ہر سانس اور اس کی ہر دھڑکن اسی لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر ختم کی۔ اس کے ایمان کے قائم ہونے کا کیا سوال۔ اس کی ابتدا الا الہ الا اللہ اس کی انتہا لا الہ الا اللہ۔ اس کے شیشۂ قلب میں معبود حقیقی۔ معشوق حقیقی کے سوا کوئی نہیں۔ کوئی پہلوئے دل ایسا نہیں جس سے حق اللہ حق اللہ کی آواز نہ نکلتی ہو ایسے عاشقِ جانباز۔ اور جاں نثار کو غافل کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کی نیند نماز، اس کی ہر سانس نماز، اس کی ہر آواز اللہ کی آواز ہوتی ہے۔ اس کا ہر فعل و عمل، اس کا ہر قدم معبود حقیقی کے رضا و تسلیم کے لئے ہوتا ہے۔ وہ راضی برضا کا چمکتا ہوا ستارہ ہوتا ہے

تصدیق اور یقین کامل کا انمول موتی ہوتا ہے۔ وہ اللہ کا پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے۔ ———— (حسین وارثی)

چراغِ راہ ۶۹

"جب کوئی کسی کا عاشق ہوتا ہے تو اس کی کوئی سانس معشوق کی یاد سے خالی نہیں ہوتی" ———— (وارث پاک)

وہ پرانے چاک جن کو عقل سی سکتی نہیں ؛ عشق سیتا ہے انہیں بے سوزن و تارِ رفو (اقبال)

عشق۔ شوق۔ پیار۔ محبت سب ایک ہی چیز ہے۔ سب بے لوث اور بے مانگ ہوتی ہے۔ سب نتیجہ سے بے خبر اور بے نیاز ہوتی ہے۔ حقیقی عشق اور مجازی عشق دونوں میں شوق۔ پیار، محبت کا جوش اور جنون یکساں طور پر پایا جاتا ہے۔ کوئی انسان، کوئی عاشق اپنی مراد تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ جب تک وہ تن من دھن کی بازی اپنے محبوب، مطلوب یا معشوق کو حاصل کرنے میں نہ لگا دے۔ دیکھا یہی گیا ہے کہ وہی عاشق کامیاب اور بامراد ہوتا ہے جس کی ہر سانس، یادِ محبوب۔ یادِ معشوق کے لئے وقف ہو۔ قربان ہو۔ اگر کوئی سانس معشوق کی یاد سے خالی ہو گیا تو اس کے یہ معنی ہے کہ عشق مکمل نہیں ہے۔ اس میں کچا پن ہے۔ اس کو اور پکانے کی ضرورت ہے۔ مکمل عشق اس وقت ہوتا ہے جب اس کی کوئی سانس معشوق کی یاد سے خالی نہ جائے۔ عاشق کے دل میں۔ دل کے ہر گوشہ میں۔ ہر پہلو میں معشوق کی یاد کے سوا اور کچھ نہ ہونا چاہیئے۔ چونکہ سانس اور اس کے ہر تار کا گذر خانۂ دل سے ہوتا ہے اس لئے لوٹتے وقت سانس وہی چیز

لے کر لوٹتی ہے جو وہ خانۂ دل میں پاتی ہے۔ دلِ عاشق میں محبوب کی یاد ہے تو یادِ محبوب لے کر سانس لوٹتی ہے۔ اس لئے عاشقِ صادق وہی ہے جس کی کوئی سانس یادِ معشوق سے خالی نہ ہو۔ زندگی اور شوق کا مقصد ذکر اور یادِ محبوب کے سوا اور کچھ نہ ہو ایسے جانباز عاشقِ الٰہی کو فقیر کہتے ہیں پیارے۔ (حسین وارثی)

چراغِ راہ ۷۰

"عاشق کو خدا معشوق کی صورت میں ملتا ہے" (وارث پاک)

درّاج کی پرواز میں ہے شوکتِ شاہیں ؛ حیرت میں ہے صیّاد یہ شاہیں ہے کہ درّاج (اقبال)

دنیا کے جتنے بڑے بڑے کارنامے ہیں سب کے سب عاشقِ جانباز اور جاں نثار کے کرشمے ہیں۔ خواہ وہ کارنامے مادیت کے ہوں یا روحانیت کے۔ خدا ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ جب اس ذات واحد کو کوئی نمایاں کام لینا ہوتا ہے۔ تو اپنے مخصوص بندے کے دل میں جذبۂ شوق بھر دیتا ہے۔ جب یہی جذبۂ شوق جنون اور عشق کی منزل اختیار کر لیتا ہے۔ تو وہ مخصوص بندہ اپنا سب کچھ اس مخصوص چیز کو حاصل کرنے کی جستجو میں قربان کر دیتا ہے۔ تن من دھن کی بازی لگا دیتا ہے اور اس وقت چین لیتا ہے جب اس طالب کو مطلوب شے مل جاتی ہے۔ اس عاشق کو اپنے مطلوب سے۔ اپنے معشوق سے۔ اپنے محبوب سے وصل نصیب

ہو جاتی ہے یا یوں سمجھئے کہ عاشق یا طالب اپنے مقصد میں "اپنے ارادہ میں۔ اپنی مہم میں کامیاب اور فتحیاب ہو جاتا ہے۔ وہی عاشق وہی طالب کامیاب ہوتا ہے جو ایک صورت کے پیچھے دیوانہ اور مجنوں ہوتا ہے۔ ایک شوق، ایک مقصد ایک مطلوب کے پیچھے دیوانہ ہوتا ہے۔ فقیری میں بھی یہی حقیقت اوزِ روشن کی طرح روشن ہے پیر کی صورت میں خدا ملتا ہے۔ مرید عاشق ہوتا ہے اور پیر معشوق۔ مرید کو خدا پیر کی صورت میں ملتا ہے۔ پیر کی صورت ہی سب کچھ ہے۔ وہی مرید کامیاب ہے۔ فتحیاب ہے۔ بامراد ہے جو اپنے پیر کو پانے کے لئے اپنا سب کچھ تن من دھن قربان کر دے۔ اپنے خانۂ دل میں۔ دل کے ہر گوشہ اور پہلو میں یادِ پیر ذکرِ پیر کے سوا کچھ نہ ہو۔ ایسا مرید قطرہ پیر دریا میں پیوست اور جذب ہو کر سمندرِ محبوب خدا سے مل جاتا ہے اور جو محبوبِ خدا سے ملا وہ خدا سے ملا۔ ———— (حسین)

چراغ راہ ۷۱

؎ محبت میں ادب اور بے ادبی کا فرق نہیں۔ (وارث پاک)

میرے دل میں تری زلفوں کی پریشانی ہے : تیری تصویر سے پیدا مری حیرانی ہے (اقبال)

ہر مجلس۔ ہر سوسائٹی، ہر کلب کے چند اصول ہوتے ہیں۔ جو اصول کے پابند ہوتے ہیں وہ مجلس کے اصول کا ادب کرتے ہیں اور جو اس اصولِ مجلس کو نہیں بجالاتے ہیں اسے بے ادب کہا جاتا ہے۔ محبت کی بھی مجلس ہوتی ہے۔ پیار کی بھی مجلس

ہوتی ہے۔ مگر یہ مجلس اور مجلسوں سے نرالی ہوتی ہے۔ اس مجلس کے ممبران کو سوائے اپنے محبوب سے ہر چیز سے بے خبری ہوتی ہے۔ بے نیازی ہوتی ہے اسے یہ بھی معلوم کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ کیوں کہہ رہا ہے۔ کس سے کہہ رہا ہے اور کہاں کہہ رہا ہے۔ وہ تو صرف اتنا جانتا ہے کہ وہ مخاطب ہے اپنے محبوب سے۔ اپنے مطلوب سے۔ اپنے معشوق سے۔ خطاب کا مقصد بھی صرف محبوب کی خوشنودی ہے۔ پیار ہے۔ محبت ہے زبان سے جو کچھ بھی نکلے یا سامعین کو سننے میں جو بھی آئے مگر دل شاہد ہے کہ عاشق کا مفہوم اور مقصد صرف اپنے محبوب کو خوش کرنا ہے۔ پھر یہ بھی تو نہیں معلوم کہ اس کا محبوب اپنے عاشق جاں باز اور جاں نثار کی کون سی ادا کو زیادہ پسند کرتا ہے اکثر و بیشتر یہی دیکھا گیا ہے کہ عاشق کی ظاہری بے ادبی ہی معشوق کو زیادہ مرغوب ہے۔ معشوق کو عاشق کے تختِ دل کی بادشاہت نصیب ہوتی ہے۔ اسے زبان۔ قال، حال سے کیا واسطہ۔ اس لئے معشوق کی نگاہ میں اپنے عاشق کے ادب اور بے ادبی کی کوئی اہمیت حاصل نہیں۔ محبت میں ادب اور بے ادبی کا فرق نہیں۔ یہ حق ہے برحق ہے۔ (حسین)

چراغ راہ ۷۲

؎ محبت وہ چیز ہے جس کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا (وارث پاک)

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے : ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے (اقبال)

محبت ایک بیج ہے اور اس بیج کو دل کے اندر بویا جاتا ہے۔ اور پروان چڑھانے کے لئے اس کو خون سے سینچا جاتا ہے۔ برسوں برس کی متواتر کوششوں کے بعد محبت

کا درخت لہلہا اٹھتا ہے۔ اور پھر اس میں پھول اور پھل آتے ہیں۔ مگر اس جگر کے خون کے بوٹے کو وہی دیکھ سکتا ہے۔ جو روشن ضمیر ہو۔ صاحبِ بصیرت ہو۔ جو دماغ اور عقلِ عیّار کے اسیر ہیں۔ جو خود بینی اور خود پرستی کے فریب میں مقیّد ہیں انہیں خونِ جگر سے سینچے ہوئے محبت کے شاندار درخت کا حال کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اس شاندار درخت محبت کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا ہے۔ جب عاشق کا گوشت درندوں پر حرام ہے اس پر نہ سانپ کا زہر اثر کرتا ہے اور نہ شیر کھا سکتا ہے تو ضرر کے کیا معنی۔ محبت کے متوالو۔ سوزِ جگر کے شیدائیو۔ شمعِ الٰہی کے پروانو۔ اس دنیائے سرائے فانی میں خوب سیر کرو۔ مست و بے غم ہو کر گھومو۔ بے خوف و خطر چلو اور پھرو تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ تمہاری محبت خوشبو بن کر تمہیں قبر اور حشر میں معطّر کرے گی جب کہ گنہگار نفسی نفسی کرتے ہوں گے۔ تم مست اور بے فکر سیر کرتے نظر آؤ گے۔ محبت ایسی پائدار اور مضبوط شے ہے جس کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ اور نہ ہی کوئی اسے پامال کر سکتا ہے مقصدِ زندگی محبت ہے زندگی بے محبت کاغذ کا پھول ہے۔ جس میں خوشبو نہیں۔ موتی ہے جس میں آب نہیں۔ ہیرا ہے جس میں تاب نہیں۔ — (حسین وارثی)

چراغِ راہ ۷۳

محبت ہے تو ہم ہزار کوس پر بھی تمہارے ساتھ ہیں — (وارث پاک)

جب دکھاتی ہے سحر عارضِ رنگیں ٭ کھول دیتی ہے کلی سینۂ زریں (اقبال)

معصوم کلی۔ ننھی کلی آسمان کے سینہ پر آفتاب کی ہلکی سی محبت دیکھ کر مسکرا دیتی ہے ۔ جیسے دنیا والے پھول کھا کرتے ہیں۔ کلی نے بھول کر بھی آفتاب کی دوری کا خیال نہ کیا۔ اسے اپنے عشق و محبت پر ناز ہے اسے دوری سے کیا کام ۔ محبت کرنے والا دل دوری میں اور بھی نزدیک ہو جاتا ہے۔ اور اپنے عاشق کا جلوہ ہر وقت دیکھتا رہتا ہے۔

ہمارے پیر و مرشد بندہ نواز حضرت سید وارث علی شاہ علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔ محبت ہے تو ہم ہزار کوس پر بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ آپ کی ذات بابرکت اللہ دارث اور وارث اللہ کی مکمل تفسیر ہے۔ آپ کی منزل عشق ہے ۔ وہ عشق جو برق سے بھی زیادہ تیز رفتار۔ جس نے صدق دل سے یاد کیا جس نے محبت بھرے دل سے پکارا وہاں وہ حاضر اور موجود۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی دنیا میں جب ایک میٹر کے نمبر کو آکاش بانی کے نشر کردہ مشین سے لگا کر دنیا کے کونے کونے کی آواز اور مجسمۂ خاکی کی تصویر کی نقل و حرکت کو دیکھ سکتے ہو تو پھر روحانیت کی بلند منزلوں کی قربت نصیب ہونے میں تمہیں کیا شک اور شبہ ہو سکتا ہے۔ اپنے خانۂ دل کے میٹر اور نمبر کو ٹھیک کرو اور وہ نمبر اور میٹر صرف محبت و پیار ہے ۔لگاؤ ہے۔ دل کی آواز ہے اور پکار ہے۔ محبت بھرے دل سے ایک بار پکار کر

دیکھو وارث وہاں حاضر ہیں۔ مسیحی ان کے حاضر ہیں۔ شمع ہدایت ان کے حاضر ہیں۔ چراغِ راہ بن کے حاضر ہیں۔ تمہارے ہر دکھ اور درد میں حاضر ہیں۔ قبر میں حاضر ہیں۔ حشر میں حاضر ہیں۔ اس سے بڑی رحمت اور عنایت اور کیا چاہتے ہو کہ تمہیں وارث جیسا رہنما اور چراغِ راہ بخشا۔ (حسین)

چراغِ راہ ۷۴

"محبت میں بے ادبی میں ادب ہے" (وارث پاک)

سامنے مہر کے دل چیر کے رکھ دیتی ہے :. کس قدر سینہ شگافی کے مزے لیتی ہے (اقبال)

محبت کی من بھاون دنیا میں ادب اور بے ادبی ایک کھیل ہے اور عاشق یہ دونوں چال چلتے ہیں۔ اس خیال سے کہ نہ جانے میرے معشوق کو کون سی ادا بھا جائے۔ معشوق کبھی کبھی اپنے دیوانہ کی بے ادبی پر مسکراتا ہے۔ ہنستا ہے اور بار بار جھوم جاتا ہے۔ عاشق کی زندگی کا مطلب اپنے معشوق کو خوش کرنا ہے چاہے وہ آداب سے خوش ہو یا آزادانہ بے پرواہی یا بے ادبی سے۔ بے ادبی سے مقصد صرف معشوق کی دلجوئی ہوتی ہے۔ یا گفتگو کے سلسلہ کو جاری رکھنا ہوتا ہے۔ محفلِ عشق میں سب روا ہے۔ صرف عاشق کو محل اور موقعہ کا لحاظ ضرور رکھنا چاہئے۔ بے ادبی کے پردہ میں گستاخی اور بغاوت سے پرہیز ضرور ہے (حسین وارثی)

چراغِ راہ ۷۵

"محبت میں ایمان ہے" (وارث پاک)

ترے جلوہ کا نشیمن ہو میرے سینے میں :. عکس آباد ہو تیرا مرے آئینے میں (اقبال)

محبت ایک شیشہ ہے اور ایمان خدا کی دھندلی سی نورانی تصویر۔ اور خدا کی اس نورانی تصویر کو عاشق کے شیشہ دل میں لوگ دیکھ سکتے ہیں۔ عاشقِ مجازی نہیں بلکہ عاشقِ صادق۔ عاشقِ حقیقی کے ٹوٹے ہوئے دل میں۔ محبت سے لبریز دل میں۔ اس دل میں جس میں اول و آخر اللہ ہی اللہ ہے۔ اللہ بالکل تمہارے قریب ہے۔ شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ صرف ایک ہلکے سے پردہ کی دوری ہے وہ پردہ ایمان کی نورانی چادر ہے۔ اس نورانی پردے میں خودی چھپی ہوئی ہے۔ اور خودی کے ساتھ خدا کا جلوہ اپنی ساری رحمتوں اور عنایتوں کے ساتھ مسکرا رہا ہے۔ صرف یقین محکم اور تصدیق کامل کی ضرورت ہے۔ محبت میں ایمان ہے۔ یقین اور تصدیق کے ساتھ مان لو۔ جہاں محبت نہیں وہاں ایمان نہیں۔ اور جہاں ایمان نہیں وہاں عبادت ایک ڈھونگ ہے فریبِ دل اور فریبِ نظر ہے۔ نجات چاہتے ہو تو محبت کرو۔ تو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔ یہ وارث پاک کا اعلان ہے۔ اور وارثی بننے کا نہایت ہی سہل اور آسان راستہ ہے۔ (حسین وارثی)

چراغِ راہ ۸۶

ئے فقیر کم مشائخ زیادہ ہوتے ہیں۔ چونکہ منزلِ عشق سخت دشوار گذار ہے اس لئے
طالب اس راستے کو مشکل سے پسند کرتے ہیں ۔ (وارث پاک)

قید میں آیا تو حاصل مجھ کو آزادی ہوئی ∴ دل کے لُٹ جانے سے میرے گھر کی آبادی ہوئی
(اقبال)

شارعِ اسلام اور محبوبِ خدا کے نقشِ قدم پر چلنے والے فقیر بھی ہوتے ہیں اور مشائخ بھی۔ مولوی، ملّا۔ حافظ۔ خطیب۔ مبلغ۔ متقی۔ پرہیزگار۔ یہ سب مشائخ ہیں۔ یہ شارعِ اسلام کے مشائخ حضرات شرع۔ فقہ، حدیث کے پیروکار ہوتے ہیں اور اپنے کو اسلام کا علمبردار کہتے ہیں۔ یہ لوگ ان ہی چیزوں کے پیروکار ہیں۔ جنکو ظاہری آنکھ سے دیکھتے ہیں یا پڑھتے ہیں یا سنتے ہیں۔ جیسے قرآن اور حدیث۔ قرآن اللہ کی آواز ہے۔ اور حدیث محبوبِ خدا کی جیتی جاگتی نوری تصویر ہے۔ ان دونوں چیزوں کی پیروی اور عمل میں کوئی دشواری کوئی دقت نہیں ہے۔ راستہ بنا ہوا ہے۔ صرف اس بنے راستہ پر چلنا ہے۔ اور منزلِ مقصود کی طرف قدم بڑھانا ہے۔ اسی لئے اکثر و بیشتر حضرات اسی درجہ کو اسی منزل کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یہ لوگ محتاط اور احتیاط پسند ہوتے ہیں۔ آرام طلب ہوتے ہیں۔ پانچوں وقت کے نمازی ہوتے ہیں روزہ دار ہوتے ہیں۔ حج زکواۃ۔ خیر خیرات کے پابند ہوتے ہیں۔ عبا قبا والے ہوتے ہیں داڑھی مونچھ والے ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلعم کی ظاہری تمام عملوں اور قدموں کے عامل ہوتے ہیں۔ برخلاف اس کے فقیر پروانۂ خدا ہوتا ہے۔ پروانۂ رسول ہوتا ہے۔ عشق اس کی منزل ہوتی ہے۔ وہ عشق

جس میں عبادتِ الٰہی۔ پابندیٔ شریعت۔ قربانیٔ نفس اس کے رگ و پے میں اس طرح دوڑتا پھرتا ہے۔ جس طرح سمندر میں لہر۔ فضائے آسمان میں برق نہ اس کو کسی دم چین ہے اور نہ قرار۔ وہ ایک سیلِ رواں ہے۔ ابھی یہاں اور ابھی وہاں۔ فقیر اسی منزل کو پسند کرتا ہے جسمیں دقت ہے۔ دشواری ہے۔ پریشانی ہے۔ دشواری بھی ایسی کہ ہر بار مثلِ پروانہ اپنی شمعِ ہدایت پر جلتا ہے اور پھر زندہ ہو کر جلنے کی تمنا لئے اپنے دل میں بیٹھا رہتا ہے۔ اس لئے فقیر کم مشائخ زیادہ ہوتے ہیں۔ مشائخ بازارِ دنیا کے گندے لوگوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ اس ڈر سے کہ ان کے پرہیزگاری کے لباس پر گندے دھبّے نہ لگ جائیں۔ ان کا تقویٰ نہ لوٹ جائے۔ شرابِ حسن کا نشہ نہ چڑھ جائے اور اس طرح ان کی ساری ریاضت۔ ساری عبادت پل بھر میں خاک کا ڈھیر نہ بن جائے مگر فقیر اس بازارِ دنیا کی گندی سے گندی گلی میں گندے سے گندے لوگوں میں۔ شرابِ حسن کی ناگنوں کی محفلوں میں۔ میخانوں۔ ڈاکوؤں اور لیٹروں کی منڈلیوں میں مست و بے پروا اور بے غم سیر کرتے ہیں۔ ان بیمار دلوں کے زخموں پر مسیحا بن کے مرہم پٹی کرتے ہیں۔ ان بھٹکے ہوئے راہیوں کی شمعِ ہدایت بن کے رہنمائی کرتے ہیں۔ نہ ان کی فقیری پہ کوئی گندا داغ ہوتا ہے۔ اور نہ نشان۔ وہ کنول کے پھول کی طرح بے داغ اس تاریک سمندر سے لوٹ آتے ہیں۔ چوں کہ یہ منزلِ عشق سخت دشوار گذار ہوتا ہے اس لئے طالب اس راستے کو مشکل سے پسند کرتے ہیں (حسینی)

چراغِ راہ ۷۷

ےؔ جس کو سب شیطان کہتے ہیں اس راہ میں وہ دوست بن جاتا ہے۔
دشمنی نہیں کرتا ۔ ——— (وارث پاک)

اے صبحِ ازل انکار کی جرأت ہوئی کیوں کر ∴ مجھے معلوم کیا وہ رازداں تیرا ہے یا میرا (اقبال)

جس کو سب شیطان کہتے ہیں۔ وہ انسان کا نفسِ امارہ ہے انسان کی خود بینی اور خود پرستی ہے خود بینی اور خود پرستی حجاب کو بڑھاتی ہے اور حقیقت سے دور رکھتی ہے۔ جب انسان خدا بیں و خدا پرست ہو جاتا ہے تو جہالت کا پردہ۔ تاریکی کا پردہ ہٹ جاتا ہے اور حقیقت سامنے آجاتی ہے۔ اس کی دل کی آنکھ دیکھنے لگتی ہے کہ یہاں کوئی غیر نہیں کوئی بیگانہ نہیں۔ کوئی دشمن نہیں۔ یہ سب نظر کا دھوکا تھا غلط آرزو اور غلط تمنا کا طوفان تھا جو شیطان بن کے نظر آرہا تھا۔ نفسِ امارہ کا وسوسہ تھا۔ شک وشبہہ تھا جو دشمن بن کے نظر آرہا تھا یہ جو ہر روز انسان گناہ کے قریب ہوتے جا رہا ہے۔ اس کی وجہ صرف اس کا گندہ اور ذلیل نفس ہے جو کسی بھی حیلہ پر اسے ذلت اور بربادی کے راستہ پہ لے جا رہا ہے۔ انسان کا نفس ہی اس کے لیے شیطان ہے۔ انسان کو چاہیے کہ پہلے اپنے نفس پر قابو پانے کی کوشش کرے یہی اسے شیطان کی دنیا میں ہنساتا کھلاتا لے جا رہا ہے۔ اور ایک دن اسے جہنم کی آگ میں جھونک دیگا۔ اس نفسِ امارہ سے بچنے کا سب سے سہل اور آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے خانۂ دل کو غلط آرزوؤں ۔ حرص، طمع ۔ حسد، بغض کینہ سے خالی کرو۔ اور اس خانۂ دل میں

معشوقِ حقیقی کے نور کو بسا لو۔ جہاں نور آیا نار غائب۔ جہاں روشنی آئی تاریکی ناپید، پھر جب اس منزل پہ پہنچ جاتا ہے تو خود بھی قطرۂ نور بن جاتا ہے۔ اس نورانی مجسمہ کو دیکھ کر نفسِ امارہ جس کو سب شیطان کہتے ہیں۔ اس راہ فقیری میں دوست بن جاتا ہے۔ دشمنی نہیں کرتا۔ موذی شیطان فقیر کی زندگی کے آخری امتحان میں ملتا ہے۔ یا اس وقت ملتا ہے۔ جب مرید قطرہ پیر دریا میں پیوست ہونے لگتا ہے۔ بقیہ تمام منزلوں میں انسانی وسوسہ اور غلط آرزوؤں کا فریب ہوتا ہے۔ (حسینؔ)

چراغِ راہ ۷۸

ےؔ لا الٰہ الا اللہ زبانی کہنا اور ضرب لگانا اور بات ہے۔ بے دیکھے کسی
چیز کا خیال محال ہے ۔ دیکھ کے عاشق ہونا ممکن ہے۔ (وارث پاک)

ترآنکھیں تو ہو جاتی ہیں پر کیا لذت اس رونے میں
جب خونِ جگر کی آمیزش سے اشک پیازی بن نہ سکا (اقبال)

بہت سے فقیر ریاضت اور عملیات میں پھنس جاتے ہیں۔ ذکر اور ورد میں پھنس جاتے ہیں۔ یہ سب پیچیدہ راستے ہیں ساری زندگی ذکر کرتے کرتے ۔ ضرب لگاتے لگاتے بیت جاتی ہے۔ مگر عشق کی پہلی منزل بھی طے نہیں ہوتی ہے۔ زبانی کہنے، رٹنے اور ضرب لگانے سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ جب تک اس کو دل سے لگاؤ نہ ہو۔ اللہ تصور کی دنیا میں نظر آتا ہے۔ اور تصور کی دنیا میں جانا اور اس میں خدا کا جلوہ دیکھ کر مسکرانا پھانسی کے تختہ سے بھی زیادہ

کٹھن ہے۔ اللہ اللہ کرنے سے اللہ نہیں ملتا۔ بلکہ خون کے آنسو کے آخری قطرہ میں خدا کا جلوہ نظر آتا ہے۔ آنکھ کے پانی اور زبانی شور کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ نمائش کرنے والا اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے۔ اس پر خدا خود ہنستا ہے دیکھ کے عاشق ہونا ممکن ہے۔ چاہے اس کے حسن کا عاشق ہو یا اس کے کمال کا یا اس کے جمال کا۔ جادو بھری نظروں کا عاشق ہو یا سریلی آواز کا۔ اس طرح کے واقعات آئے دن رونما ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی خاص کمال نہیں۔ مگر بے دیکھے کسی چیز کا خیال محال ہے محال اس لئے ہے کہ اس کی تصویر نہیں ہے۔ کوئی روپ نہیں ہے۔ کوئی شکل نہیں ہے پھر بھی وہ عاشق کی دنیا میں ہر جگہ ہے۔ ہر ذرّہ میں ہے۔ اس کے خانۂ دل کے ہر پہلو اور گوشے میں ہے۔ وہ دنیا کی ہر صورت میں اپنے معشوق کا جلوہ دیکھتا ہے نور دیکھتا ہے۔ اس عشق کے سامنے لا الہ الا اللہ زبانی کہنے والے اور ضرب لگانے والے کا کوئی مقابلہ کوئی مناسبت نہیں ہے۔ یہ عشق اور فقیری بذاتِ خود خدا کا جلوہ بن جاتا ہے۔ خدا کی آواز بن جاتی ہے۔ خدا کا پوشیدہ خزانہ بن جاتا ہے۔ —— (حسین)

چراغِ راہ ۶۷ء

"حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس چرواہے کو اپنی شریعت کی رو سے منع کیا سو وہ ناپسندیدہ ہوا اور اس کا وہی خلاف شرع کرنا پسند ہوا۔ اس کو دل سے تعلق ہے" —— (وارث پاک)

پرستشِ اعمال سے مقصد تھا رسوائی مری ∴ ورنہ ظاہر تھا سبھی کچھ کیا ہوا کیونکر ہوا (اقبال)

یہ ارشاد وارث خصوصیت کے ساتھ شریعت کے علمبردار حضرات کی رہنمائی اور نصیحت

کے لئے ہے۔ جو جذبۂ شریعت میں آکر فقیروں، درویشوں کی ذات بابرکت کی شان میں نہ کہنے والی کہہ ڈالتے ہیں۔ محفلِ عشق میں کسی چیز پر پابندی نہیں ہے۔ محبت میں بے ادبی میں ادب ہے۔ محبت میں ادب اور بے ادبی کا فرق نہیں ہے۔ اس کو دل سے تعلق ہے خدا نے اپنے محبوب کے ذریعہ قرآن کریم کے ذریعہ دنیا والوں کو، شریعت کے علمبرداروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور چرواہے کے قصّہ کو بیان کر کے اسی رازِ عشق اور رموزِ عشق کو یاد دلایا ہے۔ متنبہ کیا ہے تاکہ لوگ ایسی غلطی نہ کریں۔ خدا کے عاشق صادق کی شان میں کوئی نہیں کہنے والی بات منہ سے لوگ نہ نکالیں۔ مگر افسوس صد افسوس۔ اورنگ زیب بادشاہ نے حضرت سرمد علیہ الرحمۃ کے متعلق وہی غلطی کی۔ شریعت کے علمبردار حضرت منصور کے ساتھ وہی غلطی کی جو آج کے بزرگ حضرات یعنی شریعت کے علمبردار کر رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ جیسے پیغمبر کو اپنی شریعت واپس لینی پڑی۔ اور اس چرواہے کا وہی خلاف شرع کرنا بارگاہ عزت میں۔ معبود حقیقی کے حضور میں پسند ہوا۔ اورنگ زیب نے اپنی شریعت واپس نہیں لی۔ نتیجہ مغلیہ سلطنت کا زوال۔ بغداد کے بادشاہ نے اپنی شریعت واپس نہیں لی۔ نتیجہ بغداد کا زوال۔ اس کے بعد بھی اگر ظاہر پسند شریعت والے بزرگوں کی آنکھوں سے پردہ نہیں ہٹتا ہے۔ رمزِ عشق اور رازِ عشق سمجھ میں نہیں آتا ہے تو ان کا اللہ ہی حافظ ہے۔ کسی کو نہ برا کہو اور نہ سمجھو۔ اللہ دلوں کا حال جانتا ہے۔ جب اتنی بھی رواداری برت نہیں سکتے۔ تو شریعت کے غلاف کو اتار پھینکو۔ یہ لباس تمہیں زیب نہیں دیتا ہے۔ اللہ وارث

اور وارث اللہ اپنی شریعت کا۔ اپنے قرآن کا خود ہی محافظ بھی ہے
اور وارث بھی۔ ——— (حسین)

چراغِ راہ ۸۰

"عاشق جو کچھ معشوق کی نسبت کہے۔ بجا و درست ہے اور جو کچھ وہ تعظیم کرے
وہ سزاوار ہے اور معشوق جو کچھ عاشق کی نسبت کہے وہ مقام رضا و تسلیم ہے۔
عاشق کو چارہ نہیں اور عاشق اپنے معشوق کی تعریف ہر پہلو سے کر سکتا ہے
نہ وہ گنہگار ہے نہ اس پر عذاب و ثواب ہے۔"
لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید۔ بس دوسرا وہ آنکھ پا نہیں سکتا" (وارث پاک)

علاجِ درد میں بھی درد کی لذت پہ مرتا ہوں : جو تھے چھالوں میں کانٹے نوکِ سوزن سے نکالے ہیں
(اقبال)

جس طرح اہلِ نظر، اہلِ بصیرت، اہلِ دل کے سامنے سمندر اور قطرہ برابر ہے اسی طرح عاشق اور معشوق کا درجہ ایک ہے۔ اگر سمندر عمیق ہے تو قطرہ بھی سمندر ہی کی آبرو ہے۔ قطرہ اسی وقت تک قطرہ ہے۔ جب تک کہ جدا ہے جہاں ملا کہ سمندر بنا اس لئے عاشق اور معشوق میں فرق پیدا کرنا اور بڑائی چھوٹائی کا خیال لانا نادانی ہے۔ ایک ہی حقیقت ہے جو دو روپ میں نظر آرہی ہے۔ کب مل جائے گی۔ یہ کوئی نہیں جانتا۔ عاشق اور معشوق کی ملاقات یکایک ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہمیشہ حقیقت کی نظر سے فیصلہ کرنے کی کوشش کیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لغزش ہو جائے۔ اور اس کی سزا اٹھانی پڑے۔ اس غلطی سے

بچ نکلنے کا صحیح نسخہ اور آسان راستہ وارث پاک عام انسانوں اور فقیروں کے لئے چراغِ راہ بن کے رہنمائی کر رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "عاشق جو کچھ معشوق کی نسبت کہے بجا و درست ہے اور جو کچھ وہ تعظیم کرے وہ سزاوار ہے اور معشوق جو کچھ عاشق کی نسبت کہے وہ مقامِ رضا و تسلیم ہے۔ عاشق کو چارہ نہیں اور عاشق اپنے معشوق کی تعریف ہر پہلو سے کر سکتا ہے نہ وہ گنہگار ہے اور نہ اس پر عذاب و ثواب۔ لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید۔ بس دوسرا وہ آنکھ پا نہیں سکتا۔" محفلِ عشق میں کسی چیز پر پابندی نہیں۔ ظاہری شرع شریف کی رسائی عشق کامل کے سمندر جیسی وسعت اور گہرائی تک نہیں پہنچ سکتی۔ عاشق ذاتِ معشوق میں محو اور پیوست ہو جاتا ہے قطرہ سمندر میں جذب ہو کر سمندر کی طاقت پکڑ لیتا ہے۔ راز و نیاز ایک ہو جاتا ہے اور اس طرح عاشق تمام حد بندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ (حسین وارثی)

چراغِ راہ ۸۱

"مذہبِ عشق میں کفر و اسلام سے غرض نہیں جو کچھ ہے معشوق ہے" (وارث پاک)

ترکی بھی شیریں تازی بھی شیریں : حرفِ محبت ترکی نہ تازی (اقبال)

مذہبِ عشق سے مراد عشقِ الٰہی ہے۔ قرآن کریم جو اللہ کی آواز ہے اور جلوہ ہے۔ اللہ کی ذات بابرکت کو رب العالمین سے خطاب کیا ہے۔ رب المسلمین نہیں۔ وہ سب کا رب ہے۔ سارے جہاں کا رب ہے۔ خدا سے محبت کرنے کے لئے مذہب اور ملت کی

قید نہیں ہے۔ اور نہ ہی زبان کی قید ہے۔ جس طرح اور جہاں کہیں بھی جو کوئی ہو اسے عشقِ خدا کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ یہاں جو کچھ بھی ہے وہ عشقِ حقیقی ہے خدا اپنے چاہنے والوں کے دل کی آواز خوب اور بڑے ہی اطمینان سے سنتا ہے محبت کی منزل میں خدا بہروپیئے کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ بہروپیہ اپنے کو دھوکے میں رکھتا ہے اور خدا اس پر قہر نازل کرتا ہے محبت کی دنیا سب سے نرالی ہوتی ہے اور یہاں کسی طرح کی بھی بڑائی چھوٹائی نہیں۔ بالکل انوکھی دنیا ہے۔ اگر زبان تک نہ ہلے۔ آنکھ تک نہ کھلے۔ پھر بھی خدا دل سے باتیں کر لیتا ہے۔ عاشق کی ہزار باتیں ہوا کرتی ہیں۔ عاشق رازِ حقیقت کا رازداں ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جہاں دن ہے وہاں رات بھی۔ جہاں روشنی ہے وہاں تاریکی بھی۔ جہاں اسلام ہے وہاں کفر بھی۔ یہ مشیت کی مرضی ہے۔ یہ معشوق کی مرضی ہے۔ اور عاشق مرضیِ مولا۔ راضی برضا کا شیدائی ہوتا ہے۔ اسے کفر و اسلام سے کیا غرض۔ اسے تو صرف معشوق سے لگاؤ ہے۔ اس کی نگاہ میں جو کچھ ہے معشوق ہے۔ فقر خدا کا پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے اور معشوق کے ہاتھ اس طرح رہتا ہے جیسے مردہ غسال کے ہاتھ اگر معشوقِ حقیقی کی مرضی ہے کہ اس کا عطا کردہ غیبی خزانہ کی دولت۔ زر و مال کفر کو بانٹ دے تو فقیر کفر کو بانٹ دیتا ہے اسلام کو بانٹنے کا حکم ہوتا ہے تو وہ اسلام کو بانٹ دیتا ہے۔ فقیر تو حکم کا بندہ ہے جو حکم مالک کا اس کی پوری پوری اطاعت اور تابعداری فقیر کی شان ہوتی ہے کفر و اسلام ایک ہی دیوان کے دو دفتر ہیں۔ معشوق کی مرضی کبھی دفترِ کفر کھولیں۔ اور کبھی دفترِ اسلام۔ عاشق کو دفتر سے غرض نہیں جو کچھ ہے معشوق ہے۔

(حسین وارثی)

چراغِ راہ ع۸۲

ے زبانی پڑھنا لکھنا اور ہے اور دل سے محبت اور ہے زبانی پڑھنے لکھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ محبت عجب چیز ہے۔ (وارث پاک)

دل ہے مسلماں میرا نہ تیرا ∴ تو بھی نمازی میں بھی نمازی (اقبال)

اللہ دلوں کا حال جانتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اس کا کون بندہ، کون عاشق، دل سے اسے یاد کر رہا ہے۔ اور کون صرف زبان ہلا رہا ہے، وہ غلط اور بناوٹ کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ جس طرح طوطا اللہ اللہ۔ رسول رسول کرتا ہے اور تا زندگی اسے قید قفس میں ہی پڑا رہنا ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ انسان نما طوطا جو اللہ اللہ۔ رسول رسول۔ صرف عادت کی وجہ سے رٹتا رہتا ہے۔ اسے بھی سوائے سبکی، ذلت اور رسوائی کے خدا کچھ نہیں دیتا۔ دل اور چیز ہے اور زبان اور۔ زبان کا تعلق عقل سے ہے اور دل کا جنون سے۔ اللہ اس عاشق کو پسند کرتا ہے۔ جو سوائے اس کے کسی کو بھی یاد نہیں رکھتا۔ دنیا میں پھنسے ہوئے کو بھی کیا خبر کہ عشق میں قربان ہو کر انسان کیوں کر سچی دولتِ خداوندی سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ سچے دل سے خدا کو یاد کرو نہیں تو اپنے جسم کو تکلیف نہ دو۔ ورنہ دین دنیا دونوں برباد ہو جائے گی۔

(حسین)

چراغِ راہ ۸۳

یہ عشق کی الٹی چال ہے۔ جس کو پیار کرتا ہے۔ اسی کو جلاتا ہے۔ جس کو پیار نہیں کرتا اس کی باگ ڈھیلی کر دیتا ہے (وارث پاک)

آزادیِ افکار سے ہے ان کی تباہی: رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ (اقبال)

دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی چیز جواہرات میں ہیرا ہے مگر اس بے چارہ کو ہمیشہ پرکھا جاتا ہے۔ اسے تراشا جاتا ہے۔ اس کے سینہ پر آرا چلایا جاتا ہے۔ اس کے سینہ کے سارے داغ کو گھِس کر دور کیا جاتا ہے پھر اسے کسی ملکہ یا کسی شاہ کے تاج میں رونق افروز ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح خدا اپنے اصلی بندے کو۔ اپنے پیارے فقیر کو اپنے پیارے عاشق کو ہمیشہ پرکھتا رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ کہ جتنی بار یہ بندہ پرکھا جاتا ہے اس کی قیمت بڑھتی جاتی ہے اور ایک دن ایسا آتا ہے کہ دنیا کی بادشاہت اس کے قدموں تلے ناچتی نظر آتی ہے۔ دنیاوی تکلیف پر ہمیشہ مسکرانا سیکھو۔ کیوں کہ ان گنت لوگوں میں خدا نے تجھ کو پسند کیا۔ زہے نصیب تمہارے جو دنیا کی مصیبت سہہ کر جنت کا ابدی آرام اپنے لیے خدا سے حاصل کر رہے ہو۔ امتحان کی منزل ہمیشہ سخت ہوتی ہے۔ اور سختی کے بعد ایک نئی زندگی نیا دور اور نئی شان کے مالک پھول اور پھل والے درخت ہی کے قلم تراشے جاتے ہیں۔ جنگلی گھاس اور جھاڑیاں خود رو ہوا کرتی ہیں۔ کوئی اسے نہیں پوچھتا۔ تکلیف ہی راحت کی منزل ہے پیارے۔ فقیر کی ظاہری خستہ حالی ،

ایک نقاب ہے۔ ایک پردہ ہے۔ تاکہ عام لوگ اس انمول موتی ہیرے کو اپنی اپنی طمع اور حرص میں پامال نہ کر دیں۔ خدا جس بندے کو نوازنا چاہتا ہے اور اپنا پوشیدہ خزانہ بخشنا چاہتا ہے اس پر اپنی معرفت کھول دیتا ہے اور اپنے جانباز عاشق اور فقیر کا نقاب ہٹا دیتا ہے۔ نقاب ہٹتے ہی فقیری ہیرے جواہرات کی طرح چمکنے لگتی ہے۔ خزانہ اپنا منہ کھول دیتا ہے اور بندگانِ خدا اپنی اپنی جھولی بھر لیتے ہیں۔ بھائیو اور بہنو فقیر کی ظاہری خستہ حالی کو نہ دیکھو اللہ سے آنکھ ملاؤ اور فقیر کے پوشیدہ خزانے سے اپنی اپنی جھولی بھر لو۔

(حسین وارثی)

چراغِ راہ ۸۴

یہ تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو جاتے ہیں۔ اس میں گم ہو جانے ہی کو وصال کہتے ہیں۔ اور خودی میں نہ رہنا یہی کمال ہے۔ عشاق جب اس درجے پر پہنچتے ہیں تو اپنی ہستی کو نیست کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب آفتاب فلک پر نور افشاں ہوتا ہے تو ستارے مخلوق کی نگاہ سے کالعدم ہو جاتے ہیں۔ جس طرح کواکب کا وجود آفتاب پہ ہے اسی طرح عشاق کا وجود معشوق میں ہے۔ بمصداق مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ (جو اللہ کا ہوا اللہ اس کا ہوا)، عاشق و معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں۔ پس اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ کہ وہ آفتاب حقیقی تمام انوار و اوصافِ عشاق کو اپنے

میں جذب کر لیتا ہے ۔ (وارث پاک)

خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی :- نہیں ہے سنجر و طغرل سے کم شکوہ فقیر (اقبال)

یہ ارشاد وارث بالکل واضح اور تشریح شدہ ہے زیادہ روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے اتنا خبردار کر دینا ضروری ہے کہ ہوشیار۔ کبھی فقیر کو گدا اگر خیال نہ کرنا یہ اللہ کے عاشق ہوتے ہیں۔ ان کے تمام صفات عشق ذاتِ واحد میں فنا ہو جاتے ہیں۔ انتہا یہ کہ عاشق و معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں فقیر خدا کی رحمت ہے۔ جو بھیس بدل کر اپنے نیک بندوں کی مدد کے لئے دنیا میں بھیجی جاتی ہے۔ فقیر خدا کا پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے خدا سب سے بڑا پردہ نشین ہے اور فقیر خدا کا سب سے زبردست نقاب ہے۔ فقر کی جھولی میں دنیا کی بادشاہت بند رہتی ہے۔ فقیر بننا یا فقیر کو پہچاننا بہت ہی مشکل امر ہے۔ پہلے خدا سے نظر مانگ، پھر فقیر میں خدائی دیکھ۔ اللہ اور فقیر کا جلوہ بہت ہی زبردست فلسفہ ہے۔ یہ تو وہ جگہ ہے۔ جہاں خدا اور انسان میں عشق ہوتا ہے۔ اور اسی بھیس میں خدائی نظر آتی ہے۔ فقیر ہونا سب سے بڑا مرتبہ ہے۔ سب سے بڑی فضیلت ہے۔ (حسین)

چراغ راہ ۸۵

"عشاق کو اللہ کی طرف سے ہر حال میں ایک حال ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز سے اور ہر مخلوق سے جو چاہیں کرا دیں۔ (وارث پاک)

ماسوا اللہ کیلئے آگ ہے تکبیر تری :- تو مسلمان ہے تو تقدیر ہے تدبیر تری (اقبال)

عشق جب مکمل ہو جاتا ہے۔ تو عاشق و معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں۔ جب تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو جاتے ہیں تو عشاق کو اللہ کی طرف سے ہر حال میں ایک حال ہوتا ہے۔ کہ وہ ہر چیز سے اور ہر مخلوق سے جو چاہیں کرا دیں۔ اس عاشق صادق کی زبان کا نکلا ہوا ایک ایک لفظ، اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک ایک فیصلہ قانون بنتا جاتا ہے۔ بھنور میں گھری ہوئی کشتی کنارے لگ جاتی ہے۔ روٹھے ہوئے مقدر من جاتے ہیں بگڑی ہوئی تقدیر سنور جاتی ہے۔ خزاں میں بہار آجاتی ہے۔ اتنا بلند مرتبہ اور اتنی بڑی منزل دیکر معبود حقیقی اپنے جانباز اور جاں نثار عاشق کی رکھوالی بھی خود ہی کرتا ہے ایسا نہ ہو کہ جذبۂ شوق میں میرا پیارا عاشق نظام قدرت میں خلل پیدا کر دے اس لئے یہ صلاحیت بھی بخش دیتا ہے۔ کہ باوجود اقتدار عاشق وہی کرتا ہے۔ جو معشوق کی مرضی ہوتی ہے۔ تقدیر اسی کی بدلتی ہے۔ جس کی تقدیر معبود حقیقی کو بدلنا منظور ہوتا ہے۔ پوشیدہ خزانہ کی دولت اسی کو ملتی ہے۔ جس کے مقدر میں لکھا ہوتا ہے۔ فقیر کا دل خدا کا دل ہوتا ہے۔ فقیر کی زبان خدا کی زبان ہوتی ہے۔ فقیر کے ہاتھ

خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اس لئے فقیر جو کچھ بھی کرتا ہے۔ اللہ کی مرضی اور اشارے سے
کرتا ہے اللہ کے حکم سے کرتا ہے۔ (حسین وارثی)

چراغِ راہ ۸۶

ے باوجود اقتدار خدا کے واسطے ایک عضو کو بیکار کر دو اور کام نہ لو شیطان کو
بغل میں رکھ کر یاد خدا کرنا بڑا کام ہے۔ از نفس خود سفر کردن بڑی منزل ہے (وارث پاک)
وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے :: جو ہر نفس سے کرے عمر جاوداں پیدا (اقبال)

اگر تمہیں اپنی کسی بھی طاقت پر گھمنڈ ہے تو سب سے پہلے اسی طاقت اور اسی گھمنڈ کا گلا گھونٹ دو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس سے بڑی طاقت تیرے گھمنڈ کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دے۔ یادہ اقتدار خود بخود کمزور ہو جائے اور تو دنیا میں ہی اپنے کو لاچار خیال کرنے لگے۔ اس لئے باوجود اقتدار خدا کے واسطے ایک عضو کو بے کار کر دو۔ اور اس اقتدار اور اختیار سے کام نہ لو۔ دنیا میں رہ کر۔ شیطانی اور ابلیسی وسوسہ میں رہ کر شیطان کو بغل میں رکھ کر یاد خدا کرنا بڑا کام ہے۔ بڑی عبادت ہے۔ نفس پرستی اور خود پرستی چھوڑ کر خدا پرستی۔ اللہ پرستی بہت بڑا درجہ ہے۔ از نفس خود سفر کردن بڑی منزل ہے۔ فقیری یہ نہیں ہے کہ شیطان اور ابلیس کے ڈر اور خوف سے آبادی چھوڑ کر جنگل اور پہاڑ چلا جائے۔ یہ پرلے درجہ کی بزدلی ہے۔ یہ تو وہی کرتا ہے جو شیطان چاہتا ہے اللہ کو عبادت چاہیئے۔

صرف ذکر نہیں۔ عبادت آبادی میں ہوتی ہے نہ کہ تنہائی میں یا گوشہ نشینی میں۔ بہت سے طالب نفس کے غلبہ کے ڈر اور خوف سے ایسی ایسی نازیبا حرکت کرتے ہیں کہ نفس ہی مر جائے۔ جب نفس ہی مر گیا تو روح کی جلا یا تازگی کیسے ہو گی اور کس سے ہو گی۔ بہادری یہ ہے کہ نفس موجود ہے اور پوری طاقت کے ساتھ موجود ہے مگر کوئی کام نفس کے لئے نہیں ہوتا ہے جو کچھ ہوتا ہے وہ سب معبود حقیقی کی خوشنودی کے لئے ہوتا ہے ایسے جوانمردوں اور جاں نثار عاشق الفقر فخری کا عالی مرتبہ اور شان حاصل کرتے ہیں۔ (حسین)

چراغِ راہ ۸۷

ے لنگوٹ بند وہ ہے جو تمام عورتوں کو اپنی ماں بہن کے مثل جس طرح
جانتا ہے اسی طرح خواب میں بھی وہ کسی عورت کو نفسانی خواہش کے ساتھ
نہ دیکھے۔ (وارث پاک)

اگر خودی کی حفاظت کریں تو عین حیات :: نہ کر سکیں تو سراپا فسون و افسانہ (اقبال)

خودی ایمان کے نازک شیشہ میں رہا کرتی ہے اور ایمان ایک ایسا شیشہ ہے جسے بچانے کے لئے ساری زندگی سخت احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ ساری زندگی کی احتیاط منٹوں میں برباد ہو جاتی ہے۔ جہاں شیشہ ٹوٹا اور خودی غائب ہو لی۔ تیری خودی کا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو شراب حسن کے سامنے بیہوش اور متوالا ہو جاتا ہے اگر

حُسن کا شیدائی ہے، متوالا ہے۔ تو حسن کے موجد کو دیکھ۔ خدا حسین ترین نور ہے۔ اس کا حسن تو ہر جگہ ہے اور ہر ذرہ میں ہے۔ جس حسن کو دیکھ کر تو متوالا ہوا وہ تو صرف ایک عکس ہے ایک پرتو ہے۔ اس حسن حقیقی کا۔ اس نورِ حقیقی کا۔ جب پرتو میں اتنی کشش ہے تو ذاتِ حسن یا ذاتِ نور کے حسن کا کیا پوچھنا۔ اسی جان لیوا منزل پر۔ اس جان لیوا گھاٹ پر بڑے بڑے جید فقیر، درویش، سادھو پارہ کی طرح تھر تھرانے لگتے ہیں۔ نفسانی خواہش کے سنہرے جال میں پھنس جاتے ہیں اور ساری زندگی کی عبادت اور ریاضت کو منٹوں میں نذرِ آتش کر دیتے ہیں۔ مگر جو لوگ لنگوٹ بند ہیں۔ ایسے لنگوٹ بند۔ جو تمام عورتوں کو اپنی ماں بہن کے مثل جس طرح جانتے ہیں اسی طرح خواب میں بھی وہ لوگ کسی عورت کو نفسانی خواہش کے ساتھ نہیں دیکھتے ہیں۔ ایسے لنگوٹ بند پر تراب حسن تو کیا پری پیکر کا بھی جادو نہیں چلتا۔ وہ ہر چیز میں اللہ کا جلوہ دیکھتا ہے۔ نور دیکھتا ہے حسنِ حقیقی دیکھتا ہے۔ عورتوں کا ماں بہن جیسا احترام کرتا ہے۔ اس کی خودی زندہ رہتی ہے اور اس خودی میں خدا جلوہ افروز رہتا ہے۔ (حسین)

چراغِ راہ نمبر ۴۸

"جو طمع میں گھر جائے وہ ہمارا نہیں ہے" (وارث پاک)

نگاہِ شوق میسّر نہیں اگر تجھ کو ؞ ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی (اقبالؔ)

محبت اور طمع ایک دوسرے کی ضد ہے۔ جہاں محبت ہے وہاں طمع نہیں۔ اور جہاں طمع ہے وہاں محبت نہیں۔ فرمان وارث ہے "جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے" اسی کے خلاف اعلان ہے "جو طمع میں گھر جائے وہ ہمارا نہیں ہے"، وارثیوں کو خصوصیت کے ساتھ اس فرمانِ وارث کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ طمع میں گھر کر وارث کو تم کھو دو۔ ارے نادان طمع تو وہ کرتا ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ غریب ہو۔ تو تو ایسے پیر کا مرید ہے۔ جس کے لاکھوں خزانے ہیں۔ اگر تو طمع سے پاک نہ رہ سکا تو کس طرح وارث کے لاحساب خزانوں کی رکھوالی کر سکے گا۔ پہلے سچا وارثی تو بن۔ پھر وارث تجھے اپنے سارے خزانوں کا پاسبان بنا دیں گے۔ اور تیرے ہی ہاتھوں سے قدرت کی لاحساب دولت جس کی ہزاروں شکلیں ہیں دنیا والوں کو بٹوائی جائے گی۔ (حسین م)

چراغ راہ ۸۹

"بڑی فقیری یہ ہے کہ ہاتھ نہ پھیلے ۔ بلا مانگے دے تو لے لے" (وارث پاک)

عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو :- تری نگہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام

(اقبال)

بلا مانگے دے تو لے لے ۔ بلا مانگے صرف خدا دیتا ہے ۔ اور یہ اشارہ صرف خدا کی طرف ہے آدمی کی طرف نہیں ۔ بخشش کرنا ۔ عنایت کرنا خدا کی شان ہے ۔ اور اس شان کو خدا ہی نباہتا ہے ۔ وہ دیتا ہے تو اس قدر کہ دین و دنیا تک دونوں ہاتھوں سے لٹانے پر بھی نہ کم ہوتا ہے اور نہ ختم ۔ جو خود مجبور ہے وہ دوسرے کی حاجت روائی کیا کریگا ۔ آدمی کمزوریوں اور ہر قسم کی حاجت کی جیتی جاگتی تصویر ہے ایک کمزور اور حاجتمند دوسرے کی ضرورتوں کو کیسے پورا کریگا ۔ بجائے انسان کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلا ۔ اللہ سے مانگ ۔ تیرا حق ہے ۔ تجھے ضرور ملے گا ۔ مانگنے کے طریقے سے مانگ ۔ نیکی کی مزدوری مانگ ۔ مقدر کا لکھا مانگ ۔ بڑی فقیری یہ ہے کہ کسی انسان کے سامنے ہاتھ نہ پھیلے ۔ بلا مانگے اللہ کسی اپنے نیک بندے کے ذریعہ دے تو اس سے انکار نہ کرے ۔ لے لے ۔ قبول کرلے ۔ شکر اور صبر کے ساتھ قبول کرلے ۔ معشوق کی ایک یہ بھی ادا ہوتی ہے ۔ عاشق وہی کرے جس سے معشوق خوش ہوتا ہے ۔ راضی ہوتا ہے ۔

(حسینی)

چراغ راہ ۹۰

"فقیر کا کوئی گھر نہیں ۔ اور سب گھر فقیر کے ہیں ۔" (وارث پاک)

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود :- ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

(اقبال)

اینٹ ۔ مٹی اور پتھر کے چھوٹے بڑے ٹکڑوں کو سجا کر دیواریں جو تم اٹھاتے ہو ۔ اس کا نام گھر نہیں ۔ اس کا نام دھوپ اور پانی سے بچنے کا سہارا ہے ۔ فقیر کا گھر ساری دنیا ہے ۔ جب جہاں جی چاہے رہے ۔ تم پر جب خدا نے دنیا تنگ نہیں کی تو تم اینٹ ۔ مٹی ۔ پتھر کی دیواروں میں اپنے کو قید کر دینا کیوں چاہتے ہو ۔ دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے ۔ دنیا کے لئے تم کو خدا نے نہیں پیدا کیا ۔ زمین کا چپہ چپہ تم کو دیکھنے کے لئے ترستا ہے ۔ جب دنیا میں آیا ہے ۔ تو سب سے پہلے دنیا دیکھ پھر تیری عقل میں آئے گا کہ اللہ کیا ہے ۔ اس کی خدائی کیا ہے اس کا رحم کیا ہے ۔ اس کا کرم کیا ہے ۔ اس کا قہر کتنا ہیبت ناک ہے ۔ اینٹ اور پتھر کی چار دیواری میں اپنے کو قید نہ کر ۔ قید تو جانور رہتا ہے انسان نہیں ۔ اور تو تو فقیر ہے ۔ فقیر کا کوئی گھر نہیں اور سب گھر فقیر کے ہیں ۔

(حسینی)

چراغِ راہ نمبر ۹۱

"معشوق کا ترسانا اور حجاب و عتاب ہی تو رحم و فضل ہے" (وارث پاک)

مرض کہتے ہیں سب اس کو یہ ہے لیکن مرض ایسا :: چھپا جس میں علاجِ گردشِ چرخِ کہن بھی ہے
(اقبال)

عشق کی منزل بہت دشوار گزار اور کٹھن ہوتی ہے۔ اسی لئے طالب بہت مشکل سے پسند کرتے ہیں۔ وہی پسند کرتے ہیں جس کی فطرت خطر پسند ہوتی ہے۔ جس کام کے نام سے اوروں کا دل دہل جاتا ہے عاشق کے لئے ایک اشارہ کافی ہے۔ دنیا کے جتنے بھی نمایاں کارنامے ہیں سب کے سب عاشق ہی کے دم سے ظہور میں آئے ہیں۔ چاہے وہ کارنامے مادّی دنیا کے ہوں یا روحانیت کے۔ عاشق ہی کے خونِ جگر کا نذرانہ ہے عاشق وصل کا دیوانہ ہوتا ہے وہ چاہتا ہے کہ حجاب اٹھے اور جلوہ نظر آئے۔ اسی دھن میں وہ پارہ کی طرح بے قرار رہتا ہے۔ معشوق بھی عاشق کے جذبۂ صادق کا احترام کرتا ہے وہ بھی چاہتا ہے کہ اپنے جانباز اور جاں نثار عاشق کو اپنی آغوش میں بٹھا لے۔ مگر شرط صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ عاشق صرف اپنے معشوق کے رخِ زیبا ہی کا دیوانہ ہو۔ معشوق اپنا کوئی رقیب بنانا نہیں چاہتا ہے۔ اس لئے معشوق کو اپنے دل پر پتھر باندھ کر اپنے جاں نثار عاشق کے عشق کو پختہ کرنے کے لئے ظالم بننا پڑتا ہے۔ وہ اس لئے ترساتا ہے۔ حجاب کرتا ہے عتاب دیتا ہے تاکہ اس کے عاشق کی محبت میں جذبہ آئے تڑپ آئے۔ محبت پختہ ہو جائے بظاہر معشوق کا ترسانا، حجاب عتاب ہے۔ مگر باطن یہ رحم و فضل ہے اگر معشوق ایسا

نہ کرے تو اس کا عاشق ہرجائی ہو جائے۔ اور بھونرا بن کر پھول پھول دوڑتا پھرے اس لئے کہ وصل کے بعد عشق کی تپش ٹھنڈی ہو جاتی ہے یہ آگ ایسی ہوتی ہے کہ ایک بار ٹھنڈی ہونے کے بعد دوبارہ نہیں سلگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عاشق کو وصل اس وقت نصیب ہوتی ہے۔ جب تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو جاتے ہیں اس میں گم ہو جانے ہی کو وصال کہتے ہیں۔ (حسین)

چراغِ راہ نمبر ۹۲

"تسلیم و رضا جب ہے کہ شر کو بھی خیر سمجھے۔ اور خیر تو خیر ہی ہے۔ اور تکلیف بھی عاشق و معشوق کا راز و نیاز ہے۔" (وارث پاک)

تیری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری :: میری دعا ہے تیری آرزو بدل جائے (اقبال)

تسلیم و رضا کی منزل "فیض ولایت اور فیض نبوت کے ظہور کی منزل ہے اس لئے فقیری کے سب سے دشوار گزار منزل یہ عاشقِ صادق کا امتحان ہوتا ہے۔ شر کو خیر سمجھنا معشوق کی جفا کو عطا سمجھنا۔ صرف زبان سے نہیں۔ صرف دماغ سے نہیں صرف عقل سے نہیں بلکہ دل کی گہرائی سے دل کے ہر گوشہ اور ہر پہلو سے پوری تصدیق اور یقین کامل سے سمجھنا اس کا نام تسلیم و رضا ہے۔ جوان بیٹے کی موت۔ کل بادشاہ اور آج گدا۔ صبح تندرست اور شام موت کی آخری ہچکی۔ بیٹھے بٹھائے ذلت اور رسوائی کا

ایثار۔ بلائے ناگہانی سب شر سب جفا مگر دلی تصدیق یہ کہ خیر ہے۔ عطا ہے۔ ایسے یقین محکم اور ایسی تصدیق کا نام رضا و تسلیم ہے۔ اس طرح کی تصدیق کا قائم ہونا عاشق کے بس کی بات نہیں۔ بڑے سے بڑے جانباز اور جاں نثار فقیر پارہ کی طرح تھرتھرانے لگتے ہیں۔ لاکھوں میں ایک بلکہ کروڑوں میں ایک ایسے خوش نصیب فقیر ہوتے ہیں۔ جن کو خدا اپنی مخصوص عنایت اور رحمت والی نظر سے دیکھتا ہے اور تسلیم و رضا جیسی قیمتی گوہر درخشاں سے مالا مال کر دیتا ہے۔ ایسے ہی عشاق کو اللہ کی طرف سے ہر حال میں ایک حال ہوتا ہے۔ کہ وہ ہر چیز سے اور ہر مخلوق سے جو چاہیں کرا دیں۔ عاشق راہی ہوتا ہے۔ منزل دور دراز ہوتی ہے۔ راستے پرخطر اور پیچیدہ ہوتے ہیں۔ معشوق باخبر ہوتا ہے اور عاشق بے خبر۔ بے خبری میں عاشق راحت کے راستے کو تکلیف تصور کرتا ہے۔ مگر باخبر معشوق اپنے عاشق جانباز اور جاں نثار کو پیار و محبت کے ذریعہ حجاب و عتاب کے ذریعہ۔ کبھی ترسا کر، کبھی ڈرا کر۔ کبھی تسلی دیکر منزل بہ منزل طے کراتا جاتا ہے۔ منزل جب تک نہیں آتی ہے۔ عاشق تڑپتا ہے۔ اور ہر قدم پہ تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ سچ ہے تکلیف بھی عاشق و معشوق کا رازِ دنیاز ہے۔ (حسین)

چراغِ راہ ۹۳

"جو تم سے محبت کرے۔ اس سے محبت کرو۔ نہ کسی کے حق میں دعا کرو نہ بد دعا تم رضا و تسلیم کے بندے ہو" (وارث پاک)

تیری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی :. مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے

(اقبال)

رضا و تسلیم کے بندے۔ خیر تو خیر۔ شر میں بھی خیر دیکھتے ہیں۔ معشوق کی جفا میں عطا دیکھتے ہیں۔ ایسے بندگانِ خدا کی نگاہ میں قدرت کی ہر چیز اپنی اصلی نوعیت پہ نظر آتی ہے۔ اس کی نگاہ دوربین اور اندرون بین ہو جاتی ہے۔ راز اور نیازِ عشق اس پر کھل جاتے ہیں۔ اس کے تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو جاتے ہیں۔ قطرہ کی ساری تڑپ اور بیقراری عشق کے سمندر میں جاتے ہی سکون اختیار کر لیتی ہے۔ اس کی زبان پہ نہ کسی کے حق میں دعا ہوتی ہے۔ اور نہ بد دعا۔ جو اس سے محبت کرتا ہے۔ اس سے وہ محبت کرتا ہے۔ یہی راضی برضا کی منزل ہے مرضیِ مولا کی منزل ہے۔ فقیری کی سب سے اعلیٰ مرتبہ کی منزل ہے یہ سعادت زورِ بازو سے نہیں ملتی ہے۔ یہ خدا کی خاص الخاص عنایت ہے۔ رحمت ہے جسے بخش دے۔

(حسین)

چراغِ راہ ۹۴

ؒ تسلیم و رضا بی بی فاطمہ اور دونوں صاحبزادوں کا حصّہ ہے (وآرث پاک)

ہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا :- اتر گیا جو ترے دل میں لاشریک لہٗ (اقبالؔ)

چوں کہ فقیری حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ہونہار دونوں لختِ جگر حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کی ذات بابرکت پر مکمل ہوئی۔ اور ان ہی کے ذریعہ یہ فیضِ عام جاری ہوا۔ اسی طرح تسلیم و رضا کی منزل جو فقری کی آخری اور اعلیٰ ترین منزل ہے وہ بھی ام الفقرا حضرت بی بی فاطمہؓ اور امام الشہدا حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ پر ہی تکمیل تک پہنچی۔ تسلیم و رضا کا امتحان جو ام الفقرا نے دیا یا امام الشہدا نے دیا وہ بے مثال ہے اور قیامت تک دوسری مثال اس کی قائم نہیں ہو سکتی ہے۔ خیر تو خیر شر کو بھی خیر اس درجہ سمجھا کہ معبود حقیقی کو بھی آفریں کہنا پڑا۔ معشوق حقیقی کی جفا کو ایسا عطا سمجھا کہ انسان تو انسان ہر جاندار ایک زبان ہو کر مرحبا مرحبا کہہ اٹھا۔ آخر کیوں نہ ہو آپ کا لگاؤ کس سے تھا۔ نسبت کس سے تھی۔ نور کس کا تھا۔ محبوب خدا کا تھا۔ رحمتہ اللعالمین کا تھا۔ محبت کامل کا تھا انسان کامل کا تھا۔ امام الاولیا حضرت علی شیر خدا۔ مولا مشکل کشا کی شریکِ حیات اور ان کے دونوں صاحبزادے تسلیم و رضا کی منزل کی صفِ اول میں اگر جگہ نہ پاتے تو اور کون پا سکتا تھا۔ یہ خصوصیت والی عنایت خداوندی اگر ان کے حصہ نہ آتی تو اور کون اس کا مستحق ہو سکتا تھا۔ جیسی نیکی ویسا بدلہ

جیسی قربانی ویسا صلہ۔ اللہ سب سے بڑا منصف ہے اس کے انصاف پر انسان تو انسان پرندے پر نہیں مار سکتے۔ ———— (حسینؔ)

چراغِ راہ ۹۵

ؒ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک رضائے معشوق کے لئے تمام خاندان کو میدان کربلا میں شہید کر دیا — (وآرث پاک)

محبت ہی وہ منزل ہے کہ منزل بھی ہے صحرا بھی :- جرس بھی کارواں بھی راہبر بھی راہزن بھی ہے (اقبالؔ)

میدانِ کربلا کا واقعہ دنیائے اسلام کے لئے اہم اور عبرتناک واقعہ ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام باغِ اسلام کے درخشاں پھول تھے یزید بھی باغِ اسلام کا نمایاں پھول تھا مگر آل عبا کی محبت دل میں نہ تھی اس لئے پرخاش پر کمر باندھ کر ستیاناس ہوا۔ نبی کریم صلعم کی وفات کے بعد دین اسلام کی خلافت چاروں جلیل القدر صحابی پروانہ رسول، عاشق دین، یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے ذمہ اور حصّہ میں آئی۔ دشمنانِ اسلام اور منافقانِ دین نے دین اسلام کی بنیاد کو چاروں جلیل القدر خلیفوں کے دوران خلافت میں ہی حد درجہ کمزور کر دیا تھا۔ حضرت علی شیر خدا کی شہادت اور ان کے پردہ کر جانے کے بعد خلافت کی رہی سہی عزت خطرہ میں پڑ گئی۔ باغِ اسلام میں خزاں آگئی بزرگوں نے اور شارعِ اسلام نے جس درخت اسلام کو اپنے خونِ جگر سے سینچ کر پھل دار اور

شاندار درخت بنایا تھا۔ اس کی جڑ ہلنے لگی۔ شاخیں کٹنے لگیں۔ پتے جھڑنے لگے۔ عنقریب تھا کہ باغِ اسلام کا درخت زمین پر آگرے مگر معبودِ حقیقی کا اپنے محبوب سے وعدہ تھا کھلم کھلا قرآن کا اعلان تھا کہ خدا اپنے قرآن کا۔ اپنے دین اسلام کا خود محافظ ہے۔ وعدے کے مطابق معبودِ حقیقی کا اپنے تسلیم و رضا والے بندے کی طرف اشارہ ہوا جنکو عطا سمجھنے والے عاشق جانباز اور جاں نثار کی طرف انگلی اٹھی۔ اور انگلی کے اٹھتے ہی عاشق صادق حضرت امام حسین علیہ السلام رضائے یار کے لئے رضائے معشوق کے لئے تن من دھن کے ساتھ تمام خاندان کے ساتھ شیر خوار بچوں کے ساتھ میدانِ کربلا میں حاضر ہو گئے۔ اور سب کے سب جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ ایک طرف تسلیم و رضا کی منزل کا امتحان تھا اور دوسری طرف اپنے وعدہ کے مطابق اپنے اسلام دین کی حفاظت منظور تھی۔ منزل بھی طے ہو گئی اور دینِ اسلام کی حفاظت بھی پوری ہوئی۔ عاشق بھی اپنی منزل فقیری کا بادشاہ بنا اور معشوق کی بھی اپنے محبوب کے سامنے لاج رہ گئی۔ یہ تھا اصل میں رازِ و نیازِ عشق۔ جو میدانِ کربلا کے نام سے مشہور ہے۔ رمزِ عاشقی و معشوقی نازک ہے۔ کوئی اس کو کیا سمجھ سکتا ہے۔ جو حضرت امام حسینؑ کی شان میں نہ کہنے والی بات منہ سے نکالتے ہیں۔ وہ اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ یہ رازِ نیازِ عشق ہے۔ شائد اس کو کیا جانیں۔ یہ کام فقیروں کا ہے۔ جن کی کوئی سانس یادِ خدا سے خالی نہیں جاتی ہے۔ جن کا ایمان رضائے یار ہوتا ہے۔ فقیر شمع الہٰی کے پروانے ہوتے ہیں۔ شمع جلی اور پروانے جاں نثار اور قربان۔ یہی حال تھا فقیروں کے بادشاہ حضرت امام حسینؑ کا۔ جنہوں نے ایک رضائے معشوق کے لئے تمام خاندان کو میدانِ کربلا میں شہید کر دیا۔

انتہا یہ کہ اس وقت سے لے کر آج تک ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں فقیر۔ غلام حسینؑ خاکِ حسینؑ، تن من دھن سب قربان کرتے چلے آ رہے ہیں اور اس دینِ اسلام کے درخت کو اپنے خونِ جگر سے سینچ رہے ہیں۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ یہی فیض حسینؑ ہے۔ یہی پیرویٔ حسینؑ ہے۔ یہی سنتِ حسینؑ ہے (حسین)

چراغِ راہ ۹۶

"انسان جس چیز کو مضبوط پکڑے اور اس پر رک جائے وہیں خدا ہے۔"

(وارث پاک)

حقیقت اپنی آنکھوں پر نمایاں جب ہوئی اپنی ⁂ مکاں نکلا ہمارا خانۂ دل کے مکینوں میں (اقبال)

خدا کا ملنا تہبند پر موقوف نہیں ہے۔ طلبِ صادق ہے تو ہر لباس، ہر چیز اور ہر ذرہ میں ملتا ہے۔ ملنے کی شرط صرف ایک ہے۔ مضبوط پکڑنے اور رک جانے کا۔ انسان جس چیز کو مضبوط پکڑے اور اس پر رک جائے وہیں خدا ہے۔ اس سے بڑی عنایت اور کیا ہو سکتی ہے اس نے اپنے ملنے کا کوئی خاص گھر۔ کوئی خاص شے، کوئی خاص مقام مقرر نہیں کیا ہر جہاں چاہو جس جگہ چاہو۔ جس شے میں چاہو اس سے مل سکتے ہو۔ چیز یا شے کا انتخاب تمہیں چھوڑا ہے۔ چن لو، انتخاب کر لو۔ کہاں ملو گے۔ کس چیز میں ملو گے۔ یہ خدا کو بتا دو۔ اس کے جواب میں خدا اتنا ہی چاہتا ہے۔ کہ جب تم نے اس چیز کی تخصیص کر لی۔ اس شے کو انتخاب کر لیا۔ تو اس چیز یا اس شے کو مضبوط پکڑے رہو۔ اس پر رک جاؤ نہ آگے بڑھو

اور نہ پیچھے۔ تمہارے مضبوط اکھڑنے اور رک جانے کا امتحان ہوگا۔ تمہارے ایثار و قربانی کا امتحان ہوگا۔ تمہارے تن من دھن کا امتحان ہوگا۔ تمہارے ایمان کا امتحان ہوگا۔ تمہارے یقین اور تمہاری تصدیق کا امتحان ہوگا۔ رضا و تسلیم کا امتحان ہوگا۔ رضائے یار کا امتحان ہوگا اگر سب منزلوں سے تم پار ہو گئے۔ تو خدا ایک حسین معشوق کی صورت میں تمہیں ملے گا۔ اور تمہاری ساری امیدیں۔ ساری تمنائیں بر آجائیں گی۔ تم دین و دنیا دونوں جگہ ستارے بن کر چمکو گے۔ مست دیے غم بن کے۔ باغِ دنیا اور باغِ جنت میں سیر کرتے نظر آؤ گے۔

—— (حسین)

چراغِ راہ ۹۷

؎ نفوس کو ذائقۂ موت ہے۔ اور روح کو ذائقۂ موت نہیں۔ قرآن پاک میں حق تعالیٰ فرماتا ہے ”کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ“ یہ نہیں فرمایا۔ کُلُّ رُوحٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ ۔

(وارث پاک)

اگر نہ ہو تجھے الجھن تو کھول کر کہہ دوں: وجودِ حضرتِ انساں نہ روح ہے نہ بدن (اقبال)

نفس اور روح دونوں ایک دوسرے سے بالکل جدا چیز ہے۔ ایک خاکی ہے تو دوسرا نوری۔ ایک کو موت ہے مگر دوسرے کو موت نہیں۔ ایک آقا ہے تو دوسرا غلام ایک بندہ ہے تو دوسرا خدا کی آواز یا جلوہ۔ نفس کو موت ہے روح کو موت نہیں

نفس خاکی ہے اور روح نوری۔ نفس غلام ہے اور روح آقا۔ نفس بندہ ہے اور روح خدا کی آواز یا خدا کا جلوہ۔ پانی، مٹی، آگ اور ہوا کے ظہور ترتیب سے نفس بنتا ہے جس کو لوگ زندگی کہتے ہیں۔ جب یہی عناصر پریشان ہو جاتے ہیں۔ تو اسے موت کہتے ہیں مگر روح خدا کا نور ہوتی ہے۔ خدا کی آواز ہوتی ہے۔ خدا کا جلوہ ہوتا ہے۔ نہ اس کی کوئی علاوہ اپنی شکل ہوتی ہے۔ اور نہ کوئی ترتیب۔ نہ اس کی کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی تشریح۔ وہ تمام حد بندیوں سے مبرا اور پاک ہے۔ جو تعریف نورِ خدا کی ہے۔ وہی تعریف قطرۂ نور یعنی روح کی ہے۔ وہ روح اللہ کے حکم سے نفسِ انسانی میں آتی ہے اور اسی کے حکم سے قفسِ عنصری کو چھوڑ کر واپس لوٹ جاتی ہے۔ قطرۂ نور سمندرِ نور میں مل جاتا ہے۔ اس کو موت کے ذائقہ سے کیا نسبت۔ نفوس کو ذائقۂ موت ہے اور روح کو ذائقۂ موت نہیں برحق ہے برحق ہے

—— (حسین)

چراغِ راہ ۹۸

؎ عشق تین حرفوں سے مرکب ہے۔ ع۔ ش۔ ق عین سے عبادتِ الٰہی مقصود ہے ”ش“ سے پابندیٔ شرع شریف ”ق“ سے قربانیٔ نفس۔

—— (وارث پاک)

عشق دمِ جبرئیل۔ عشق دلِ مصطفیٰ ∴ عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام (اقبال)

یہ اشارہ فقیروں، درویشوں کی ہدایت کے لئے ہے جو اپنے جوشِ جنوں۔ اپنے عشق کی تکمیل کے لئے کسب۔ ریاضت۔ عملیات۔ جیسی خرافات میں پھنس کر اپنا سب کچھ کھو

بیٹھتے ہیں۔ اور ساری زندگی ضرب لگاتے لگاتے۔ حق اللہ کا نعرہ لگاتے لگاتے تھک جاتے ہیں۔ مگر عشق کی پہلی سیڑھی پہ بھی ان کا قدم جمتا نظر نہیں آتا ہے۔ ان ہی راہیوں کے لئے۔ ان ہی طالبوں کے لئے عشق کی تشریح مکمل اور جامع تفسیر خود اپنی زبانِ مبارک سے وارث پاک نے کر دی ہے۔ عبادتِ الٰہی پابندیٔ شرع شریف اور قربانیٔ نفس۔ چراغِ عشق کی جُدا جُدا تین لوئیں ہیں۔ طالب کا کام صرف اتنا ہے۔ کہ وہ بیک وقت اس چراغِ عشق کی تین لوؤں کو تین باتیوں کو بیک وقت روشن کریں اور قطرۂ خونِ جگر کے گھی سے چراغِ عشق کو بھر پور رکھیں۔ جب عبادتِ الٰہی۔ پابندیٔ شرع شریف اور قربانی نفس کی اینچی بڑھتے بڑھتے ایک دوسرے سے پیوست ہو جائے۔ ایک دوسرے میں جذب ہو جائے۔ یا یوں سمجھئے کہ چراغ کی تینوں لوئیں جلتے جلتے ایک لو ہو جائے تو اس ترتیب۔ اس جذب۔ اس پیوست کو عشق کہتے ہیں۔ عشق کی تکمیل اس سے بھی زیادہ کٹھن اور دشوار گذار منزل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقیر کم اور مشائخ زیادہ ہوتے ہیں۔ چوں کہ منزلِ عشق سخت اور دشوار گذار ہوتی ہے۔ اس لئے طالب مشکل سے پسند کرتے ہیں۔ وہی پسند کرتے ہیں جو مجنوں اور فرہاد کا دل لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سب کا کام نہیں۔ یہ وہبی چیز ہوتی ہے۔ کسب سے کچھ نہیں ملتا۔ نجات چاہتے ہو تو کسب چھوڑ دو۔ اور اپنی محنت مزدوری کے کام میں لگ جاؤ۔ —— (حسینؒ)

چراغِ راہ ۹۹

ع عاشق کی ابتدا میں عین ہے اور شرع کی اخیر میں "ع" ہے یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو کوئی شرع شریف کے درجات کو آخر تک طے نہ کرے وہ عشق میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ کمالِ عشق یہ ہے کہ عاشق سے معشوق ہو جائے۔ عاشق وہی ہے جو ذاتِ معشوق میں محو ہو جائے۔ (وارث پاک)

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحبِ فروغ: عشق ہے اصلِ حیات موت ہے اس پر حرام
(اقبال)

یہ ارشاد ان بزرگ ہستیوں کے لئے خصوصیت کا درجہ رکھتا ہے جو عشق کی راہ میں ایک جانباز اور جاں نثار طالب کی حیثیت سے سفر کر رہے ہیں۔ سفر کرتے کرتے منزل طے کرتے کرتے دفعتاً شیطان اس کے کانوں اور دلوں میں یہ آواز ڈال دیتا ہے کہ تم عشق کے پروانے ہو۔ پھول کے شیدائی ہو۔ لیلیٰ کے مجنوں ہو۔ شیریں کے فرہاد ہو۔ معبود حقیقی کے متوالے ہو۔ تمہیں شرع شریف سے کیا واسطہ۔ اس کی پابندی تم پر لاگو نہیں ہوتی۔ یہ ان کے لئے ہے جو مشائخ ہیں۔ فقیر کے لئے نہیں۔ ایسے ہی خوش فہم ہستیوں کی ہدایت اور راہنمائی آپ فرما رہے ہیں۔ اور اپنے طفلِ مکتب فقیروں کو سبق دے رہے ہیں۔ عاشق کی ابتدا میں عین ہے اور شرع کے اخیر میں عین ہے۔ یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے۔ کہ جو کوئی طالب یا فقیر شرع شریف کے درجات کو آخر تک طے نہ

کرے وہ عشق میں کمال حاصل نہیں کرسکتا۔ کمالِ عشق یہ ہے کہ عاشق سے معشوق ہو جائے۔ عاشق وہی ہے۔ جو ذاتِ معشوق میں محو ہو جائے۔ شرع شریف کیا ہے۔ قرآن کریم ہے۔ یہ اللہ کی معبودِ حقیقی کی۔ معشوقِ حقیقی کی آواز ہے۔ جلوہ ہے۔ نور ہے۔ اسی شرع شریف کے درجات کو آخر تک طے کرنے کے بعد رسولِ خدا محبوبِ خدا ہوئے۔ یعنی عاشق سے معشوق ہوئے یہی شرع شریف کے درجات کو بقدرِ ظرف اور پیمانہ تم طے کروگے تو تمہارے عشق میں کمال حاصل ہوگا پیارے۔ شرع شریف کے بغیر فقیری ایک پھول ہے جس میں خوشبو نہیں۔ ایک موتی ہے جس میں آب نہیں۔ ایک ہیرا ہے جس میں تاب نہیں۔ —— (حسین)

چراغ راہ ۱۰۰

" عشق ایک بے نظیر معشوق ہے۔ اور محبوب کی محبت کے اثرات اس میں کیمیا کی خاصیت رکھتے ہیں۔ (وارث پاک)

عشق کے مضراب سے نغمۂ تارِ حیات ∴ عشق سے نورِ حیات عشق سے نارِ حیات
(اقبال)

اس ارشاد میں طالبوں۔ فقیروں، اور عاشقوں کو ہدایت ہے کہ وہ اس سے بے پرواہ ہو جائیں۔ کہ ان کا نام معشوق حقیقی کے یہاں درج بھی ہے کہ نہیں۔ ان کے دردبھرے دل کی آواز کی رسائی بھی ہے کہ نہیں۔ اس سے بھی بے فکر۔ بے پرواہ اور بے خبر ہو جائے عشق ہی کو اپنا بے نظیر معشوق تصور کرلے۔ اسی جنونِ عشق میں عبادتِ الٰہی۔ شرع شریف

اور قربانیِ نفس کے درجات کو طے کرتا جائے۔ طے کرتے کرتے فنا ہو جائے۔ گم ہو جائے۔ اپنی ہستی کو نیست کردے تمام صفاتِ عشق کو ذات میں فنا کردے ایک دن ایسا آتا ہے کہ معبودِ حقیقی۔ یعنی معشوقِ حقیقی اپنے اس جانباز اور جاں نثار عاشق کے روبرو رخِ زیبا کی شکل میں۔ پری پیکر کی شکل میں۔ مسیح کی شکل میں۔ لیلیٰ کی شکل میں شیریں کی شکل میں۔ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور اپنے عاشق کو آغوش میں لے لیتا ہے۔ محبوب کی محبت کے اثرات عشق میں کیمیا کی خاصیت رکھتے ہیں۔ یہ محبوب کی محبت ہی کے اثرات تھے جس نے عرب جیسے مسِ خام کو کندن بنا کر رکھ دیا۔ عجم جیسے لوہے کو فولاد بنا کر رکھ دیا۔ عشق کیمیا ہے۔ عشق ایک بے نظیر معشوق ہے عشق دمِ جبرئیل۔ عشق دلِ مصطفیٰ۔ عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام —— (حسین)

چراغ راہ ۱۰۱

" جس کو معشوق چاہتا ہے عشق کی زنجیر میں جکڑ دیتا ہے " (وارث پاک)

ہے خواب ثباتِ آشنائی ∴ آئینِ جہاں کا ہے جدائی (اقبال)

یہ ارشاد ان بزرگ ہستیوں کی رہنمائی کے لئے ہے۔ جو کسب۔ ریاضت، عملیات کے ذریعہ عاشق بننا چاہتے ہیں۔ عاشق بننا خود اختیاری نہیں ہے۔ معشوق اپنی مرضی کا مالک اور مختار ہے۔ یہ اس کی مرضی۔ وہ جس کو چاہے اپنے چاہنے والے کے گروہ میں شامل کرلے۔ جس پر نظرِ انتخاب پڑجاتی ہے۔ اس کی خیر نہیں ہے۔ اس کا چھٹکارہ نہیں ہے

وہ ہزار بھاگے ہزار کودے، مگر نجات نہیں۔ شور و غل کرنے پر پاؤں میں بیڑی پہننی پڑتی ہے۔ قید خانے کی ہوا کھانی پڑتی ہے۔ معبودِ حقیقی یا معشوقِ حقیقی کی دنیا سے یا اُس کی بادشاہت سے آخر دیوانہ بھاگ بھی کہاں سکتا ہے ایک روز تھک کر عشق کی زنجیر میں جکڑا کر معشوق کے روبرو پیش ہو جاتا ہے۔ اور وعدہ کرتا ہے کہ آج سے آپ ہی کے غلام رہیں گے۔ آپ ہی کا نام لیں گے۔ آپ ہی کے سہارے جیئں گے۔ ساری زندگی عبادتِ الٰہی۔ پابندیٔ شرع شریف اور قربانیٔ نفس میں صرف کردیں گے۔ کل کا گستاخ اور باغی توبہ کرنے کے بعد۔ وعدہ کرنے کے بعد ایسا وفادار ایسا تابعدار۔ غلام۔ ایسا شیدائی۔ ایسا عاشق ثابت ہوتا ہے۔ کہ اپنی عبادت کے ذریعہ اپنی پابندیٔ شرع کے ذریعہ۔ اپنی تن من دھن کی قربانی کے ذریعہ ہزاروں دن کے سفر کو منٹ بھر میں طے کرلیتا ہے۔ راضی برضا تسلیم و رضا کی انتہا یہ کہ اپنی تمام صفات عشق ذات میں فنا کردیتا ہے۔ اپنی ہستی نیست کردیتا ہے۔ اپنے کو گم کردیتا ہے۔ عاشق و معشوق ایک ذات ہوجاتے ہیں۔ خدا کو ایسا بندہ چاہیئے ایسا فقیر چاہیئے۔ ایسا عاشق چاہیئے۔ عشق وھبی چیز ہے کسب سے کچھ نہیں ہوتا۔ ریاض سے کچھ نہیں بنتا۔ نجات چاہتے ہو تو کسب چھوڑ دو۔

(حسین)

چراغِ راہ ع۱۰۲

"کمالِ عشق یہ ہے کہ عاشق سے معشوق ہوجائے" (وارث پاک)

کثرت میں ہوگیا ہے وحدت کا راز مخفی :. جگنو میں جو چمک ہے وہ پھول میں مہک ہے

(اقبال)

عاشق کی ابتدا میں عین ہے اور شرع کی آخر میں عین ہے۔ یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے، کہ جو کوئی شرع شریف کے درجات کو آخر تک طے نہ کرے وہ عشق میں کمال حاصل نہیں کرسکتا۔ شرع شریف۔ قرآن کریم ہے جو حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ حضرت محمد الرسول اللہ صلعم پر نازل ہوا۔ انہوں نے قرآن کریم کے ایک ایک حرف " الف سے لیکر ی " تک شروع سے لے کر اخیر تک کی پیروی کی۔ یہ پیرویِ قرآن کریم کے سنہرے نشان مبارک اب تک موجود ہیں جو احادیث نبی کے نام سے موسوم ہیں چونکہ آپ کی ذات انسان کامل کی ذات تھی۔ محبتِ کامل کی ذات تھی۔ اسی لئے شرعِ شریف کے درجات یعنی قرآن کریم کے احکام پورے کے پورے حسن و خوبی کے ساتھ انجام پاگئے۔ اس طرح عشق میں کمال حاصل ہوگیا۔ سند اس کی یہ ہے کہ معراج کی رات میں حسن و عشق ایک ہوگیا۔ راز و نیاز ایک ہوگیا۔ تمام صفاتِ عشق ذات میں فنا ہوگئے۔ عاشق و معشوق ایک ہوگئے۔ کمالِ عشق یہ کہ عاشق سے معشوق ہوگئے۔ اور محبوبِ خدا کا لقب پایا۔ یہ خاص الخاص و الا مرتبہ ہے۔ یہ درجہ کسی اور کو نہ ملا ہے۔ اور نہ ملے گا۔ نہ اتنا بڑا ظرف لے کر کوئی پیدا ہوگا اور نہ اتنی بڑی منزل طے کریگا۔ خدا کے بعد بزرگی محبوبِ خدا پر ختم ہے۔

حسنِ یوسف۔ دمِ عیسیٰ۔ یدِ بیضا داری :. آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(حسین)

چراغِ راہ ۱۰۳

؎ عشق وہی حاصل کرنا چاہیئے جو مرتے کے وقت کام آئے ۔ اور وقت موت زبان
سے نکلے۔ اگر زبان سے کلمہ ادا نہ ہو سکا۔ علم کس کام آیا۔ (وارث پاک)

خیر۔عقل۔خرد کی ناتوانی ؎ نظر دل کی حیاتِ جاودانی
(اقبالؒ)

انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے۔ جس سے محبت ہوتی ہے۔ یا عشق ہوتا ہے۔ جسکے تصوّر میں مرتا ہے۔ اسی کے ساتھ حشر ہوتا ہے۔ اس لئے ہدایت ہے کہ ،، عشق وہی حاصل کرنا چاہیئے جو مرنے کے وقت کام آئے۔ اور وقت موت زبان سے نکلے اگر زبان سے کلمہ ادا نہ ہو سکا۔ علم کس کام آیا۔ یوں تو ہر طالب کو اختیار ہے کہ وہ جس سے جی چاہے عشق کرے۔ محبت کرے۔ مگر درویشوں اور فقیروں کو خصوصیت کے ساتھ تاکید ہے۔ کہ وہی عشق حاصل کرنا چاہیئے جو مرتے وقت کام آئے۔ قبر میں کام آئے۔ اور حشر کے میدان میں کام آئے۔ وہ عشق معبود حقیقی کا عشق ہے۔ اگر معبود حقیقی تمہارا معشوق ہے تو تمہاری ساری زندگی اسی کے ساتھ بیت جائے گی۔ اگر معبود حقیقی کے تصور میں زندگی گذارو گے۔ تو اسی کی یاد۔ اسی کا تصوّر مرتے وقت ہوگا۔ اسی کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ بوقت موت زبان سے نکلے گا۔ پھر یہی کلمہ طیّب التصور بن کر نور بن کر تمہاری قبر کو بھی منوّر کریگا اور حشر کے میدان میں بھی باعثِ نجات ثابت ہوگا۔ جب انسان پیدا ہوتا ہے۔ تو یہی کلمہ طیّب بچے کی زبان پہ ہوتا ہے۔ اور جب اس کی موت بھی کلمہ طیّب ہی پر ہوتی

ہے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ اس کی ابتدا لا الہ الا اللہ اس کی انتہا لا الہ الا اللہ اس کی ساری زندگی سمٹ کر صبح و شام بن جاتی ہے ۔ جو کلمہ صبح کو تھا وہی کلمہ شام کو ۔ درمیان کی ساری چیزیں ڈھل جاتی ہیں۔ قطرۂ نور سمندر نور میں پیوست ہو جاتا ہے اس کو کبھی موت نہیں ہوتی ہے۔ عشقِ خدا۔ عشق رسولؐ ۔ عشق قرآن سب سے بڑا اور کارآمد عشق ہے باقی سب فریبِ نظر اور فریبِ دل ہے ـــــ (حسین)

چراغِ راہ ۱۰۴

؎ موحدین شیطان و رحمان میں فرق نہیں کرتے۔ اور عشاق شیطان کو بُرا نہیں کہتے
بلکہ واقعۂ ابلیس خاص قسم کا ایک سبق ہے۔ لیکن شریعت کی رو سے ابلیس نے یہ غلطی
ضرور کی کہ آدمؑ کو غیر سمجھا۔ خلق اللہ آدم علی صورتہ کا خیال نہ کیا ۔ (وارث پاک)

گر کبھی خلوت میسّر ہو تو پوچھ اللہ سے ؎ قصۂ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو (اقبالؒ)

شیطان نعوذ باللہ رحمان کا رقیب نہیں ۔ وہ بھی مخلوق ہے۔ ہم بھی مخلوق ہیں۔ شیطان کی پیدائش آگ سے ہے اور ہماری مٹی سے ۔ جن و ملک سب آتشی ہیں اور ہم سب خاکی فرشتوں کو محبت جزوی ملی ہے اور انسان کو محبت کامل ۔ ان کا کام جدا ہے اور ہمارا کام جدا۔ ہیرو کا پارٹ انسان کو ملا ہے ۔ اور ویلین کا پارٹ شیطان اور ابلیس کو۔ موحدین اسی لیے شیطان اور رحمان میں فرق نہیں کرتے۔ اور عشاق شیطان کو بُرا نہیں

کہتے۔ بڑا کہنے اور سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے یہ تو تماشائی جانیں یا اس تماشا گاہ دنیا کا خالق جانے کہ ہیرو کا پارٹ قابلِ تحسین ہے یا کہ ویلین کا ہم دونوں تیرے خدا کے ہیں دونوں آپس میں لڑ رہے ہیں۔ خیر و شر کی لڑائی ہو رہی ہے۔ ہم کو صرف اپنے پارٹ سے واسطہ ہے۔ پارٹ اس طرح ادا ہو کہ خالق آفرین پکار اٹھے۔ سارا پارٹ شرع شریف کے حکم کے مطابق ہو۔ چاہے تن من دھن سب کی بازی نہ لگا دینی پڑے۔ اس بازی میں اس کھیل میں اپنے رقیب شیطان سے بھی باخبر اور ہوشیار رہنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہمیں بے خبر پا کر ضرب کاری لگا کر چلا جائے۔ اور بازی جیت لے۔ رہ گیا واقعۂ ابلیس۔ تو یہ ایک خاص قسم کا سبق ہے شریعت کی رُو سے ابلیس نے یہ غلطی ضرور کی کہ آدم کو غیر سمجھا۔ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بتایا ہے اس کا خیال نہیں کیا۔ اس ایک نادانی کی بنا پر راندۂ درگاہ ہوا۔ اور تماشا گاہ دنیا میں اس کو ویلین کا پارٹ ملا۔ جس کو وہ حضرت آدم سے لے کر آج تک کر رہا ہے اور قیامت تک کرتا رہے گا۔ شیطان انسان کا رقیب ہے۔ (حسین)

چراغِ راہ ۱۰۵

"ہر شخص پر پابندی شریعت اور اتباع سنت لازم ہے (وارث پاک)

قوّتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے :: دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے (اقبال)

اس ارشاد میں پابندیٔ شریعت اور اتباعِ سنت کی اہمیت بتائی گئی ہے۔

قرآن کریم میں جو احکام خداوندی درج ہیں۔ ان کو شریعت کہتے ہیں اس احکامِ خداوندی کو رسولِ کریم صلعم نے عمل کر کے جو نمونہ پیش کیا ہے وہ سب کے سب حدیث میں

درج ہیں اسے سنت کہتے ہیں۔ وارث پاک فرماتے ہیں کہ ہر شخص پر پابندی شریعت اور اتباع سنت لازم ہے خصوصیت کے ساتھ فقیروں پر پابندی شریعت اور اتباع سنت اور زیادہ لاگو ہوتی ہے اس لئے کہ عام مسلمان اندھے ہیں۔ بہرے ہیں اور ان کے دل جاہل ہیں مگر فقیر جو دوربین اور اندر بین دونوں ہے۔ روشن ضمیر ہے۔ پروانہ خدا۔ رسولؐ اور قرآن ہے اگر وہ پابند شرع شریف نہ ہو یا سنت کی اتباع نہ کرتا ہو تو اس کی نجات نہیں ہے آنکھ رکھتے ہوئے اندھے بننے کی سزا بھی عبرتناک ہوتی ہے۔ پھر اسے یہ بھی تو سوچنا چاہیئے کہ جو کوئی شرع شریف کے درجات کو آخر تک طے نہ کرے وہ عشق میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ فقیر فطرت کا حکیم ہوتا ہے اور بندگانِ خدا مریض ہوتے ہیں۔ اگر فطرت کا حکیم ہی کھوٹا ہے۔ اندھا ہے تو اس کے مریض کا خدا ہی محافظ اور نگہبان ہے۔ فقیر بن کے بھی لازم چیز کی پابندی یا اتباع نہیں کر سکتے تو لباس فقر اتار دو۔ یہ تمہارے زیبِ تن موزوں نہیں ہے فقر کی جگہ لباس گداگری پہن لو اور اپنے دوزخ پیٹ کو گداگری اور بھیک مانگ کر بھرنے کا ذریعہ بنا لو۔ جیسا ظرف ویسی اوقات۔ (حسین)

چراغِ راہ ۱۰۶

گ جس پر سرِّ توحید منکشف ہو جاتا ہے۔ وہ جانتا ہے۔ زبان سے اس راز کا ادا ہونا مشکل ہے۔ (وارث پاک)

کیفیت ایسی ہے ناکامی کی اس تصویر میں: جو اتر سکتی نہیں آئینۂ تحریر میں (اقبال)

زبان اور قلم یہ دونوں دماغ اور عقل کے آلۂ کار ہیں۔ زبان ترجمان ہے دماغ کی۔ اور قلم عقل کا۔ اس کی ایک حد ہے۔ بندش ہے۔ مگر توحید تمام حدود اور بندشوں سے مبرا ہے۔ زبان اور قلم توحید کے ترجمان ہو ہی نہیں سکتے۔ توحید کا راز دل اور ضمیر پر روشن ہوتا ہے۔ جو صرف محسوس کر سکتا ہے۔ سرِّ توحید کا یہ انکشاف بھی درجہ بدرجہ ہوتا ہے۔ ظرف اور پیمانے کی وسعت کے مطابق ہوتا ہے شیشۂ دل اور شیشۂ ضمیر جتنا وسیع ہوتا ہے اتنا ہی سرِّ توحید اس پر عیاں اور ظاہر ہوتا ہے۔ سمجھانے سے یہ چیز سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ زبان سے اس راز کا ادا ہونا مشکل ہوتا ہے جس پر عیاں ہوتا ہے۔ وہی جانتا ہے اور دوسرا نہیں۔ یہ عنایت خداوندی ہے جس نیک بندے کو اللہ اپنی معرفت بخش دے۔ (حسین)

چراغِ راہ ۱۰۷

گ شجرہ وغیرہ ایک رسمی چیز ہے۔ یہاں دل کے تجربے سے کام ہے (وارث پاک)

ہے عاشقی میں رسم الگ سب سے بیٹھنا: بتخانہ بھی، حرم بھی، کلیسا بھی چھوڑ دے (اقبال)

یہ ارشاد خصوصیت کے ساتھ ان بزرگ حضرات کی رہنمائی کے لئے ہے جن کو اپنے نسل، حسب۔ نسب کے شجرہ پر بہت زیادہ ناز ہوتا ہے۔ اور اسی شجرہ کو اپنی روٹی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ پیری مریدی کی تجارت کی منڈلی کھول دیتے ہیں۔ یہ رسم زیادہ تر گدی نشین، سجادہ نشین لوگوں کے یہاں اہم سمجھی جاتی ہے۔ اس شجرہ میں بزرگوں کے چند ارشادات۔ ہدایات اور مریدی کے اصول درج ہوتے ہیں۔ خاندانی حسب نسب درج رہتا ہے۔ مرید زندگی بھر اس شجرہ کو حفاظت سے رکھتا ہے اور مرنے کے بعد اس کی قبر میں شجرہ کو لٹکا دیا جاتا ہے۔ یہ ایک رسمی چیز ہے وارثی بننے کے لئے کسی سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ ان کا کوئی خلیفہ ہے۔ اور نہ ہی کوئی سجادہ نشین۔ یا گدی نشین جو ان سے محبت کرے گا۔ وہ ان کا ہے۔ یہاں جو کچھ بھی ہے پیار و محبت ہے۔ محبت دل سے ہوتی ہے اس لئے وارث پاک کے یہاں دل کے تجربے کی اہمیت ہے کاغذی اور رسمی شجرہ کی کوڑی برابر عزت نہیں۔

(حسین)

چراغِ راہ ۱۰۸

ــــ محبت کرو محبت میں سب کچھ ہے۔ بے محبت نماز روزہ بھی سب بیکار۔
دیکھو واقعہ کربلا کہ لوگ نماز بھی پڑھتے تھے۔ روزہ بھی رکھتے تھے مگر دل میں
محبت آل عبا کی نہیں تھی۔ تب تو بر خاص پر کمر باندھ کر ستیاناس ہوئے (وارث پاک)

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے :- اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے
(اقبال)

اس ارشاد میں محبّت و پیار کی فضیلت بتانا منظور ہے۔ چونکہ وارث پاک کی منزل عشق تھی۔ محبت تھی۔ پیار تھی۔ اس لئے ہر چیز محبت ہی کے رُخ پر سمٹ کر چلی آتی ہے۔ آپ واقعہ کربلا کا ذکر فرماتے ہیں کہ لوگ نماز بھی پڑھتے تھے۔ روزہ بھی رکھتے تھے حج، زکواۃ، خیر خیرات بھی کرتے تھے مگر دل میں محبت آل عبا کی نہ تھی۔ تب تو بر خاص پر کمر باندھ کر ستیاناس ہوئے۔ اللہ کی محبت کے معنی محبوبِ خدا کی محبت ہے۔ اور جن کو محبوب خدا سے محبت ہو گی۔ ان کو محبوبِ خدا کے لختِ جگر آل عبا سے ضرور ہو گی۔ اسی کے برخلاف اگر آلِ عبا سے محبت نہیں تو محبوبِ خدا سے نہیں۔ جن کو خدا کے محبوب سے محبت نہیں ان کو خدا سے محبت نہیں۔ جب محبتِ خدا دل میں نہیں تو نماز روزہ سب بے کار۔ اصل چیز محبت ہے۔ نماز روزہ، حج، زکواۃ۔ خیر خیرات یہ سب محبت کے قائم کرنے کا جداجدا طریقہ ہے۔ ذریعہ ہے۔ بہانہ ہے خدا دل کا بادشاہ ہوتا ہے۔ اور محبت دل کی ملکہ جہاں ملکہ نہیں وہاں بادشاہ نہیں۔ بے محبت نماز روزہ بھی سب بے کار۔ محبت کرو۔ محبت میں سب کچھ ہے ــــ (حسین)

چراغِ راہ ۱۰۹

ــــ اگر شوق کامل اور طلبِ صادق ہے تو ہر ذرّہ میں حبیب کی دید
نصیب ہو سکتی ہے ــــ (وارث پاک)

نہ صہبا ہوں۔ نہ ساقی ہوں، نہ مستی ہوں نہ پیمانہ
میں اس میخانۂ ہستی میں ہر شے کی حقیقت ہوں (اقبال)

اس ارشاد میں سِرِ توحید کے انکشاف کی طرف اشارہ ہے۔ توحید۔ یعنی حقیقتِ ہا جو ذرّہ ذرّہ میں پوشیدہ ہے۔ پوری شان و شوکت کے ساتھ ہر آن اور ہر لمحہ مسکرا رہی ہے اس لیے مسکرا رہی ہے کہ میرا عاشق آئے اور شرفِ دیدار حاصل کرے۔ مگر شرفِ دیدار حاصل اسی کو ہوگا یا حبیب کی دید نصیب اسی عاشق کو ہو گی جس کا شوق کامل اور طلب صادق ہو۔ شوق کامل اور طلبِ صادق عاشق کو اس وقت ملتی ہے جب عاشق کے تمام صفات عشقِ ذات میں فنا ہو جاتے ہیں گم ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی ہستی کو نیست کر دیتے ہیں اس میں گم ہو جاتے ہی کو وصال کہتے ہیں۔ جب عاشق اس درجہ پر پہنچتا ہے تو عاشق اور معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں۔ اسی درجہ میں عاشق کو ہر ذرّہ میں۔ ہر قطرہ میں۔ ہر پتّہ میں۔ ہر پھول میں حبیب کی دید نصیب ہوتی ہے۔

ایں کرامات زورِ بازو نیست ؞ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ
(حسین)

چراغِ راہ ۱۱۰

؎ مَن کانَ فی ھٰذِہٖ اعمیٰ فھُوَ فی الآخِرَۃِ اعمیٰ۔ جو یہاں اندھا ہے وہ وہاں بھی اندھا ہے ـــــ (وارث پاک)

مجھے رازِ دو عالم دل کا آئینہ دکھاتا ہے : وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے
(اقبال)

دنیا میں خدا آدمی کا روپ دیکر اس لئے بھیجتا ہے کہ وہ جب اس بازارِ دنیا سے لوٹے۔ تو نورِ ایمان لے کر لوٹے۔ انسانیت لے کر لوٹے۔ فقیری لے کر لوٹے۔ شوق کامل اور محبت صادق لے کر لوٹے۔ یہ سب مالِ تجارت کہاں ملتے ہیں اور کیسے فراہم ہو سکتے ہیں۔ اس کے لئے قرآن کریم بھیجا۔ اپنا محبوب بھیجا۔ شرع شریف موجود ہے۔ حدیث نبی موجود ہے اولیائے کرام اور فقرائے عظام کے سوزِ زندگی کے نشان مبارک موجود ہیں۔ نورِ ہدایت کے ہوتے ہوئے۔ چراغ حرا اور چراغِ راہ کے ہوتے ہوئے اگر اندھے رہے اور بازارِ دنیا سے خالی ہاتھ پھرے تو وہاں تمہیں کیا ملے گا۔ وہاں بھی اندھے ہی رہو گے۔ یہاں جو بوؤ گے سو وہاں کاٹو گے۔ یہاں جو کماؤ گے سو وہاں پاؤ گے۔ نیکی کماؤ۔ محبت کا ذخیرہ جمع کرو۔ نورِ ایمان حاصل کرو۔ یہی اصلی دولت ہے اور یہ دولتِ خداوندی پابندئ شرع شریف سے ملے گی۔ اتباعِ سنت سے ملے گی۔ محبت صادق دل میں پیدا کرنے سے ملے گی۔ جذبۂ ایثار و قربانی سے ملے گی یہی صراطِ مستقیم ہے اللہ سے ملنے کا آخرت بنانے کا یہی سیدھا راستہ ہے آنکھ رکھتے ہوئے اندھے نہ بنو۔ ورنہ جہنم کی آگ کے نذر ہو جاؤ گے۔
(حسین)

چراغِ راہ ۱۱۱

؎ علمائے ظاہر کی الٹی چال ہے۔ جو دیکھ کے سجدہ کرے اسے کافر کہتے ہیں اور جو بے دیکھے سجدہ کرے اسے مومن۔ (وارث پاک)

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث : مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے
(اقبال)

مذہبِ عشق میں کفر و اسلام سے غرض نہیں جو کچھ ہے معشوق ہے۔ عشق کی تکمیل اسوقت ہوتی ہے جب تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو جائے۔ اس میں گم ہو جانے ہی کو وصال کہتے ہیں۔ یعنی عاشق و معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں۔ عاشق جب اس درجہ پہ پہنچتا ہے تو اس کو اپنے معشوق کا جلوہ ہر ذرہ میں ہر قطرہ میں، ہر پتہ میں اور ہر پھول میں نظر آنے لگتا ہے۔ اس نظارے کو دیکھ کر شوق کامل اور طلبِ صادق کا مجسمہ عاشق اپنی جبینِ نیاز کو اپنے معشوق حقیقی کے حضور جھکاتا پھرتا ہے۔ سجدہ پہ سجدہ۔ رکوع پہ رکوع دل کے ہر گوشہ سے ہر پہلو سے سبحانَ ربی العظیم۔ سبحان ربی الاعلیٰ کی تسبیح ورد ہونے لگتی ہے حبیب کی دید نصیب ہونے کے بعد کون ایسا فقیر ہوگا۔ کون ایسا عاشق ہوگا جو اپنے معشوق حقیقی کے حضورِ عالی میں سجدہ کرکے اظہارِ احترام نہ کرے۔ محبت کی نذرِ عقیدت پیش نہ کرے وہ جہاں جاتا ہے ایک ہی شان دیکھتا ہے۔ مسجد۔ مندر۔ گرجا۔ ہر جگہ اسی ذاتِ واحد کے نور کی پرتو۔ جلوے اور صفات نظر آتے ہیں اس پرستِ توحید

منکشف ہو جاتا ہے اس کا دل سراپا نور ہو جاتا ہے۔ اور معبودِ حقیقی کی شان اسیر ہر طرح سے عیاں ہونے لگتی ہے۔ اس نظارے کو صرف دل ہی کی آنکھ دیکھ سکتی ہے زبان سے اس راز کا ادا ہونا مشکل ہے۔ اور نہ ہی علم عقل کی رسائی وہاں تک ہو سکتی ہے ایک محدود شے ایک لامحدود کا پتہ کیسے لگا سکتی ہے۔ چوں کہ علمائے ظاہر سرِ توحید کو رازِ حقیقت کو علم و عقل۔ منطق اور فلسفہ سے سمجھنا چاہتے ہیں۔ نتیجہ ہمیشہ غلط ہوتا ہے۔ جو دیکھ کے (ظاہری آنکھ سے نہیں بلکہ دل کی نورانی آنکھ سے سجدہ کرے۔ اظہارِ احترام کرے اظہارِ محبت کرے اور نذرِ عقیدت کا پھول چڑھائے۔ اسے تو کافر کہتے ہیں اور جو بے دیکھے (مگر دل میں ہزاروں تمنا۔ لالچ، حسد، عداوت۔ کینہ، جھوٹ فریب ڈر اور خوف لئے) سجدہ کرے اسے مومن کہتے ہیں۔ یہ علمائے ظاہر کی سراسر الٹی چال ہے۔ فریبِ نظر ہے۔ بے ہوشی ہے۔ ہوش اُس وقت آئے گا۔ جب توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہو گا۔ میدانِ حشر میں بے دیکھے سجدہ کرنے والے جب نفسی نفسی کے عالم میں ہوں گے تو دیکھ کے سجدہ کرنے والے فقیر۔ درویش مست اور بے غم سیر کرتے نظر آئیں گے۔ اے علمائے ظاہر نجات چاہتے ہو تو الٹی چال چھوڑ دو۔ ظاہری آنکھ بند کرو۔ دل کے پٹ کھولو۔ دل کو اللہ۔ قرآن، رسول کی سچی محبت اور خالص پیار سے بھرو۔ ایثار و قربانی دینا سیکھو۔ جو بولتے ہو اس پر عمل کرنا سیکھو۔ بے محبت نماز روزہ سب بیکار ہے۔ محبت اصل پونجی ہے۔ محبت کا سبق محبتِ کامل یعنی محبوبِ خدا سے سیکھو جو محبتِ کامل بھی تھے اور شرع شریف کے حامل بھی تھے۔ یا عاشق سے سیکھو۔

جس کی زندگی بھر کی خوراک عبادتِ الٰہی۔ پابندیِ شرع شریف اور قربانیِ نفس ہے،
(حسین)

چراغِ راہ ۱۱۲

عاشق وہی ہے جو ذاتِ معشوق میں محو ہو جائے۔ (وارث پاک)

خرد مندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتدا کیا ہے :. کہ میں اس فکر میں رہتا ہوں میری انتہا کیا ہے،
(اقبال)

اس ارشاد کی تشریح ارشاد ۹۹ میں ہو چکی ہے ناظرین اس کا مطالعہ کر لیں۔ (حسین)

چراغِ راہ ۱۱۳

عاشقی ایک ملامت ہے۔ انسان دین و دنیا سے گزر جاتا ہے اور فراق میں مر جاتا ہے۔ اسی فراق میں تو مزا آتا ہے اور کچھ بھی نہیں۔ (وارث پاک)

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں :. ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں (اقبال)

خرد اور عشق میں آسمان اور زمین کی دوری ہے۔ خرد نتیجہ چاہتی ہے۔ کامیابی اور ناکامی کے حملوں سے ہر وقت ہوشیار رہنا چاہتی ہے خرد وصل چاہتی ہے اپنی محنت کی مزدوری کا چاہتی ہے۔ اپنے لگائے ہوئے درخت کا پھل چاہتی ہے مگر عشق صرف اپنے محبوب کی یاد میں حق اللہ حق اللہ کے متواتر نعروں میں مست رہتا ہے۔ عبادتِ الٰہی اور شرع شریف

کی پابندی اور قربانیٔ نفس اس کی زندگی کی خوراک ہوتی ہے۔ عشق کو نتیجہ سے کوئی لگاؤ نہیں۔ محنت کی مزدوری سے کوئی واسطہ نہیں۔ وہ بے ہوش مست و بے غم ہو جاتا ہے۔ اسے نہ وصل کی تمنا ہے نہ منزل کی۔ وہ تو ایسا جانباز راہی ہے جو اپنی راہ ختم کرنا بھی نہیں چاہتا ہے۔ دین دنیا سے گذر جاتا ہے اور فراق میں مر جاتا ہے۔ اسی فراق میں تو مزا آتا ہے۔ اور کچھ بھی نہیں۔ عاشقی ایک ملامت ہے "کس کے لیے"، ان کے لیے جن کی آنکھ خود بینی اور خود پرستی سے آگے نہیں بڑھتی۔ مگر جو خدا بیں اور خدا پرست ہو جاتے ہیں ان کی نگاہوں میں عاشقی رحمتِ خداوندی ہے ۔ (حسینؔ)

چراغِ راہ ۱۱۴

"عشق میں ترک ہی ترک ہے۔ ترک دنیا ترک عقبیٰ۔ ترک مولا۔ ترک ترک اور اپنا فراق ہے ——— (وارث پاک)

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے :. جہاں تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے
(اقبالؔ)

عشق میں ترک ہی ترک ہے آدمی کی آخری حد اور انسانیت کی آخری منزل جہاں ہوتی ہے وہاں عشق کی پہلی منزل شروع ہوتی ہے۔ جب انسان اس باغِ دنیا سے واپس لوٹتا ہے تو اس کے پاس بجز خدا کچھ نہیں ہوتا۔ فقر کی پہلی منزل بجز خدا سے شروع ہوتی ہے۔ عاشق اس منزل پہ قدم رکھتے ہی دنیا کے خزانوں کو اپنے پیروں سے روندنے لگتا ہے جوں ہی اس کی نظریں خدا کے جلووں پر پڑتی ہیں وہ ساری دنیا کی خوشیوں کو چھوڑ کر عشق کی

نورانی دنیا میں بھاگنے لگتا ہے۔ نادان دنیا والے جسے بے سروسامان خیال کرتے ہیں اس کے پاس کیا نہیں ہوتا۔ کاش کبھی فقیر کی پھٹی ہوئی جھولی کے اندر جھانک کر تو دیکھ سکتا کہ اس میں کیا کچھ نہیں پڑا ہوا ہے۔ جب فقیر کامل ہو جاتا ہے تو دنیا کی ہر چیز اس کی محتاج ہو جاتی ہے۔ وہ دنیا کی کسی بھی چیز کا محتاج نہیں ہوتا۔ فقیر خدا کی یاد میں سربسجدہ ہوتا ہے اور دنیا کا ہر ذرہ جھک جھک کر اسے اپنی طرف التجا سے بلاتا ہی رہتا ہے۔ اور فقیر صرف دور کھڑا مسکراتا ہے۔ اسے کچھ نہیں چاہیئے نہ دنیا چاہیئے اور نہ عقبیٰ۔ نہ مولا چاہیئے۔ نہ خدا چاہیئے۔ اور نہ خدائی۔ اس کو صرف یادِ محبوب چاہیئے۔ یادِ خدا چاہیئے اور فراق چاہیئے۔ فراق ہی اس کی اصل پونجی ہے۔ اور یادِ محبوب اس کی غذا۔ اور اس کی زندگی کا سہارا۔ اس کے سوا فقیر کو کچھ نہ چاہیئے۔ وہ فراق میں۔ یادِ محبوب میں اسی طرح مست بے غم گھومتا ہے جو کسی کو نصیب نہیں۔ عاشق جب سب کو چھوڑتا ہے تو اپنے محبوب، اپنے معشوق۔ اپنے معبودِ حقیقی سے ملتا ہے۔ ——— (حسینؔ)

چراغِ راہ ۱۱۵

"خیال میں صورتِ معشوق نقش کرنا چاہیئے۔ جو صورت نقش ہو گئی وہ ابدی رگ بھی قائم رہتی ہے" ——— (وارث پاک)

علم کا مقصود ہے پاکیٔ عقل و خرد .:. فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ (اقبالؔ)

آنکھ جدھر اٹھی دماغ اسی طرف رجوع ہو جاتا ہے اور جہاں دماغ نے کسی چیز کو پسند کیا دل پر اس کا عکس جم جاتا ہے۔ یہی عکس جمتے جمتے نقش ہو جاتا ہے۔ جو خیال میں صورت

نقش ہوئی وہی صورت دل میں نقش ہوتی ہے۔ جو صورت زندگی میں نقش ہو جاتی ہے وہی بعد مرگ بھی قائم رہتی ہے۔ بلکہ اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوتا ہے اور اگر تو بعد مرگ اپنی روح کو بے چین ہونے سے بچانا چاہتا ہے۔ تو آنکھیں، دماغ۔ دل کو صرف قرآن پر لگا دے قرآن خدا کی آواز ہے۔ جلوہ ہے نور ہے۔ جتنی تصویر تیرا دل اتار سکتا ہے اتار لے۔ نقش حجر کر لے تاکہ بعد مرگ بھی تیری روح ان گنت ارواح کے مقابلہ میں شرمندہ نہ ہو۔ جو چیز دنیا میں سب سے زیادہ مرغوب تھی۔ وہی چیز عقبیٰ میں بھی فقیر لے کر آیا ہے۔ کیا لے کر آیا ہے۔ یادِ خدا لے کر آیا ہے۔ جلوۂ خدا لے کر آیا ہے۔ آوازِ خدا لے کر آیا ہے قرآن لے کر آیا ہے۔ بھلا ایسے فقیر کا کیا پوچھنا ہے۔ جس طرح دنیا میں مست و بے غم گھومتا ہے اسی طرح حشر میں جب لوگ نفسی نفسی پکاریں گے۔ تو فقیر مست و بے غم سیر کرتے نظر آئیں گے

عشق کی منزل ہی نرالی ہوتی ہے پیارے —— (حسین)

چراغِ راہ ع ۱۱۶

اے عاشق جس خیال میں ہوتا ہے وہی خیال اس کا حشر نشر۔ قیامت، دوزخ، بہشت۔ بلکہ کثرت جذب میں وہ خود وہی ہو جاتا ہے۔ جس کو عشق و محبت نہیں وہ اس کو نہیں سمجھ سکتا۔ اور نہ اس راہ میں چل سکتا ہے۔ (وارث پاک)

فقر مقام نظر علم مقام خبر ⁂ فقر میں مستی ثواب علم میں مستی گناہ (اقبال)

جو صورت خیال میں نقش ہو جاتی ہے۔ وہی صورت دل میں نقش ہو جاتی ہے۔ جو صورت دل میں نقش ہو گئی وہ بعد مرگ بھی قائم رہتی ہے انتہا یہ کہ اسی کے ساتھ اس کا

حشر ہوتا ہے بلکہ کثرتِ جذب میں۔ کثرتِ نقش میں وہ خود وہی ہو جاتا ہے جو صورت خیال میں نقش ہے یا دل میں نقش ہے دوزخ والی صورت اگر نقش ہے تو دوزخ اس کا حشر ہے بہشت والی صورت نقش ہے تو بہشت اس کا حشر ہے۔ دوزخ اور بہشت حاصل ہے انسان کی تحصیل کا۔ عمل کا۔ علم میں مستی گناہ اور فقر میں مستی ثواب۔ اب عمل تمہارا کام ہے۔ ثواب یا گناہ۔ دنیا ایک بازار ہے جہاں گناہ بھی بکتا ہے اور ثواب بھی۔ تمہیں اختیار دیکر تمہارے ظرف کا امتحان مقصود ہے۔ دماغ بھی دے رکھا ہے اور دل بھی۔ یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ دماغ پر ابلیس اور شیطان کا غلبہ ہے اور دل پر رحمان کا۔ چاہے تم اپنے دماغ اپنی عقل پر بھروسہ کر کے گناہ خرید لو، یا خدا کی رہبری میں ثواب کماؤ۔ یہ دنیا ہے اسی زمین کی بیٹھ پر شراب خانے۔ جوئے کا میدان اور گنہگار عورتوں کا بھی بسیرا ہے۔ اور اسی زمین کی بیٹھ پر مسجد۔ قرآن اور حدیث بھی آباد ہے۔ تو جدھر چاہے رخ کر لے۔ کیونکہ یہی تیرا عمل عاقبت تک تیرے ساتھ رہے گا۔ اور اسی سودہ پر تیری نجات اور سزا ہے ہوشیار مسافر دنیا کی باریک اور پیچیدہ راہیں پل صراط سے بھی زیادہ مشکل ہیں۔ اپنی ناچیتی ہوئی نظروں کو اور دماغ کی مستی کو قابو میں رکھ اپنے اٹھتے ہوئے قدموں کی طرف دیکھ۔ کہیں غلط نہ چل پڑیں۔ علم و عقل میں مستی گناہ ہے اگر مستی کے دلدادہ ہو تو فقر کی مستی اختیار کر وہ فقر جس کے دل میں اور دل کے ہر گوشہ میں ہر پہلو میں یادِ خدا۔ یادِ رسول اور وردِ قرآن۔ یادِ محبوب ہے۔ یادِ معبود حقیقی ہے۔ اس فقر کی مستی میں ثواب ہی ثواب ہے بھول

بھول ہے کانٹا کا نام و نشان نہیں — (حسین)

چراغِ راہ ۱۱۷

منزلِ عشق میں ذات صفت ہو جاتی ہے اور صفت ذات (وارث پاک)

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے :. مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں آفاق
(اقبال)

عاشق جس خیال میں مرتا ہے وہی خیال اس کا حشر نشر بلکہ کثرتِ جذب میں وہ خود وہی ہو جاتا ہے۔ ذات صفت ہو جاتی ہے۔ اور صفت ذات۔ معشوق عاشق ہو جاتا ہے۔ اور عاشق معشوق۔ یہ عشق کی آخری اور انتہائی منزل ہوتی ہے۔ ایسے ہی جانباز اور جاں نثار کے حق میں انسان کو اشرف المخلوقات کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ایسے ہی بلند رتبے والے انسان کو دنیا کی بادشاہت بخش دیتا ہے۔ اور اپنے تمام پوشیدہ خزانوں کی رکھوالی دے دیتا ہے اس کی ہر ادا مقبول۔ اس کی ہر آواز منظور، زبان کا نکلا ہوا ہر حکم قانون۔ انتہا یہ کہ اس کے خیال پر اس کے تصور پر اس کے دل کے احساسات پر کارخانہ قدرت کا انتظام قائم ہو جاتا ہے جو خدا کا ہوتا ہے اس کو خدائی مل جاتی ہے۔ خدا دوستی کی حد درجہ قدر کرتا ہے۔ وہ سب سے زیادہ ہر دلعزیز دوست ہے۔ تو ایک بار اپنا دوستی کا ہاتھ تو بڑھا پھر دیکھ وہ کس طرح تیرے دوستی کے ہاتھوں کو تھامتا ہے اور حق دوستی ادا کرتا ہے۔ محبت میں ایمان ہے۔ محبت میں خدا ہے۔ اگر خدائی چاہتے ہو تو خدا سے محبت کرو۔ خدا کی مخلوق سے محبت کرو۔ خدا کے رسولؐ سے محبت کرو۔ خدا کے قرآن سے محبت کرو۔ (حسینی)

چراغِ راہ ۱۱۸

جس نے جان قربان نہیں کی وہ عاشق نہیں۔ لیلیٰ کے ہزاروں اور یوسف کے لاکھوں چاہنے والے تھے مگر یہ مجنوں اور زلیخا ہی کا حصہ تھا۔ پس جس کا حصہ ہوتا ہے وہی پاتا ہے۔ (وارث پاک)

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے :. جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول (اقبال)

عشق قربانی مانگتا ہے۔ تن من دھن کی قربانی مانگتا ہے۔ نفس کی قربانی مانگتا ہے۔ راحت آرام کی قربانی مانگتا ہے۔ انتہا یہ کہ جان کی قربانی مانگتا ہے۔ جب تک یہ عشق کا پودا خون نہیں پیتا ہے اس وقت تک یہ پودا درخت نہیں ہوتا ہے۔ لیلیٰ کے ہزاروں چاہنے والے تھے۔ یوسف کے شیدائی لاکھوں تھے۔ مگر جان دینے والے دو ہی تھے۔ مجنوں اور زلیخا۔ قربانی بھی ایسی کہ صبح زندگی اور شام موت۔ اٹھتے بیٹھتے۔ سوتے جاگتے۔ کھاتے پیتے ہر آن۔ ہر لمحہ ہر سانس مجنوں کے لب پر لیلیٰ ہی لیلیٰ تھا ہر شے لیلیٰ، ہر ذرہ لیلیٰ، خیال لیلیٰ۔ دماغ لیلیٰ۔ دل لیلیٰ یہی خیال یہی تصور یہی نقش مرتے وقت بھی تھا۔ یہی قبر میں اور یہی حشر میں۔ بجنسہٖ یہی کیفیت زلیخا کی تھی چونکہ مجنوں نے لیلیٰ کے لئے جان قربان کی اس لئے مجنوں کو لیلیٰ ملی۔ زلیخا نے یوسف کے لئے جان قربان کی۔ زلیخا کو یوسف ملا لیکن جس کا حصہ ہوتا ہے وہی پاتا ہے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ جس نے جان قربان نہیں کی وہ عاشق نہیں۔ کیونکہ اسے کچھ نہیں ملتا ہے۔ محبت کرو۔ تصویر یار کو دل میں نقش کرو۔ کثرتِ جذب میں تم وہی ہو جاؤ گے جو یار کی تصویر ہے۔ عاشق سے معشوق ہو جاؤ گے۔ صفت سے ذات بن جاؤ گے یہی عشق کی تکمیل ہے پیارے۔ (حسینی)

چراغِ راہ ۱۱۹

"علم اور چیز ہے عشق اور چیز ہے۔ جہاں حضرتِ عشق آئے وہاں علم اور عقل کا کام نہیں رہتا۔" — (وارث پاک)

تیری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا ⁂ عجب نہیں کہ یہ چار سو بدل جائے (اقبال)

علم کسبی ہے اور عشق وہبی۔ علم کی حد ہے اور عشق لامحدود۔ علم قطرہ ہے اور عشق سمندر، سمندر کے سامنے قطرہ کا کیا وجود کیا بساط، عشق کی حاضری میں علم و عقل کا کیا کام۔ علم و عقل کا وجود اسی وقت تک رہتا ہے۔ جب تک عشق کا ظہور نہیں ہوتا ہے۔ قطرہ سمندر ہی کا جز اور حصہ ہوتا ہے۔ سمندر کی غیر حاضری میں قطرہ اپنا کام اپنا فرض انجام دیتا ہے۔ سمندر آتے ہی اپنے سے جدا قطرے کو اپنے میں جذب کر لیتا ہے۔ اور اپنا فیض عام جاری کر دیتا ہے۔ قطرہ اپنی بساط کے مطابق ایک کونپل ہی کو سیراب کر سکتا ہے۔ مگر سمندر اس کونپل کے ساتھ ساتھ دنیا کے سارے کونپلوں۔ سارے درختوں۔ سارے سبزہ زاروں کھیتوں اور باغوں کی سیرابی کا کام ابر باراں بن کر۔ رحمت کی بارش بن کر شروع کر دیتا ہے۔ بجنسہٖ یہی کیفیت یہی حال علم اور عشق کا ہے۔ عشق کے فیض عام کے سامنے علم و عقل کے فیض کی کیا بساط یا کیا مثال قائم کی جا سکتی ہے۔ ایک محدود۔ حقیر اور ناچیز شے کا مقابلہ ایک لامحدود۔ عظمت اور اعلیٰ کے ساتھ کیسے ہو سکتا ہے۔ عشق کی غیر حاضری اور غیر حضوری میں علم و عقل جس قدر ناچنا چاہے ناچ لے۔ جتنا تڑپنا چاہے تڑپ لے۔ مگر جہاں حضرتِ عشق آئے وہاں علم و عقل کا کام نہیں رہتا۔ علم اور چیز ہے عشق اور چیز ہے۔ (حسین)

چراغِ راہ ۱۲۰

"معرفت کسبی چیز نہیں ہے محض وہبی ہے۔ جس کو خداوند کریم اپنی معرفت بخشے کسی کا اجارہ نہیں۔" — (وارث پاک)

رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید ⁂ ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف (اقبال)

معرفت عشق کو کہتے ہیں۔ عشق وہبی چیز ہے۔ علم و عقل کسبی ہے۔ عشق یعنی معرفت سمندر ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں علم و عقل ایک قطرۂ حقیر ہے۔ معرفت لامحدود شے ہے اور علم و عقل محدود معرفت آفتابِ حقیقت ہے اور علم و عقل اس آفتابِ حقیقت کا ایک ناچیز ذرہ یا ایک ناچیز کرن۔ سمندر کو، آفتاب کو سمانے کے لئے ظرف بھی اتنا ہی بڑا چاہیئے۔ اتنا بڑا پیمانہ انسان کے بنائے نہیں بنتا ہے۔ جب تک خدائے بخشندہ خود بنا کر نہ دے۔ چنانچہ جس کا ظرف بنا کر دیتا ہے جس کا پیمانہ اتنا وسیع و عمیق بناتا ہے۔ اسی پیمانہ میں سمندری رحمت اور آفتابِ حقیقت کو سما دیتا ہے۔ اسی کو معرفت خداوندی کہتے ہیں۔ اسی کو عشق حقیقی کہتے ہیں۔ جس کو خداوند کریم اپنی معرفت یا اپنا عشق بخش دے اس میں کسی کا اجارہ نہیں ہے۔ کسبی چیز میں اجارہ ہوتا ہے وہبی چیز میں نہیں۔ معرفت کسبی چیز نہیں۔ محض وہبی ہے۔ (حسین)

چراغ راہ ۱۲۱

ؒ سنا سنا آنکھ بند کرنے سے اور سانس روکنے سے اور حق حق کرنے سے کیا ہوتا ہے
یہ وہبی چیز ہے۔ جس کو چاہے خدائے پاک اپنی دولت معرفت دے دے۔ یہاں
کسب کا کام نہیں۔
(وارث پاک)

کیا خوب امیر فیصل کو سنوسی نے پیغام دیا ؛ تو نام و نسب کا حجازی ہے پر دل کا حجازی بن نہ سکا
(اقبال)

خدا نے دل کو سینہ کے اندر بند اس لئے رکھا ہے کہ وہ دماغ کی طرح دھوکا نہ کھائے۔ دماغ آنکھ کا غلام ہے۔ جدھر آنکھ گئی اُدھر دماغ ہوا مگر معرفت کا تعلق دل سے ہے۔ زبان۔ آنکھ اور دماغ کا کام نقل اتارنے کا ہے۔ اور خدا نقالوں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ نام و نسب پر جان دینے والوں کی ذلالت سے ہر ذی ہوش واقف ہے۔ زیادہ تر کبھی قرآن بیان۔ دھوم دھام اللہ ہو اللہ ہو کے شور و غل سے سادہ دل مسلمانوں کو دھوکا دیا کرتے ہیں۔ کبھی کبھی تو اتنے خطرناک اور گنہگار ہو جاتے ہیں کہ خاندان کی آبرو برباد کر کے رکھ دیتے ہیں ماں بہنوں کو کبھی اور کسی طرح بھی غیر محرم مرد کے سامنے نہ لانا چاہیئے۔ خدا سب فقیروں سے بھی بڑا ہے۔ فقیری خدا کی دین ہے۔ یہ لاکھوں میں ایک کو نصیب ہوتی ہے۔ زیادہ تر لوگ راہ فقیری میں بہروپیئے کا کام انجام دے رہے ہیں۔ یہ سب گندے لوگ ہیں۔ نفس پرست ہیں۔ علم و ہنر والے ان سے ہزار گنا اچھے ہیں فقیری خدا کی رحمت ہے۔ جو آفتاب کی کرن بن کر سمندر کی لہر بن کر دنیا کے مخلوق کی سیوا کو عبادت الہٰی تصور کرتے ہیں۔ شرع شریف کی پابندی اور اتباع سنت کو اپنا فرض خیال کرتے ہیں۔

قربانیِ نفس کو زندگی کی خوراک سمجھتے ہیں۔ معرفت اس کا نام ہے۔ عشق اس کا نام ہے۔ فقیری اس کا نام ہے۔ یہ وہبی چیز ہے۔ کسب کو دور کا بھی واسطہ نہیں۔ جس کو چاہے خدائے پاک اپنی دولت معرفت دیدے۔ یہاں کسب کا کام نہیں۔ آنکھ بند کرنے سے سانس روکنے سے۔ حق حق کرنے سے کچھ نہیں ہوتا ہے۔ معرفت کسبی چیز نہیں وہبی ہے جس کو خداوند کریم اپنی معرفت بخشے کسی کا اجارہ نہیں۔
(حسینی)

چراغ راہ ۱۲۲ (الف)

ؒ شریعت ایک انتظامی بات ہے۔ اگر انتظام نہ ہوتا سب کام بگڑ جاتے۔
بولتے کو تو سبھوں نے پوجا۔ مگر اس بولتے کو کوئی نہیں پوجتا۔ (وارث پاک)

گوہر کو مشتِ خاک میں رہنا پسند ہے ؞ بندش اگرچہ سُست ہے مضموں بلند ہے
(اقبال)

فقیر جب اپنی آخری منزل کے قریب آتا ہے تو دفعتاً اس کی نظر شرع شریف کی طرف پڑتی ہے۔ شیطان اسی منزل پہ آکر اس کے کان میں یہ آواز بھر دیتا ہے۔ کہ شریعت مشائخوں کے لئے ہے فقیروں اور عاشقوں کو اس سے کیا واسطہ۔ یادِ خدا اس کے لئے کافی ہے۔ ایسے ہی فقیروں کو ہدایت ہے۔ کہ جو کوئی شرع شریف کے درجات کو شروع سے آخر تک طے نہ کرے وہ عشق میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ یعنی اس کی فقیری مکمل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ شریعت ایک انتظامی بات ہے۔ اگر انتظام نہ ہوتا سب کام بگڑ جاتے۔ اس ارشاد کے پہلے جتنے بول ہوئے سبھوں نے پوجا۔ سبھوں نے مانا اور عمل کیا۔ مگر افسوس ہے کہ فقیر اس بولتے کو نہیں پوجتا۔ حالانکہ

جتنا اہم دوسرے بولتے ہیں۔ اتنا ہی اہم یہ "بولتا" ہے۔ لازم ہے کہ ہر فقیر ہر عاشق شریعت کا خیال رکھیں۔ اس کی منزلوں کو طے کریں۔ پابندی سے اس پر عمل کریں۔ (حسین)

چراغِ راہ ۱۲۲ (ب)

بولتا تھا نار میں اور نور میں ∴ تھا اناالحق بولتا منصور میں
بولتا ہی احمدِ مختار تھا ∴ بولتا ہی حیدرِ کرّار تھا
بولتے کو بولتے کی چاہ ہے ∴ بولتے میں دیکھ تو اللہ ہے
بولتا گر جسم سے جاتا رہا ∴ پھر کسی سے بول کیا ناتا رہا

(وارث پاک)

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشہ کرے کوئی ∴ ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی
منصور کو ہوا لب گویا پیامِ موت ∴ اب کیا کسی کے عشق کا دعویٰ کرے کوئی

(اقبال)

قرآن کریم خدا کا جلوہ ہے۔ نور ہے، آواز ہے۔ بول ہے۔ یہی بول نار میں تھا۔ پھر یہی بول نار سے نور میں آیا۔ محمد میں آیا۔ محمد سے علی میں آیا۔ علیؑ سے حسینؑ میں اور حسینؑ سے فقیر میں آیا۔ جس کا ثبوت منصور کا بول تھا۔ فقیر کے ذریعہ۔ شرع شریف کے ذریعہ۔ انسان کے دلوں میں یہی بول روح کی شکل میں آیا۔ جب یہ بول لوٹ جاتا ہے۔ تو انسان خاک کا ڈھیر بن جاتا ہے۔ جب تک یہ بول تمہارے دلوں میں تمہارے جسم میں ہے اس کی قدر کرو۔ اس کی عزت کرو، اس کا احترام کرو۔ صرف منہ سے نہیں۔ صرف زبان سے نہیں۔ بلکہ عمل سے عقل سے

شرع شریف کی پابندی سے احکام شریعت کی پابندی سے۔ اتباع سنت سے۔ بزرگانِ دین کے نشانِ مبارک کی پیروی سے۔ یہی تمہاری اصلی پونجی ہے۔ اسے بچا کر رکھو۔ اور جب اس بازار دنیا سے لوٹو تو اپنی اصلی پونجی کے ساتھ لوٹو۔ (حسین)

چراغِ راہ ۱۲۳

سے اناالحق سب پکارتے ہیں۔ اور فنا فی اللہ بھی ہونے کو موجود ہیں مگر اناشیطان انایزید کوئی نہیں بولتا۔ یہ بات مشکل ہے۔ (وارث پاک)

کھل جائیں کیا مزے ہیں تمنائے شوق میں ∴ دو چار دن جو میری تمنا کرے کوئی

(اقبال)

ہر فقیر کی یہی آرزو ہوتی ہے کہ وہ ہیرو کا پارٹ ادا کرے۔ کوئی ویلین بننا نہیں چاہتا ہے اور نہ ہی اس کا پارٹ ادا کرنا پسند کرتا ہے۔ یہ پارٹ بہت مشکل پارٹ ہے۔ انایزید اناشیطان کا پارٹ ادا کرنا اور مرضیِ مولا کے مطابق کرنا بہت مشکل امر ہے۔ سب کے سب اناالحق کا پارٹ ادا کرنا چاہتے ہیں۔ سب فنا فی اللہ ہونے کو موجود ہیں۔ مگر انایزید اناشیطان کوئی نہیں بولتا مگر اس ڈرامہ میں دونوں پارٹ ادا کرنا ضرور ہے۔ بغیر رقیب کے بغیر ویلین کے ہیرو کا پارٹ بے معنی اور بے مطلب ہوتا ہے۔ اناشیطان انایزید کا پارٹ جانباز اور شیر دل فقیر ادا کرتے ہیں۔ وہ اپنی عشق کی آخری منزل میں شیطان کو للکار کر بلاتے ہیں ابلیس کی منت کرتے ہیں۔ کہ وہ ایمان کا امتحان لے۔ عاشق کو پرکھے۔ شیطان سے ڈر کر لاحول پڑھنا

ایسے جانباز اور شیر دل فقیر کی نگاہ میں بزدلی ہے۔ بہادری یہ ہے کہ شیطان سے خوب مقابلہ ہو۔ خوب جنگ ہو۔ شیطان شکست کھا کر اپنی ہار مان کر دوبارہ رُخ نہ کرے اگر فقیری میں چلا اور زندگی چاہتے ہو تو سب سے پہلے شیطان کو شکست دو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کبھی تمہیں کمزور پا کر تمہاری ساری محنتوں کو منٹوں میں برباد کر کے رکھ دے اگر تو سچا دیوانہ ہے۔ تو ہزار بار شیطان کو اعلانِ جنگ پر آمادہ کر۔ خدا کو شیطان سے نوک جھونک بہت پسند ہے۔ شیطان کی ہار تیرا رتبہ بلند کرتی ہے۔ جو نکل راہ ہو اسی پر تو اپنی زندگی کا کارواں لے چل۔ خدا، رسولؐ۔ قرآن اور بزرگانِ دین تیری راہبری کریں گے۔ صرف یقینِ محکم اور تصدیقِ کامل کی ضرورت ہے۔ (حسین)

چراغِ راہ ۱۲۶

"نقل کو دیکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ اصل کو دیکھنا چاہئے" (وارث پاک)

گیا ہے تقلید کا زمانہ۔ مجاز رختِ سفر اٹھائے : ہوئی حقیقت ہی جب نمایاں تو کس کو یارا ہے گفتگو کا
(اقبال)

نقل دھوکا ہے اور اصل حقیقت۔ تقلید غلامی ہے اور عاشق اپنی مرضی کا بادشاہ ہوتا ہے۔ خدا کی تلاش میں جس نے بھی کسی بھی ہستی کا سہارا لیا وہ بہک گیا۔ خدا تو تجھے قریب تر ہے۔ مگر نادان تو ہی اِدھر اُدھر بھٹک رہا ہے۔ حقیقت میں پیچ نہیں ہوتا۔ نقل میں دوری اور طرح طرح کے پیچ۔ رسم و رواج کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ اصل خدا ہے نقل فریبِ نظر۔ خدا کو پانے کے لئے کسی سہارے اور دوڑ دھوپ کی ضرورت نہیں۔ قرآن

خدا کی آواز ہے۔ جو تمام انسان کی فلاح و بہبود اور رہنمائی کے لئے ہے۔ اسی آوازِ حق کا آوازِ خدا کو پکڑو۔ تیرا بیڑا پار ہے۔ نقل کو دیکھنے سے کیا ہوتا ہے اصل کو دیکھنا چاہئے اصل روشنی ہے اور نقل تاریکی۔ روشنی آتے ہی تاریکی غائب۔ یہ روشنی تجھے قرآن میں ملے گی۔ حدیث میں ملے گی۔ بزرگانِ دین کے سنہرے نقشِ قدم کے نشان میں ملے گی۔ روشنی کے ہوتے ہوئے اور آنکھیں رکھتے ہوئے تاریکی میں کیوں بھٹکتے ہو۔ اصل کو چھوڑ کر نقل کے پیچھے کیوں بھاگتے ہو۔ بادشاہت چھوڑ کر غلامی اختیار کیوں کرتے ہو حقیقت چھوڑ کر دھوکے کے پیچھے دیوانہ کیوں بنتے ہو۔ ہوش میں آؤ۔ خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ شام ہونے کو قریب ہے۔ اصل کو پکڑ لو۔ نقل کو چھوڑ دو۔ (حسین)

چراغِ راہ ۱۲۵

"جو خدا پر بھروسہ رکھتا ہے۔ اس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا ہے۔ (وارث پاک)

نہیں جنس ثوابِ آخرت کی آرزو مجھ کو : وہ سوداگر ہوں میں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں
(اقبال)

خدا ہر چیز کا مالک ہے۔ ہر چیز اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ خیر و شر سب اسی کے حکم سے ہے۔ شیطان یا ابلیس نعوذ باللہ خدا کا رقیب نہیں۔ وہ بھی خدا ہی کے بندے ہیں جیسے ہم سب ہیں۔ جو بندہ جو انسان خدا کے حکم کے مطابق۔ قرآن کریم کے بتائے ہوئے فرمان کے مطابق۔ حدیث نبی کریم صلعم کے اصول کے مطابق بزرگانِ دین کے نقشِ قدم کے

سنہرے نشان کے مطابق اپنی زندگی کے کارواں کو چلاتے ہیں اسی کا بھروسہ اصل میں خدا کا بھروسہ ہے باقی سب دھوکا اور فریب نظر ہے۔ ایسے توکل علی اللہ۔ راضی برضا۔ تسلیم ورضا والے فقیر کو کون تکلیف یا دکھ یا درد پہنچا سکتا ہے۔ فقیری کی منزل طے کرنے کے سلسلے میں جو شر پہنچتا ہے وہ فقیر کی فقیری کو جلا دینے کے لئے ہوتی ہے۔ فقیری کی تکمیل کے لئے ہوتا ہے۔ جو خدا کا ہوتا ہے خدا اس کا ہوتا ہے۔ خدائی اس کی ہوتی ہے۔ بادشاہی اس کی ہوتی ہے۔ وفادار اور تابعدار نوکر مالک کا دایاں ہاتھ کہلاتا ہے۔ اس کا درجہ مالک کا درجہ ہوتا ہے۔ بجنسہٖ یہی حالت روحانیت میں بھی ہے۔ فقیر کامل خدا کا بھروسہ دار بندہ ہوتا ہے۔ وفادار اور تابعدار بندہ ہوتا ہے۔ ایسے فقیر کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا ہے۔ (حسین)

چراغ راہ ۱۲۶

ئے مسجد۔ مندر، گرجا میں جہاں جائے۔ سوائے ایک شان کے اور کچھ نہ دیکھے (دارِ پاک)

علم کے حیرت کدے میں ہے کہاں اس کی نمود ∴ گل کی پتی میں نظر آتا ہے رازِ ہست و بود

(اقبال)

مسجد، مندر، گرجا، یہ سب گھر خدا کے ہیں وہ خدا جو ہر ذرہ۔ ہر قطرہ اور ہر پھل پھول میں ہے مگر یہ نظریہ شان خدا، کس کی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ فقیر کی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ عاشق کامل کی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ معرفت الٰہی والے کی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ علم و عقل والی آنکھ کیا دیکھ سکتی ہے۔ اس کی بساط ہی کیا ہے۔ عشق حقیقی کے سمندر کے سامنے علم و عقل ایک قطرہ ہے۔ معرفت الٰہی کے آفتاب کے سامنے علم و عقل ایک ذرہ ہے ایک کرن ہے۔

خدا کا عشق مسجد۔ مندر۔ گرجا یا شیوالہ کا محتاج نہیں۔ اس کی نظر اس کا دماغ۔ اس کا دل جو وسیع سمندر ہے۔ روشن آفتاب ہے۔ جب اور جہاں چاہے خدا کو دیکھ سکتا ہے خدا کے جلوے کو دیکھ سکتا ہے۔ خدا کے نور کو دیکھ سکتا ہے۔ خدا کی آواز اور بول کو سن سکتا ہے۔ فقیری بہت بڑی منزل ہے۔ وہ خدا کا عاشق ہوتا ہے وہ جہاں جاتا ہے اس کی نگاہ میں اپنے یار۔ اپنے محبوب۔ اپنے معشوق حقیقی کا نور ہی نور تصور میں آتا ہے۔ اس کو اپنے محبوب کی شان کے سوا اور کچھ نہیں دکھائی دیتا ہے۔ اسی لئے اس کے لئے مسجد۔ مندر گرجا۔ شوالے سب برابر ہیں انتہا یہ کہ اس کا خانۂ دل مسجد۔ مندر، گرجا۔ شیوالے کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے علمائے ظاہر اس کو کیا سمجھ سکتے ہیں اس کو سمجھنے کے لئے قطرۂ خونِ جگر سے اپنے عشق کی سیوا کرنی پڑتی ہے۔ جو علمائے ظاہر کے بس کی بات نہیں ہے۔ جس کا حصہ ہوتا ہے اسی کو ملتا ہے۔ علمائے ظاہر یعنی مندر کے پجاریوں مسجد کے نمازیوں گرجا کے پادریوں اور عیسائیوں کے دلوں میں غلط آرزوؤں کا انبار ہوتا ہے۔ جو صنم اور بت کی شکل جدا جدا اختیار کر لیتا ہے۔ یہ پجاری، یہ نمازی اپنا اپنا بت و صنم اپنے ساتھ لے جاتے ہیں ان کو مسجد، مندر، گرجا میں وہی نظر آتا ہے۔ جو ان کے دل میں ہوتا ہے۔ فقیر کے دل میں کوئی آرزو نہیں۔ کوئی بت نہیں، کوئی صنم نہیں۔ اس کو ہر جگہ ایک ہی صورت نظر آتی ہے۔ وہ صورت خدا کی ہوتی ہے وہ ہر جگہ ایک ہی شان دیکھتا ہے ۔۔۔ (حسین)

چراغِ راہ ۱۲۷

"سینے میں جو سانس چلتی ہے - یہی ذات ہے - بس اس کی تصدیق مشکل ہے - (وارث پاک)

تیرے سینے میں دم ہے دل نہیں ہے :. تیرا دم گرمئِ محفل نہیں ہے (اقبالؔ)

ذات ایک ہے باقی سب صفات ہیں اس ذاتِ واحد نے آدمؑ کو اپنی صورت پر بنایا - خَلَقَ اللہُ آدَمَ علیٰ صورتہٖ - آدمی میں جو سانس چلتی ہے - وہی ذات ہے - باقی دل، دماغ، منھ زبان ہاتھ پاؤں - آنکھ، کان - ناک، خیال - احساس وغیرہ سب صفات ہیں - ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہوتا ہے اس کی وہی سانس ہوتی ہے جو ماں کی ہوتی ہے شہر کی تمام بجلی بتیوں کے کرنٹ وہی ہوتے ہیں - جو پاور گھر میں کرنٹ ہوتا ہے - ذاتِ واحد معبودِ حقیقی کی جو سانس ہے جو روح ہے - جو نور ہے - وہی اس کے تمام صفات یعنی کائنات اور اس کے ذرّہ ذرّہ قطرہ قطرہ پتہ پتہ میں بقدرِ ظرف بقدرِ پیمانہ درجہ بدرجہ ظہور میں ہے - علمائے ظاہر کے لئے اسکی تصدیق مشکل ہے - (حسینؔ)

چراغِ راہ ۱۲۸

"تصدیق ہزاروں میں ایک کو ہوتی ہے - ہر شخص کا حصہ نہیں پھر اس کی بھی کئی صورتیں ہیں - زبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلتا - (وارث پاک)

خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ :. نہیں ممکن امیری بے فقیری (اقبالؔ)

ارشاد ۱۴۶ "عنوان جس کو تصدیق نہیں اس کا ایمان نہیں" میں وضاحت کے ساتھ ایمان اور تصدیق پر روشنی ڈالی گئی ہے - اس ارشاد کو پڑھنے سے پہلے ارشاد ۱۴۶ کو اچھی طرح پڑھ لیں - اس ارشاد میں اسی تصدیق کے درجے پر روشنی ڈالی گئی ہے - وارث پاک خود فرماتے ہیں کہ تصدیق ہزاروں میں ایک کو ہوتی ہے - ہر شخص کا حصّہ نہیں - پھر اس کی بھی کئی صورتیں ہیں - زبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلتا - دنیائے ظاہر کی آنکھ ایمان ہے - اور دنیائے باطن کی آنکھ تصدیق ہے - چوں کہ عشق یعنی فقری کی ساری منزلیں باطن سے تعلق رکھتی ہیں - اس لئے بغیر تصدیق کی آنکھ کے ایک قدم بھی آگے چلنا دشوار ہے - مادیّت کی آنکھ ایمان ہے - اسی طرح روحانیت کی آنکھ تصدیق ہے - روحانیت کا ذکب تصدیق ہے - فقیر بننے کے پہلے یا فقری کی منزل پہ آنے سے پہلے تصدیق کی دولت فقیر کے پاس ضرور ہونی چاہیئے - ورنہ فقری کی تجارت میں سودا کسی سے کروگے - زرِ نقد تو تصدیق ہے - بغیر زرِ نقد تمہیں کون سودا دیگا - فقری چاہتے ہو یا فقری کی تکمیل چاہتے ہو تو تصدیق کی دولت جمع کر و سے لے تصدیقِ فقری

گداگری ہے۔ اور گداگری انسانیت کی پیشانی پہ کلنک کا ٹیکہ ہے۔ (حسین)

چراغ راہ ۱۲۹

"صاحب توحید ہونا آسان۔ مگر صاحب تصدیق ہونا مشکل ہے۔" (وارث پاک)

تو زندگی ہے پابندگی ہے ∴ باقی ہے جو سب خالبازی (اقبال)

اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کو زیادہ تر لوگ ایمان کے ساتھ تصدیق کے ساتھ مانتے ہیں۔ مگر وہ ہر چیز کا مالک ہے۔ ہر چیز پر قادر ہے۔ خیر و شر سب اسی کی طرف سے ہے۔ وہی بیمار ڈالتا ہے۔ وہی دکھ دیتا ہے۔ وہی سکھ دیتا ہے۔ وہی مالدار بناتا ہے۔ وہی غریب بناتا ہے۔ وہی مارتا ہے وہی جلاتا ہے۔ وہی بناتا ہے وہی بگاڑتا ہے۔ زبان سے تو سب یہی کہتے ہیں۔ کہ ہمارا ایمان ہے۔ مگر لاکھوں بلکہ کروڑوں میں ایک ہوتا ہے جس کو دلی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ خیر و شر سب اسی کی جانب سے ہے۔ شر دیکر اپنے پیارے بندے کے مریض جسم۔ مریض دل کو شفا بخشنا منظور ہوتا ہے۔ مصیبت میں ڈال کر اس کو جگانا منظور ہوتا ہے تا کہ بے ہوشی میں وہ بندہ جہنم کی آگ میں نہ کود جائے۔ خیر اس لئے دیتا ہے کہ اس کا نیک بندہ انعام پاکر جذبۂ شوق میں اور آگے بڑھ جائے۔ اس طرح کا یقین کامل۔ ایمان مکمل۔ تصدیق محکم سب کے بس کی بات نہیں۔ چوں کہ محفل عشق میں۔ بازار عشق میں جب تک دلی تصدیق کی دولت نہ ہو تو فقیری کی ایک منزل بھی طے نہیں ہو سکتی ہے۔ اس لئے وارث پاک اپنے فقیروں کو آگاہ کر رہے ہیں۔ خواب غفلت سے بیدار کر رہے ہیں۔ اور فرما رہے

ہیں کہ "صاحب توحید ہونا آسان مگر صاحب تصدیق ہونا مشکل ہے۔" اگر ذوق فقیری ہے تو تصدیق کی دولت حاصل کرو۔ یہ دولت خدا داد ہوتی ہے۔ جس طرح خدائے پاک اپنی دولت معرفت جس کو چاہے دیدے کسی کا اجارہ نہیں۔ ٹھیک اسی طرح دولت تصدیق ہے خدائے پاک اپنی دولت تصدیق جس کو چاہے دیدے۔ کسی کا اس میں اجارہ نہیں۔ دل کو سمندر کی طرح وسیع کرو۔ آفتاب کی طرح روشن اور منور کرو۔ تا کہ خدائے پاک دولت تصدیق اس میں بھر دے۔ ظرف اور پیمانہ بڑھاؤ۔ باقی کام خدائے پاک کا ہے۔ (حسین)

چراغ راہ ۱۳۰

جس کو یہاں تصدیق ہے وہ کعبہ جاکر کیا کرے گا۔ وہاں جاکر سوائے پتھر کے اور کیا دیکھے گا۔ خدا تو ہر جگہ ہے کعبہ تو چھت ہے۔ (وارث پاک)

اس دور میں کبھی مرد خدا کو ہے میسر ∴ جو معجزہ پربت کو بنا سکتے ہیں رائی (اقبال)

اس ارشاد میں تصدیق کے کمال کی وضاحت ہے۔ حضرت موسیٰ کے دل نے کہا تو اپنا عصیٰ زمین پر ڈال دے اور وہ اس آواز پر لاٹھی ڈال دے جو لاٹھی اژدھا بن کر جادوگروں کے سانپ کو کھا گیا۔ ان کے دل نے آواز دی کہ تو اپنی لاٹھی دریائے نیل پر مار۔ انہوں نے دل کی بات سن کر دریائے نیل پر لاٹھی ماری تو دریائے نیل دو ٹکڑے ہوکر اپنے سینے سے راستہ دیدیا۔ جس سے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے سارے لوگ پار ہو گئے۔ محبوب خدا نے انگلی کا اشارہ کیا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا

یہ سب کرامات خداوندی اسی تصدیق کے ذریعہ دنیا میں ظاہر ہوئے۔ آج بھی جن کو تصدیق کامل ہے۔ وہ جو کعبہ میں دیکھتے ہیں۔ وہ اپنے خانۂ دل میں دیکھتے ہیں۔ ذرہ ذرہ میں دیکھتے ہیں پتہ پتہ میں دیکھتے ہیں۔ قطرہ قطرہ میں دیکھتے ہیں۔ جس کو یہاں تصدیق ہے وہ کعبہ جاکر کیا کرے گا۔ وہاں جاکر سوائے پتھر کے اور کیا دیکھے گا۔ خدا تو ہر جگہ ہے۔ کعبہ تو جہت ہے۔ اس طرح کی تصدیق کا قائم ہونا آسان نہیں ہے۔ یہ وہبی چیز ہے۔ یہ عنایتِ خداوندی ہے۔ جس کو بخش دے اس میں کسی کا اجارہ نہیں۔ ——— (حسین)

چراغ راہ ۱۳۱

"محبت سے کچھ نہیں۔ جب تک دلی تصدیق نہ ہو — (وارث پاک)

خوددار نہ ہو فقر تو قہر الٰہی — ہو صاحب غیرت تو ہے تمہید امیری (اقبال)

خودی اور خدا۔ فقیری اور امیری۔ محبت اور تصدیق، بس یوں سمجھ لو کہ تلوار اور تلوار کی دھار، پھول اور پھول کی خوشبو۔ عشق اور عشق کا جنون۔ سب سے پہلے تصدیق کی ضرورت ہے۔ جب تک خوددار نہ ہوگے خدا کی شانِ محبوبی کو دیکھنے نہ پاؤ گے۔ اور خوددار انسان اس وقت ہوتا ہے۔ جب اس کے دل سے ماسوا اللہ کے سارے سہارے بے آسرا نظر آنے لگتے ہیں۔ وہ فقیر کہاں جو انسان سے آسرا لگائے۔ وہ تو گدا ہے گدا۔ فقیر تو اسی کو کہتے ہیں جو مسکرا کر کسی کو بھی بادشاہ بنا دے۔ فقیر کے سینہ میں خدا بولا کرتا ہے۔ اس نورِ حقیقت کو رکھنے والا ہیرے جواہرات جیسے واہیات پتھر کو چھونا بھی گوارا نہیں کرتا فقیر اپنے پاؤں تلے ساری دنیا کا خزانہ رکھتا ہے۔

یہی اس کی شان ہے۔ اور یہی اس کی پہچان۔ تصدیق روحانیت کی پونجی ہے اور محبت ایک شئے۔ ایک جنس، ایک سودا۔ اگر پونجی نہیں ہے تو خرید و فروخت کس سے کرو گے۔ پہلے تصدیق کی دولت حاصل کرو۔ پھر محبت کا سودا کرو۔ بے تصدیق محبت بے کار ہے۔ محبت سے کچھ نہیں۔ جب تک دلی تصدیق نہ ہو — (حسین)

چراغ راہ ۱۳۲

— نماز روزہ اور ہے تصدیق اور ہے۔ اگرچہ تصدیق مانع صلوٰۃ نہیں۔ مگر حالت ضرور قابلِ لحاظ ہے۔ (وارث پاک)

نادان ادب فلسفہ کچھ چیز نہیں ہے :: اسبابِ ہنر کے لئے لازم ہے تگ و دو
(اقبال)

نماز، روزہ، حج زکوٰۃ، اور جہاد ایک ایک درجہ ہے۔ ایک ایک اشارہ ہے۔ مگر منزلِ مقصود صرف تصدیق ہے۔ اگر تصدیق سے تیرا سینہ خالی ہے تو تیرا وجود طوطے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اور جہاد شرع شریف کے درجات ہیں اور تصدیق ان درجات کے طے ہونے کے بعد کی منزل ہے۔ اگر درجات کے طے ہونے کے بعد بھی منزل تصدیق ہاتھ نہ آئی تو ویسی نماز، ویسے روزے۔ ویسے حج ویسی زکوٰۃ۔ ویسے جہاد، کس کام کے۔ جب حاصل سے محروم۔ مطلوب سے محروم، مقصود سے محروم، تو نے ساری زندگی اپنے جسم کو تکلیف دی، مگر تصدیق نہ پا سکا۔ تو ایسی نماز اور روزہ سے کیا فائدہ۔ تصدیق اسی کو ملتی ہے جس کا دل سمندر سے زیادہ

وسیع اور عمیق ہوتا ہے۔ تصدیق اس کو ملتی ہے۔ جس کا دل آفتاب سے زیادہ روشن اور منور رہتا ہے۔ ایسا دل فقیر کا ہوتا ہے۔ جو اپنی فقیری کی خاطر اپنی ہستی کو نیست کر دیتا ہے۔ قربانی میں اپنی زندگی کی مسکراہٹ دیکھتا ہے منزلِ عشق سخت اور دشوار گذار منزل ہے۔ یہاں ایسے دیوانے اور مجنوں کی ضرورت ہے جو دل کی ہر ہر چوٹ پر حق اللہ حق اللہ حق اللہ کا نعرہ بلند کرے۔

اگرچہ تصدیق مانع صلوٰۃ نہیں مگر حالت ضرور قابلِ لحاظ ہے۔ نماز پڑھتے جاؤ۔ ٹوٹی پھوٹی ہی سہی۔ یہ نظام اسلام ہے۔ پھر کون جانے تمہاری ایک ہی نماز تمہاری قسمت بدل ڈالے۔ معبود حقیقی خوش ہو کر اپنی دولتِ تصدیق سے تمہیں مالا مال کر دے

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ — (حسین)

چراغ راہ ۱۳۳

"کتابیں پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا تصدیق اور چیز ہے۔ (وارث پاک)

محرم خودی سے جس دم ہوا فقر ∴ تو بھی شہنشاہ میں بھی شہنشاہ

(اقبال)

کتاب، استاد اور رہبر سب صرف دو قدم کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ راستہ بتا سکتے ہیں۔ راستہ پر لا کھڑا کر دے سکتے ہیں۔ مگر منزل تو طے طالب علم کو کرنی پڑتی ہے۔ طالبِ مولا کو کرنی پڑتی ہے۔ راستے کی دشواریاں طالبِ مولا کو اٹھانی پڑتی ہیں۔ استاد یا پیر کیا کر سکتا ہے۔ منزل یہ منزل طے کرتا یا ایک ہی منزل پہ زندگی گذار دینا

طالب کے ہاتھ ہوتا ہے یا مطلوب کے ہاتھ ہوتا ہے۔ پیر فقیر تو صرف رہنما ہوتے ہیں۔ مطلوب کی نظر شفقت اگر پڑ گئی تو اپنی دولتِ تصدیق سے اپنے نوآموز طالب کے سینہ کو بھر دیتا ہے۔ تصدیق کے گھوڑے پر سوار ہو کر وہی نوآموز طالب ہزاروں برس کی منزل کو ایک منٹ میں طے کر کے رکھ دیتا ہے۔ تصدیق سب سے تیز رفتار براق ہے پیارے۔ فقیری سے پہلے خدا سے تصدیق مانگ۔ بے تصدیق فقیری بے کار شے ہے۔ ایک منزل بھی طے نہ ہو گی۔ ایک ذرا سی چوٹ تمہارے حوصلہ اور تمہاری تڑپ کو پارہ پارہ کر کے رکھ دے گی۔ پھر تم دین کے رہو گے اور نہ دنیا کے۔ روحانیت کی پونجی تصدیق ہے پہلے پونجی جمع کر دپھر بازارِ روحانیت میں قدم رکھو۔ (حسین)

چراغ راہ ۱۳۴

"یقین اعتقاد کی روح ہے۔ جس میں یقین کی کمی ہے اعتقاد کی کمی ہے،،

(وارث پاک)

آگ اس کی پھونک دیتی ہے برنا و پیر کو ∴ لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحبِ یقین

(اقبال)

جس طرح تصدیق ایمان کی روح ہے۔ جس میں تصدیق کی کمی ہوتی ہے اس میں ایمان کی کمی ہوتی ہے۔ بجنسہٖ یقین اور اعتقاد ہے۔ یقین اعتقاد کی روح ہے جس میں یقین کی کمی ہے۔ اعتقاد کی کمی ہے۔ فقیری بے تصدیق بے کار ہے اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

اسی طرح اعتقاد، چاہے وہ دین اسلام کا ہو یا قرآن کا۔ یا رسولؐ کا۔ یا جنت کا۔ یا دوزخ کا۔ حشر کا نشر کا۔ غرض جس کا بھی ہو۔ بے یقین بے کار چیز ہے۔ اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ یقین ہو تو ایسا یقین ہو، جیسے آگ میں انگلی ڈالنے کے بعد انگلی کے جلنے کا یقین ہوتا ہے۔ جب تک اس طرح کا یقین نہیں اس وقت تک اعتقاد پانی کا ایک بلبلہ ہے۔ جو ہوا کے ایک ہی جھونکے میں ٹوٹ کر غرقاب ہو جاتا ہے۔ اس یقین کا پیدا کرنا یا اعتقاد حاصل کرنا بھی بے فقیری محال ہے۔ فقیری خونِ جگر پینے سے بنتی ہے۔ اگر شوق ہے۔ تو محبت کرو۔ عشق کرو اور قطرۂ خونِ جگر سے عشق کی تواضع کرو۔ (حسینؔ)

چراغِ راہ ۱۳۵

یہ جس کے دل میں یہ رہے کہ دیکھئے یہ کام ہو کہ نہ ہو وہ کام نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ دبدھا میں پڑا ہے۔ (وارث پاک)

کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کور ذوق اتنا ∴ صبا سے بھی نہ ملا تجھ کو بوئے گل کا سراغ (اقبالؔ)

کتابوں کے خاموش اور مردے اشارے تیری خودی کو سلا دیتے ہیں۔ اس کی جگہ عقل آجاتی ہے۔ اور عقل ایک ایسی کمزور سالکی ہے جو بات بات پر شک و شبہہ اور دبدھا پیدا کرتی ہے۔ راہِ عشق میں اگر منزل کی تلاش ہے۔ تو جنوں کو اپنا ساتھی بنا۔ وہ تجھے بات بات پر ہمالیہ کا مذاق اڑا دینا سکھا دیگا۔ پہلے جنون پھر خودی کا جامہ۔

اس کے بعد وہی جلوہ۔ اللہ کرے کہ تو صاحبِ عقل نہیں بلکہ صاحبِ جنوں ہو جائے۔ تاکہ تیری منزل خود بخود لرزتی ہوئی تیرے قدم چوم لے۔ دبدھا کی جگہ۔ وسوسہ کی جگہ شک و شبہہ کی جگہ یقین۔ ایمان اور تصدیق کی طاقت حاصل کر۔ کامیابی کا یہی راز ہے پیارے۔ (حسینؔ)

چراغِ راہ ۱۳۶

ےگ خدا پر بھروسہ ہے تو وہ خود تمہارا سامان کر دیگا۔ (وارث پاک)

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم ∴ جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں (اقبالؔ)

یقین اعتقاد کی روح ہے۔ اگر تمہارا اعتقاد ہے کہ دنیا کی ساری چیز خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے بنتی ہے اور بگڑتی ہے۔ وہی مارتا ہے وہی جلاتا ہے۔ وہی بیمار ڈالتا ہے۔ وہی شفا بخشتا ہے۔ وہی شر کا بھی مالک ہے۔ اور وہی خیر کا بھی۔ اسباب دنیا صرف بہانہ ہے۔ اگر تمہارا یہ اعتقاد یقین محکم کے ساتھ ہے۔ تصدیق کامل کے ساتھ ہے۔ ایمان مکمل کے ساتھ ہے۔ تو تمہارا بیڑا پار ہے۔ ایسے یقین والے۔ اعتقاد والے۔ تصدیق والے۔ ایمان والے فقیر کا سامان خدا خود کر دیتا ہے اس کو کسی چیز کی حاجت نہیں ہوتی ہے۔ کسی سے نہ کہنے کی حاجت ہوتی ہے اور نہ بولنے کی۔ اس کو صرف اپنے خدائے بزرگ و برتر پر بھرپور بھروسہ ہوتا ہے۔ جو دلوں کا حال جانتا ہے

وہ خدائے بزرگ و برتر ضرورت کے مطابق سامانِ ضرورت خود مہیا کر دیتا ہے۔ مہیا کرنے کے اس کے ہزاروں بہانے ہیں۔ فقیر کا کام خود سے ہوتا ہے۔ اس کو زبان ہلانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ہے۔ یقین کے ساتھ خدا پر بھروسہ رکھو۔ خدا خود تمہارا سامان کر دیگا۔

(حسین)

چراغِ راہ ۱۳۷

؎ جس کی نظر دوست پر ہے اس کا کوئی دشمن نہیں ۔ (وارث پاک)

اے لاالہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں :- گفتار دلبرانہ کردار قاہرانہ (اقبال)

تمہارے گھروں میں جو یہ بتیاں جل رہی ہیں۔ پنکھے چل رہے ہیں۔ ریڈیو بج رہے ہیں۔ اسی طرح کے سینکڑوں آسائش و آرام کے سامان مہیا ہیں۔ سب کار آمد اس وجہ سے ہیں کہ سب کے تار پاور گھر سے وابستہ ہیں۔ جوں ہی وابستگی گئی۔ پورا گھر گھپ اندھیرا۔ سب بیگانے اور دشمن۔ یہی حال انسان کا ہے۔ انسان آفتابِ حقیقت کا ایک ذرّہ ہے ایک کرن ہے۔ ایک شمع ہے۔ جبتک آفتاب سے وابستگی ہے۔ لگاؤ ہے۔ اس وقت تک ذرّہ میں چمک ہے۔ کرن میں گرمی ہے۔ اور شمع میں نور ہے۔ جوں ہی وابستگی لوٹی۔ لگاؤ ختم ہوا۔ ذرّہ ریت ہے۔ کرن سایہ ہے۔ شمع گل ہے۔ سب بیکار ہیں۔ سب دشمن ہیں یا یوں سمجھئے کہ جس کی نظر دوست پر ہے۔ اس کا کوئی دشمن نہیں۔ کوئی بیگانہ نہیں۔ کوئی نقصان نہیں۔ اللہ کی عبادت لوگ ڈر اور خوف سے کرتے ہیں۔ رحیم و کریم ہونے کے

سبب آرزو اور تمنا لے کر کرتے ہیں۔ مگر اللہ دوستی کے رشتہ کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ اگر دنیا کے جلاد کو مار ڈالنا چاہتے ہو تو اللہ سے دوستی کے ناتے جہاد کی طاقت مانگو۔ تمہارا کوئی دشمن نہیں رہے گا۔ — (حسین)

چراغِ راہ ۱۳۸

؎ شرطِ انصاف یہی ہے کہ سونے چاندی کے ہم وزن شیرینی خرید کی جائے (وارث پاک)

(نوٹ :- حضور پاک اپنی دادی صاحبہ کے پاس سے اکثر اشرفیاں لاتے اور کسی لوکیٹ حلوائی کو دیتے اور اس کے وزن کے برابر بتاشا لیکر بچوں کو تقسیم فرماتے تھے۔)

اللہ کی دین ہے جسے دے :- میراث نہیں بلند نامی (اقبال)

فقیری میں۔ عشق میں بازارِ دنیا کی ساری چیزیں برابر ہیں۔ سونا، چاندی - موتی۔ مونگا۔ ہیرا، جواہر۔ مٹی، پتھر، پانی، آگ، ہوا، سب برابر ہیں۔ کسی کو دوسرے پر فوقیت حاصل نہیں ہے۔ فقیر کی سمندر جیسی نگاہ میں قطرہ کا کیا وجود ہے۔ عشق کی آفتاب جیسی نظر میں جگنو کی کیا حقیقت ہے۔ جس کو دنیا والے سونا کہتے ہیں۔ وہ فقیر کی نظر میں مٹی ہے۔ جس کو ہیرا کہتے ہیں وہ پتھر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وارث پاک اپنے مریدوں کو تاکید فرماتے ہیں کہ شرطِ انصاف یہی ہے کہ سونے چاندی کے ہم وزن شیرینی خرید کی جائے۔ صرف زبان یا قلم سے ہی انہوں نے یہ تاکید نہیں فرمائی ہے۔ بلکہ اس پر خود عمل کر کے بھی دکھایا ہے۔ حضور پاک اپنی دادی صاحبہ کے پاس سے اکثر اشرفیاں لاتے اور کسی لوکیٹ حلوائی کو دیتے۔

اور اس کے وزن کے برابر نبات لے کر بچوں کو تقسیم فرماتے تھے۔ یہ ہے فقیری کی شان کہ دنیا کی بادشاہت۔ ہیرے جواہر، سونے چاندی کی وقعت۔ فقیر کی نظر میں گرد و غبار سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی ہے۔ جو خدا سے ملا وہ خود خدا ہو گیا۔ خدائی اس کے زیر قدم ہوتی ہے۔ وزن قائم رکھو۔ حق۔ انصاف اور اسلام کو گرنے نہ دو۔ (حسین)

چراغِ راہ ۱۳۹

"مال و زر فقیر کو نہیں چاہیئے" (وارث پاک)

مقامِ گفتگو کیا ہے اگر میں کیمیا گر ہوں :: یہی سوزِ نفس ہے اور میری کیمیا کیا ہے۔

(اقبال)

فقیر خدا کا پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے۔ فقیر کے زیرِ قدم خدا کی ساری خدائی چھپی رہتی ہے۔ فقیر کی نگاہیں دور بین اور اندرون بین ہو جاتی ہیں۔ ظاہر اور باطن سب عیاں ہو جاتے ہیں۔ سونا، چاندی۔ ہیرے جواہرات سب کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ اس کی نگاہ دور بین میں سونا، چاندی مٹی ہے اور ہیرے۔ جواہرات پتھر ہیں۔ بھلا ایسی صورت میں فقیر زر و مال لے کر کیا کرے گا۔ جو اس کے پاس ہوتا ہے۔ وہ بھی لوگوں میں بانٹ دیتا ہے۔ وہ تو صرف اپنے محبوب اور اس کی یاد کا متوالا ہوتا ہے۔ اس کو اتنی فرصت کہاں کہ مال و زر کی طرف دیکھے۔ اس کی ہر نظر محبوب کے جلوے اور نظارے کی طرف محو رہتی ہے۔ اس کی ہر سانس یادِ محبوب

کے لئے وقف رہتی ہے۔ فقیری بہت بڑی منزل ہے پیارے۔ بچے، جب نادان ہوتے ہیں تو کنکر پتھر اور مٹی ہی کو زیادہ قیمتی چیز سمجھتے ہیں۔ اور جمع کرتے ہیں۔ مگر ہوش و گوش آتے ہی کنکر، پتھر اور مٹی کو چھوڑ کر سونا، چاندی اور ہیرا جواہر جمع کرنے لگتے ہیں۔ مگر یہ ہوش و گوش انسان کا ظاہری ہوش گوش ہوتا ہے۔ اصلی ہوش گوش فقیری میں حاصل ہوتا ہے۔ فقیر کی نگاہ میں دنیا کی ساری چیز مٹی ہے۔ یہاں کی کوئی چیز ایسی نہیں کہ اس کو جمع کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ فقیر کو مال و زر نہیں چاہیئے۔ (حسین)

چراغِ راہ ۱۴۱

"مشائخِ عظام کے طریقوں کے متعلق فرماتے تھے۔ وہ طریقے نظامی ہیں۔ اگر انتظام نہ ہو تو سب کھیل بگڑ جائے۔ سب ایک سے ہو جائیں۔ (وارث پاک)

یہ بندگی خدائی وہ بندگی گدائی :: یا بندۂ خدا بن یا بندۂ زمانہ (اقبال)

یہ تماشا گاہ دنیا میں ڈرامہ کا پارٹ ہر انسان کا جدا جدا ہے۔ کوئی ہیرو ہے تو کوئی ویلین۔ کوئی گاتا ہے۔ تو کوئی رقص کرتا ہے۔ کوئی سپاہی کا کام کرتا ہے تو کوئی سپہ سالاری کا۔ کوئی پیادہ ہے تو کوئی سوار۔ یہ سب طریقے نظامی ہیں۔ اگر انتظام نہ ہو تو سب کھیل بگڑ جائے سب ایک سے ہو جائیں۔ جب دنیاوی ظاہری ڈرامہ میں نظام ہے۔ اصول ہے۔ آداب ہیں احکام ہیں۔ شرع ہے۔ تو باطنی ڈرامہ یعنی انسانیت کی تکمیل کے ڈرامے میں نظام۔ اصول، آداب۔ احکام اور شرع شریف کا ہونا از حد لازمی ہے اس لئے فقیروں کو چاہیئے کہ مشائخ عظام

کے طریقوں کے متعلق۔ جو نظامی طریقے ہیں ہرگز ہرگز کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالیں جو شرع شریف کی شان سے گری ہوئی ہو۔ شرع شریف کی پابندی جس طرح مشائخ عظام پر لازم ہے اسی طرح فقیروں پر لازم ہے۔ کوئی فقیر اس وقت تک کمال حاصل نہیں کر سکتا ہے جب تک شرع شریف کے درجات پورے کے پورے طے نہ کرے۔ لازم ہے کہ فقیر خود بھی نظامی طریقے کے مطابق چلے۔ اور دوسروں کو بھی چلنے کی تلقین کرے۔ فقیری نظام عالم کو سنوارنے کے لئے ہے خلل پیدا کرنے کے لئے نہیں۔ (حسین)

چراغ راہ ۱۴۱

گے جو غذا کل امراض کو دور کر سکتا ہے۔ وہ بھوک اور پیاس کی زحمت کو بھی مٹا سکتا ہے۔
(وارث پاک)

خودی کا نشیمن تیرے دل میں ہے ∴ فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے۔ (اقبال)

انسان جو غذا کھاتا ہے۔ اور پانی پیتا ہے۔ پیٹ میں جا کر دونوں مل جاتا ہے۔ ملنے کے بعد تحلیل ہوتا ہے۔ تحلیل ہو کر خون بنتا ہے۔ خون جسم کو قوت اور طاقت بخشتا ہے۔ یہ ساری تبدیلیاں اللہ کے حکم اور اس کی رحمتوں کے ذریعہ عمل میں آتی ہیں۔ ورنہ غذا کیا ہے۔ اناج ہے سبزی ہے۔ گوشت ہے۔ تیل ہے۔ نمک ہے۔ سب کے سب مٹی ہیں۔ وہی مٹی اللہ کے حکم سے۔ حکمت سے۔ رحمت سے ضرورت کے مطابق تبدیلی اختیار کرتی ہے اور نئی نئی شکل نئی نئی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ ہر جگہ غذا ہی غذا ہے۔ وہی غذا کل امراض کو دور کرتا ہے۔ وہی غذا صحت بخشتا ہے۔ وہی غذا بھوک اور پیاس کی زحمت کو بھی بوقت

ضرورت مٹاتا ہے۔ اس کے کارخانۂ قدرت میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ کمی انسان میں ہے کمی انسان کی تصدیق میں ہے۔ یقین میں ہے۔ اعتقاد میں ہے۔ وارث پاک کا بھوک اور پیاس کے وقت پُر اثر نسخہ یہ ہے۔ گرم پانی اور ٹھنڈا پانی بھر پیٹ پی لو۔ وہی اثر۔ وہی آسودگی۔ وہی طاقت فقیر کو ملے گی جو شکم پُر انسان کو ملتی ہے۔ شرط تصدیق کامل کی ہے۔ یہ ان کا آزمودہ نسخہ ہے۔ زندگی کا بیشتر حصّہ صرف پانی پر گزرا ہے۔ آپ کا دستور تھا کہ دن کو روزہ رکھتے اور شام کو صرف پانی سے روزہ افطار کرتے۔ لگاتار، چھ روز تک افطار صرف پانی سے ہوتا ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ ساتویں روز کے افطار میں تھوڑی سی دال اور اس میں ایک تنکوری ڈال دی جاتی تھی۔ روٹی جب ملائم ہو جاتی تھی تو اس کا عرق نکال کر اسی دال میں ڈال دیا جاتا تھا۔ اس دال اور اس ایک روٹی کا پانی سات روز کے متواتر روزہ کے بعد غذا ہوتی تھی۔ اس کے بعد پھر روزہ اور ہر روزہ کی افطار تھوڑا پانی۔ یہ سلسلہ سالوں سال چلتا رہا۔ یہ آپ کی خصوصیت والی شان تھی۔ اور یہ شان آپ کو اپنے اعتقاد اور تصدیق سے ملی۔ اور وہ تصدیق یہ تھی کہ جو غذا کل امراض کو دور کر سکتا ہے۔ وہ بھوک اور پیاس کی زحمت کو بھی مٹا سکتا ہے (حسین)

چراغ راہ ۱۴۲

گے اہل وعیال کی نسبت اکثر فرمایا ہے کہ میری وجہ سے دنیا نہ چھوڑے۔ تیری
دنیاداری عبادت ہے۔ (وارث پاک)

حقیقت خرافات میں کھو گئی ∴ یہ امت روایات میں کھو گئی (اقبال)

خدا کی یاد میں۔ خدا کی محبت میں۔ فقیری میں۔ عشق میں۔ دنیا چھوڑ دینا حد درجہ گناہ ہے خدا کبھی اس قسم کے پاگل پن کو پسند نہیں کرتا۔ جبکہ خدا نے بھی تجھے دنیا میں کسی خاص مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ تو تیرا جنگل جنگل بھٹکنا۔ جنگلی جانوروں کی طرح پھرنا بالکل بے معنی چیز ہے۔ دنیاداری۔ اہل وعیال کی پرورش۔ محنت مزدوری بہت سخت امتحان ہے۔ اگر تو جنگل میں چلا گیا تو تیرے ایثار و قربانی۔ خود پرستی و خود ستائی۔ نفس پرستی وغیرہ کی آزمائش کیسے ہو گی۔ کیسے معلوم ہو گا کہ تو بزدل ہے۔ یا شیر دل۔ خود پرست ہے یا خدا پرست کیچڑ میں اس طرح رہ جیسے کنول تالاب میں رہتا ہے۔ اہل وعیال کی پرورش کر ساتھ ہی، یادِ الہیٰ سے غافل نہ ہو۔ ہاتھ محنت مزدوری میں لگا ہو مگر دل یادِ خدا میں۔ یہ ہے اصلی فقیری دنیاداری سے بڑھ کر اور کوئی منزل نہیں۔ فقیر اس منزل پر پارے کی طرح تھرتھراتے ہیں۔ اس منزل سے پار ہونا پل صراط پار کرنا ہے۔ اس منزل پر سلامت روی کیساتھ گزر جانا لوہے کے چنے چبانے کے برابر ہے۔ دنیاداری کے ساتھ فقیری سنّتِ نبیؐ ہے۔ پیروئ علیؓ ہے۔

(حسینؔ)

چراغ راہ ۱۴۳

جو کچھ اولیاء اللہ کے لئے ہوتا ہے یہ سب زندہ نذر ہے۔ (وارث پاک)

حضرت مستقیم شاہ علیہ رحمتہ

مستقیم شاہ صاحب۔ آپ کو سرکار عالم پناہ کے فقراء میں صرف ممتاز اور اعلیٰ مراتب ہی ہونے کا فخر حاصل نہیں تھا بلکہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو ایک نمونۂ عشق بنا کر اس دنیا میں بھیجا تھا جس کا اظہار حضور پاک نے آپ کے والدین سے آپ کی ولادت کے قبل با ایں الفاظ فرما دیا تھا کہ "تمہارے یہاں ایک لڑکی پیدا ہو گی جو فقیر ہو گی۔" آپ حضورؐ پاک کے مسلک پر قدم قدم چلنے والی تھیں۔ آپ کو جو درجات حاصل ہوئے۔ وہ مستثنیات سے تھے۔ کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوئے۔ حضور پاک نے اپنے اس ارشاد کو خود ہی ثابت کر دکھایا۔ کہ جس کا حصّہ ہوتا ہے اس کو ضرور ملتا ہے۔ غرضیکہ آپ حضور پاک کی ایسی عاشقِ صادق تھیں جس کی مثال (ادنیٰ) یہ ہے کہ جب کبھی سرکار عالم پناہ ناخوش ہو کر دیوہ شریف سے کہیں تشریف لے جاتے تھے۔ تو آپ پا پیادہ برہنہ پوش آپ کی تلاش میں نکلتی تھیں۔ اور جس طرف سے اس روٹھ کے جانے والے ذاتِ پاک کی خوشبو آتی تھی۔ اُسی طرف آپ جاتیں۔ یہاں تک کہ اس جگہ پر جہاں حضور پاک رونق افروز ہوتے پہنچ جاتی تھیں۔ اس وقت کا نظارہ قابلِ دید ہوتا تھا۔ اور سرکار عالم پناہ کا ایک انداز خاص سے فرمانا کہ "ہم مستقیم شاہ سے مجبور ہو جاتے ہیں" "مستقیم شاہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گی۔" حاضرین پر ایک کیف طاری ہو جاتا تھا۔ پھر خوشی خوشی مستقیم شاہ صاحبہ کے ساتھ تشریف لے آتے تھے۔ بالآخر آپ کے سچے عشق و محبت کا نتیجہ اور صلا یہ ملا کہ جب آپ کا وصال ہوا تو سرکار عالم پناہ نے آپ کی قبر کے بغل میں اپنی قبر شریف

بھی باصرار کھدوائی۔ اور اس میں غلہ بھروا دیا۔ اور فرمایا کہ میں بھی یہیں رہوں۔ میں نے مستقیم شاہ سے وعدہ کیا ہے کہ میں کبھی تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ لیکن اس کے بعد بربنائے واقعات حضور پاک نے غلہ نکلوا کر قبر شریف کو پٹوا دیا۔ اور فرمایا کہ یہ سب اسباب ظاہری ہیں۔ میں نے جو ساتھ رہنے کا وعدہ کیا ہے۔ یہی کروں گا۔ حضور پاک نے خود ہی آپ کا عرس بھی قائم فرمایا۔ اور اعزائے مرحومہ سے بھی فرمایا کہ بعد میرے تم لوگ مستقیم شاہ کے عرس کے ذمہ دار ہو۔

چنانچہ اب تک برابر یہ پابندی تقرر تاریخ حضور پاک دادا صاحب کے عرس کے (جو مخدوم مستقیم شاہ صاحبہ کا ہی قائم کیا ہوا ہے۔ اور جو کاتک کے میلے کے نام سے مشہور ہے۔) ایک ہفتہ کے بعد بمقام قصبہ فتح پور ضلع بارہ بنکی جہاں آپ کی قبر شریف ہے۔ عرس ہوا کرتا ہے۔ جو کہ عرس کے بابت ایک عالم صاحب معترض ہوئے کہ مستورات کا عرس جائز نہیں۔ حضور پاک نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کو معلوم ہے کہ روح کو موت نہیں ہے۔ جب عام مخلوق کی یہ حالت ہے۔ تو اولیاء اللہ کی شان میں ارشاد موجود ہے۔ اولیاء اللہ لا یموتون۔ بس جو کچھ اولیاء اللہ کے لئے ہوتا ہے یہ سب زندہ نذر ہے۔ اور ہمارے نزدیک تو عورت ہو یا مرد جو طالبِ مولا ہے۔ وہی مرد ہے۔ مولوی صاحب آپ ہی بتائیے کہ مستقیم شاہ نے طلبِ مولا میں سر کھولا۔ یا طلبِ عقبیٰ یا طلبِ دنیا میں۔ مولوی صاحب نے ندامت سے سر جھکا لیا۔

حضرت مستقیم صاحبہ کی مختصر کہانی سے یہ بات بطور ہدایت ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اولیاء اللہ کے لئے جو کچھ ہوتا ہے۔ یہ سب زندہ نذرانہ ہے۔ اولیاء اللہ کو موت نہیں ہے۔

وہ زندہ ہیں اور پوری شان کے ساتھ زندہ ہیں۔ علمائے ظاہر کی سمجھ سے باہر ہے۔ وہ ہر چیز ظاہری آنکھ سے دیکھنا اور سمجھنا چاہتے ہیں۔ علم و عقل سے سمجھنا چاہتے ہیں۔ دل بیمار ہے۔ دل کی آنکھ بند ہے۔ یقین، اعتقاد، ایمان۔ تصدیق کمزور ہے یا سرے سے ناپید ہے۔ اولیاء اللہ سمندر ہیں۔ آفتاب ہیں۔ بھلا سمندر کو قطرہ کیا سمجھے۔ یا آفتاب کو ذرّہ کیا سمجھے۔ یہ کام دل کا ہے۔ دل کا علاج کر۔ دل کی آنکھ کھول۔ سب راز عیاں ہو جائیں گے۔ ساری حیرت ختم ہو جائے گی۔

(حسینی)

چراغِ راہ ۱۴۲

؎ انسان جہاں رکھتا ہے۔ خدا وہیں سے ظاہر ہوتا ہے۔ (وارث پاک)

دل طورِ سینا و فاران دو نیم ؛ تجلی کا پھر منتظر ہے کلیم (اقبال)

اس ارشاد کی وضاحت وارث پاک نے اپنی زبانِ مبارک کے ذریعہ خود ہی فرمائی ہے۔ جو حسبِ ذیل ہے "۔ ایک پنڈت سے حضور پاک نے فرمایا کہ یہ بتاؤ "پرہلاد" نے جس وقت عالمِ ذوق میں پرم یعنی معبود حقیقی کا نام رٹنا شروع کیا۔ اس وقت باپ جس کا نام ہرناکس تھا نہایت طیش میں آگیا۔ اور اپنے لائق اور ہونہار بیٹے سے کہنے لگا کہ خبردار میرے سامنے رام کا نام نہ لینا ورنہ تلوار سے سر اڑا دوں گا۔ پرہلاد نے جب باپ کی بے جا مداخلت سنی۔ تو اس کو بھی جوش آگیا۔ اس نے حالتِ وجد میں اپنے باپ سے کہا کہ مجھ میں رام تجھ میں رام کھڑک کھم سب میں رام۔ یعنی مجھ میں۔ تجھ میں تلوار اور ستون سب میں اس خدائے واحد کا جلوہ ظاہر

ہے ان کے یہ کہتے ہی ستون پھٹ گیا۔ اور برہم کی صورت شیر کے چولے میں نمودار ہوئی۔
جس نے ہرناکس کو پارہ پارہ کر دیا۔ تو سوال یہ ہے کہ پرہلاد نے مجھ میں تجھ میں کھڑک کھم چار
چیزوں میں برہم کے جلوے کا ذکر کیا۔ مگر صورت برہم کی کھم سے یعنی ستون سے ظاہر ہوئی اور
باقی تینوں چیزوں میں سے کسی میں ظاہر نہ ہوئی۔ اس میں ستون کی کیا تخصیص تھی۔ جب وہ
سب چیزوں میں موجود تھا۔ پنڈت نے موّدب عرض کیا۔ کہ اس کے جواب سے قاصر ہوں۔
حضور نے ارشاد فرمایا کہ سنو پنڈت جی۔ پرہلاد نے مجھ میں تجھ میں کھڑک کھم چار چیزوں میں
شاہد حقیقی کے جلوے کا اظہار کیا۔ مگر کھم یعنی ستون پر آکر رک گیا۔ جہاں رکا خدا وہیں سے
ظاہر ہو گیا۔" خدا تم میں ہے مگر دیکھ نہیں سکتے۔ خدا کائنات کے ذرہ ذرہ میں ہے مگر تم دیکھ نہیں
پاتے۔ خدا آتا ہے اور ہر بھیس میں آتا ہے۔ وہ عشق کی شکل کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ ایک ہی طرف
دیکھتے جاؤ۔ دو طرف نہیں۔ چنچل نہ بنو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ادھر دیکھو تو اُدھر سے نکل جائے۔
اور اُدھر دیکھو تو ادھر سے نکل جائے۔ ایک خیال پختہ کر لو اسی جگہ خدا مل جائے گا۔ ایک صورت
پکڑ لو وہیں خدا مل جائے گا۔ پیر کامل کی صورت پکڑ لو۔ پیر کی صورت میں خدا ملتا ہے۔

(حسین)

چراغ راہ ۱۴۵

"مدینہ منورہ کے راستے میں ایک مولوی صاحب بار بار کہتے تھے ان اللہ
مع الصابرین۔ دوپہر کو جب ہوا گرم ہوئی تو مولوی صاحب گھبرائے۔ پانی بھی
ان کے پاس ختم ہو چکا تھا۔ اس وقت ہم نے کہا ان اللہ مع الصابرین۔
تو مولوی صاحب خفا ہو گئے۔ بس زبان سے کہنا اور بات ہے اور دل سے تصدیق
اور چیز ہے۔"

(وارث پاک)

میں جانتا ہوں انجام اس کا　۔۔　جس معرکے میں ملّا ہوں غازی (اقبال)

یقین اعتقاد کی روح ہے۔ تصدیق روحانیت کی روح ہے۔ خدا اپنا کلام اپنی
بول اسی پر کھولتا ہے۔ جس کا دل یقین اور تصدیق سے منوّر ہوتا ہے۔ علمائے ظاہر کلام اللہ
کو جتنی بار پڑھیں لاکھ بار پڑھیں۔ کروڑ بار پڑھیں۔ مگر جب تک ان کے دل میں یقین کامل
تصدیق کامل گھر نہ کرلیگا۔ اس وقت تک کلام پاک کا ایک حرف بھی۔ ایک کلمہ بھی۔ ایک
بول بھی نہ کھلے گا۔ حقیقت جاننے سے کچھ نہیں ملتا۔ جب تک حقیقت کھل نہ جائے۔
راز ظاہر نہ ہو جائے۔ حقیقت اس وقت کھلے گی۔ جب دل روشن ہوگا۔ ضمیر روشن ہوگا۔ یہ ہے
زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں جب تک دلی تصدیق نہ ہو۔ تصدیق چاہتے ہو۔ یقین محکم چاہتے
ہو تو محبت و پیار سیکھو۔ عشق کرنا سیکھو۔ دل کو سمندر جیسا وسیع اور آفتاب جیسا منوّر کرو۔
تصدیق خود آکر گھر کر لے گی۔ حقیقت سمندر سے بھی ہزار گنا زیادہ وسیع۔ عمیق ہے اور آفتاب

سے لاکھوں گنا زیادہ منور ہے۔ ایسی حقیقت کو علم وعقل جیسے حقیر قطرہ یا ذرہ میں کیسے سما سکتے ہو۔ یہ کام دل کا ہے۔ جہاں تصدیق سمندر یا آفتاب رہا کرتا ہے۔

(حسینؒ)

چراغِ راہ ۱۴۶

مکہ معظمہ میں ایک مولوی صاحب نحن اقرب الیہ من حبل الورید کا وعظ بہت کہا کرتے تھے ان کے پاس ایک معمولی سی فرد تھی اس میں سردی معلوم ہوئی۔ میرے پاس دو کمبل تھے۔ وہ شب کو ایک کمبل مانگنے کے لئے ہمارے پاس آئے۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید سے نہیں مانگتے۔ (اس کے بعد فرمایا کہ زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں ہوتا جب تک دلی تصدیق نہ ہو۔ (وارث پاک)

مسلماں ہے توحید میں گرم جوش :. مگر دل ابھی تک ہے زنار پوش (اقبال)

خدا تم میں ہے مگر دیکھ نہیں سکتے۔ خدا خودداری میں ہے ایسی خودداری کہ جان چلی جائے مگر کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلے۔ خدا کے سہارے کے سوا سارے سہارے کو اپنے اوپر حرام کرلے۔ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیلًا۔ اس کے دل پر نقش ہو جائے۔ ایسے عاشقِ صادق اور تصدیق کے فرشتے خدا کو اپنے اندر دیکھتے ہیں اور شاہ رگ سے زیادہ قریب بھی پاتے ہیں۔ علم وعقل والے علمائے ظاہر اس حقیقت سے روآشنا تو درکنار اس کے نام سے بھاگتے ہیں۔ ان کی ساری نصیحت اور وعظ دوسروں کے لئے ہوتی ہیں۔ خود اس کے عامل نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے

کہ نہ ان کی زبان میں کوئی اثر ہے اور نہ ہی ان کا کوئی فعل قابلِ تحسین ہوتا ہے۔ صرف زبانی جمع خرچ ہے۔ اور زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں ہوتا جب تک دلی تصدیق نہ ہو۔ (حسینؒ)

چراغِ راہ ۱۴۷

معشوق کے ملنے نہ ملنے سے دنیا میں واسطہ نہ رکھے۔ جو دل میں سما گیا ہے۔ اس پر قائم رہے بے غرض و بے مطلب جو محبت ہے وہ ایک آتشِ جگر سوز ہے جس کو عشق کہتے ہیں۔ یہ ایک بے اختیار چیز ہے اس کی کوئی تدبیر نہیں ہے۔ نہ اس کو کسب سے تعلق ہے۔ یہ ایک آگ جس کے دل میں پیدا ہوئی بدن چھوڑنے کے وقت اس کی صورت معشوق کی ہوگی۔ (وارث پاک)

اس کی خودی ہے ابھی شام وسحر میں اسیر :. گردشِ دوراں کا ہے جس کی زباں پر گلہ (اقبال)

عاشق جب عشق کی تمام منزلوں کو طے کرلیتا ہے۔ اس کی ہر سانس یادِ محبوب یا یادِ خدا میں گذرنے لگتی ہے۔ محبت اس کی خوراک۔ پیار اس کا پانی اور چاہت اس کی راحت جب بن جاتی ہے۔ تو دفعتاً شیطان اس کے کان میں یہ آواز ڈال دیتا ہے کہ جس کی لگن میں جس کے پیار میں تم نے اپنی ہستی بگاڑ دی۔ اپنے کو گم کر دیا فنا کر دیا آخر وہ صورت کہاں ہے۔ وہ معشوق کہاں ہے۔ یہ خیال آتے ہی۔ یہ آواز کان میں آتے ہی یہ وسوسے شیطانی دل میں آتے ہی عاشق اپنے معشوق کے دیدار کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے۔ اور اسی

بے قراری میں مجنوں کی طرح جنگل جنگل مارا پھرتا ہے۔ ایسے ہی موقع پر اور ایسے ہی ملنے
جانباز فقیروں کی رہنمائی وارث پاک مندرجہ ذیل الفاظ میں فرماتے ہیں۔ معشوق کے ملنے نہ
سے دنیا میں واسطہ نہ رکھے۔ جو دل میں سما گیا ہے۔ اس پر قائم رہے۔ بے غرض و بے مطلب جو
محبت ہے وہ ایک آتشِ جگر سوز ہے جس کو عشق کہتے ہیں یہ ایک بے اختیاری چیز ہے اس کی کوئی
تدبیر نہیں ہے۔ نہ اس کو کسب سے تعلق ہے۔ یہ آگ جس کے دل میں پیدا ہوئی بدن
چھوڑنے کے وقت اس کی صورت معشوق کی ہوگی۔

عشق دمِ جبرئیل عشق دلِ مصطفےٰ ∴ عشق خدا کا رسولؐ عشق خدا کا کلام (حسین)

چراغِ راہ ع۱۴۸

گئے نحن اقرب۔ سمجھ چکے ہو کہ خدا سب میں ہے غور کرو اور یاد رکھو کہ اقرار اور قبولیت کے دو
کلمے جو مرد اور عورت کے مابین ہوتے ہیں اس اقرار پر عورت اتنا اعتماد کرتی ہے کہ مرد ہزار کوس
پر بھی سمندر کے پار ہوتا ہے تو بھی اپنی بیوی کو نہیں بھولتا۔ اس کی طرف دل لگا رہتا ہے جس صورت
سے ممکن ہو اس کی خبر لیتا ہے۔ صرف چند الفاظ اقرار و قبولیت پر عورت تمہاری کہلاتی ہے۔
اور تم اس کے شوہر کہلاتے ہو۔ ایک ساعت کے لئے تم دونوں ایک دوسرے سے غافل نہیں ہوتے
پھر بھلا غور کرو، جس خدائے مختار کل نے بمصداق خلق آدم علیٰ صورتہ اپنی صورت پر تم کو
بنایا اور روزِ الست بربکم کا خود اقرار کیا اور تم نے بھی جواب بلیٰ کہہ کر اقرار کیا۔ اب تم میں
اس رشتہ کے سوا جو حقیقی اور پوشیدہ ہے یعنی رازِ توحید، اس اقرار پر اتنا بھروسہ
ہونا چاہیے جتنا عورت اپنے شوہر پر کرتی ہے اور حاضر و غائب اس کو اپنا جانتی ہے (وارث پاک)

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر ∴ کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی (اقبال)

اس ارشاد میں جس کی وضاحت خود وارث پاک نے کی ہے۔ صرف یہ بتانا منظور ہے کہ نسبت
خدا اور انسان میں ہے۔ جو وعدہ خدا اور بندے میں روزِ الست ہوا ہے اسی پر آدمی اور
انسان کو قائم رہنا چاہیے۔ خدا اپنے وعدے کے مطابق اپنا وعدہ وفا کر رہا ہے۔ چاہے
تم جو بھی کرو۔ بھول جاؤ۔ خدا کی جگہ اپنا دوسرا خدا بنا لو۔ پھر بھی وہ خدائے واحد اپنے
وعدے کے مطابق اپنے اقرار کا۔ اپنے وعدے کا۔ پورا پورا لحاظ رکھ رہا ہے۔ یہ صرف
انسان ہے جو اس دنیا میں آتے ہی پہلا کام یہی کرتا ہے۔ کہ اپنے اقرار کو۔ اپنے وعدے کو
ایسا بھول جاتا ہے کہ مرتے دم تک اسے اپنا وعدہ یاد نہیں رہتا ہے۔ وارث پاک اپنے فقیروں اور
اور عشق کے متوالوں کو تسلی دیتے ہیں کہ مرد ہزار کوس پر بھی سمندر کے پار ہوتا ہے۔ تو بھی اپنی بیوی کو جو
محض اقرار و قبولیت کے دو کلمے پر بیوی ہو جاتی ہے۔ نہیں بھولتا ہے۔ پھر بھلا غور کرو جس خدائے
مختار کل نے بمصداق خلق آدم علیٰ صورتہ اپنی صورت پر تم کو بنایا۔ اور تمہاری شہ رگ سے بھی
زیادہ قریب رہتا ہے۔ تمہیں کیسے بھول سکتا ہے۔ بھول انسان کی فطرت میں ہے خدا اس سے
پاک اور بے عیب ہے۔ یقین کامل اور تصدیق پیدا کرو۔ رازِ توحید تم پر عیاں ہو جائے گا۔
اپنا وعدہ وفا کرو۔ وہ وعدہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ہے۔ یہ کلمہ جس طرح زبان سے
کہو۔ اسی طرح تصدیق کے ساتھ دل سے کہو اور عمل کرو۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین
پر قائم رہو۔

(حسین)

چراغ راہ ع ۱۴۹

گے اپنا ہاتھ کسی کے سامنے نہ پھیلائے۔ چاہے مر جائے۔ خدا سے بھی نہ کہے۔
چاہے کیسی ہی تکلیف ہو۔ کیا اللہ نہیں دیکھتا۔ کسی عورت کا شوہر اگر ہزار کوس
پر بھی ہو تو وہ اپنی بیوی کی خبر رکھتا ہے۔ (دل کی جانب اشارہ فرما کر) اور جو تمہارے
اندر ہیں وہ نہیں فکر کریں گے ۔ (وارث پاک)

ہے یاد مجھے نکتہ سلمان خوش آہنگ :: دنیا نہیں مردان جفاکش کے لئے تنگ
(اقبال)

جب نسبت خدا سے ہے رشتہ خدا سے ہے۔ واسطہ خدا سے ہے۔ قول و اقرار خدا سے ہے تو پھر غیر کے سامنے ہاتھ کوئی کیوں پھیلائے۔ خدا سے بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے اقرار قبولیت کے بعد اس کی بھی حاجت نہیں ہے۔ اسی اقرار قبولیت کے بعد کسی عورت کا شوہر اگر ہزار کوس پر بھی رہتا ہے۔ تو وہ اپنی بیوی کی خبر رکھتا ہے۔ تو کیا وہ اللہ جو تمہارے اندر ہیں وہ فکر نہیں کریں گے۔ کریں گے اور ضرور کریں گے صرف یقین چاہئے۔ یقین محکم چاہئے۔ تصدیق کامل چاہئے۔ یقین اور تصدیق اعتقاد اور روحانیت کی روح ہے۔ وہ اعتقاد بے کار جس میں یقین نہیں ہو روح نہیں ہو۔ اسی طرح وہ روحانیت بے کار جس میں تصدیق نہیں ہو روح نہیں ہو۔ اعتقاد کو قائم رکھنا چاہتے ہو تو یقین پیدا کرو۔ روحانیت کے متوالے بننا چاہتے ہو۔ تو تصدیق کی دولت جمع کرو۔ فقیری بے تصدیق ایک کاغذ کا پھول ہے ایک کاٹھ کی ہانڈی ہے۔ ایک ریت کا محل ہے۔ (حسنین)

چراغ راہ ع ۱۵۰

گے اگر سات روز کا بھی فاقہ ہو تو زبان پر نہ لائے۔ اور اللہ سے بھی نہ کہے کیا وہ
نہیں جانتے جو اپنے پاس ہیں ۔ (وارث پاک)

اسے واسطہ کیا کم و بیشی سے :: نشیب و فراز و پس و پیش سے (اقبال)

فقیری کی راہ پر چلنے والے جانباز سپاہیوں اور راہیوں کو ہدایت ہے کہ راہ فقیری میں اگر سات روز کا بھی فاقہ ہو تو زبان پر نہ لائے۔ اللہ سے بھی نہ کہے کیا وہ نہیں جانتے جو اپنے پاس ہیں۔ تمہیں معلوم کیا کہ تمہارے مریض دل و دماغ کا علاج فاقہ ہے۔ یہ تو حکیم حاذق ہی جانتا ہے۔ مریض کو اپنے مرض کا علم نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس کے علاج کا۔ یہ کام حکیم کا ہے۔ اسی طرح تم راہی ہو۔ طالب ہو تمہارے ذمہ راستہ کی منزلیں ہیں۔ منزل کی کامیابی اور ناکامی سے تمہارا کوئی سروکار نہیں ہے۔ چاہے منزلیں فاقہ مستی میں طے ہو جائیں یا آسودہ حالی میں۔ میر کارواں کو اس کا علم ہوتا ہے۔ میر کامل کو خبر ہوتی ہے معبود حقیقی جانتا ہے۔ گھوڑے کو کیا خبر وہ سبک رفتار ہے یا کند رفتار۔ اس کی رفتار کی منزل کتنی ہے۔ مگر سوار اپنے گھوڑے کی رفتار سے بھی باخبر ہے اور اس کی منزل سے بھی یہی حال جنون عشق کا ہے۔ عاشق کو کسی چیز کی بھی خبر نہیں ہوتی ہے۔ خبر ہوتی ہے تو صرف اپنے جنون کی۔ اشارہ ہوا اور جنون کی سواری چل پڑی۔ شمع جلی اور پروانے جاں نثار ہونے کے لئے اردگرد گھومنے لگے۔ یہ سب بے اختیاری چیزیں ہوتی ہیں۔ اسے علم و عقل کے پیمانہ میں کیسے ناپا جائے۔

عشق سمندر ہے اور علم و عقل قطرہ، قطرہ سمندر کو کیسے ناپ سکتا ہے یہ کام تصدیق کا ہے جو فقر کی یونہی ہوتی ہے۔ فقیر اپنی تصدیق کی دولت کے ناتے۔ سات روز کے فاقہ کو بھی زبان پر نہیں لاتے۔ وہ اللہ سے کبھی نہیں کہتے۔ انہیں یقین ہے کہ خدا کو سب معلوم ہے۔ محبوب کو سب معلوم ہے۔ فقر کو تصدیق ہے کہ فاقہ ہی اس کے مرض کا علاج ہے۔ یہ وہی علاج ہے جو نبی کریم نے کیا۔ علی مرتضیٰ نے کیا۔ ام الفقرا نے کیا۔ امام الشہدا نے کیا اولیائے کرام نے کیا۔ فقرائے عظام نے کیا۔ یہ فاقہ الفقر فخری کا پہلا زینہ ہے۔ یہ تصدیق آتے ہی فقیر سکون اور راحت کی منزل میں چلا جاتا ہے۔ اور سات روز سات منٹ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ (حسین)

چراغِ راہ ۱۵۱

؎ اپنی بستی میں رہ کر لاپرواہ رہنا مشکل ہے۔ (وارث پاک)

آہ کہ کھو گیا تجھ سے فقری کا راز ؞ ورنہ ہے مالِ فقیر سلطنتِ روم و شام (اقبال)

فقیر جب تک راہِ سفر میں رہتا ہے تو وہ جنون کے نشہ میں مست و بےغم منزل بہ منزل طے کرتا جاتا ہے ہر منزل کی دشواریوں کو سہتا جاتا ہے۔ کامیابیوں یا ناکامیوں کو راستہ کی دھول اور گرد و غبار تصور کرتا ہے۔ مگر جب وہ منزلوں کو طے کر کے گھر لوٹتا ہے۔ اپنی بستی میں واپس آتا ہے۔ اور اپنے گھر یا بستی میں بھی جب فاقہ، دکھ، درد، ذلت، رسوائی وغیرہ کی زحمت گوارا کرنی پڑتی ہے تو فقیر گھبرا جاتا ہے۔ بےہوشی میں فاقہ مستی۔ دکھ۔ درد۔ ذلت و رسوائی کا احساس معلوم نہ ہوتا تھا۔ مگر ہوش و حواس میں یہ سب چیزیں نشتر کی طرح چبھتی ہیں۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ بہت

مشکل امر ہے۔ اپنی بستی میں رہ کر لاپرواہ رہنا مشکل ہے۔ مگر مشکل ہے ان کے لئے جو مقامِ حیرت میں پھنس جاتے ہیں۔ مشکل ہے ان کے لئے جو اپنی فقری کا صلہ چاہتے ہیں۔ جنونِ عشق کی اجرت چاہتے ہیں مگر جو لوگ راضی بہ رضا تسلیم و رضا کی منزل میں قدم رکھتے ہیں وہ ہر حال میں بےپرواہ اور لاپرواہ ہوتے ہیں۔ ان کے لئے ہوشی یا بےہوشی دونوں برابر ہے۔ عشق کی تفسیر ان کے یہاں یہ ہے۔ بےغرض و بےمطلب جو محبت ہے وہ ایک آتشِ جگرسوز ہے۔ یہ ایک بےاختیار چیز ہے۔ اس کی کوئی تدبیر نہیں ہے۔ نہ اس کو کسب سے تعلق ہے۔ یہ ایک آگ جس کے دل میں پیدا ہوئی۔ بدن چھوڑنے کے وقت اس کی صورت معشوق کی ہوتی ہے بس اسی جنون میں وہ بڑھتا جاتا ہے۔ بڑھتے بڑھتے فاقہ ہی اس کی خوراک ہو جاتی ہے ایک دن وہ فاقہ کو کھا لیتا ہے۔ اور اس طرح فاقہ ہمیشہ کے لئے فنا ہو جاتا ہے فاقہ کے فنا ہوتے ہی فیضِ ولایت و فیضِ نبوت کا ظہور ہونے لگتا ہے یہ منزل راضی برضا اور مرضیٔ مولا کی منزل ہوتی ہے۔ —— (حسین)

چراغِ راہ ۱۵۲

؎ جب فاقے ہوں تو ضبط کرے۔ (وارث پاک)

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے ؞ خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

پیٹ کو دوزخ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ جس طرح دوزخ کی آگ سب کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ اسی طرح پیٹ کی آگ ہے۔ دوزخ کی خوراک گندے اور گنہگار انسان ہیں۔ اسی طرح پیٹ کی اصل خوراک غصہ ہے انسان اپنی جہالت کی بنا پر بجائے غصہ کھانے

کے دنیا بھر کے خرافات پیٹ میں ڈال لیتے ہیں۔ چونکہ فقیر خدا کا عاشق ہوتا ہے۔ خدا اپنے عاشق کے پیٹ کی صفائی خرافات دنیا کو ترک کر کے کرتا ہے جیسے حکیم جلاب دیکر آنتوں کی صفائی کرتا ہے۔ مگر خدا کا علاج نرالا ہے۔ وہ اپنے فقیر کو پہلے بھوکا رکھتا ہے۔ پیاسا رکھتا ہے۔ دکھ اور درد دیتا ہے ذلت و رسوائی دیتا ہے۔ جب پیٹ ان تمام چیزوں سے بھر جاتا ہے تو غصہ دیتا ہے۔ جس نے اس غصہ کو کھا لیا یعنی ضبط کر لیا۔ اس کا بیڑا پار۔ جس کو غصہ نے کھا لیا وہ راندۂ درگاہ۔ نہ دین کا نہ دنیا کا۔ اس لئے فقیروں کو خاص طور پر ہدایت ہے کہ جب فاقے ہوں یعنی غصے ہوں تو ضبط کرے یہ منزل پل صراط کی منزل ہے۔ جو فقیر اس پل صراط کو پار کر لیتا ہے اس کو دنیا ہی میں جنت مل جاتی ہے اور آخرت کا کیا پوچھنا۔ لازم ہے کہ ہر فقیر فاقے میں ضبط سے کام لے۔ ضبط کرتے کرتے اتنا مضبوط ہو جائے۔ اتنا طاقتور ہو جائے کہ ایک دن فاقہ کو کچا چبا ڈالے اور ہمیشہ کے لئے فنا کر دے۔ فاقہ فنا ہوتے ہی رحمت اور عنایت خداوندی کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ اور ایک زمانہ ایسا آتا ہے کہ ہر طرف عنایت ہی عنایت اور رحمت ہی رحمت نظر آتی ہے۔ (حسینی)

چراغِ راہ ۱۵۳

ئے مشائخ کی توجہ دینے کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر گرمی ہے۔ محبت ہے، تو توجہ کام دے گی اور جس کے قلب میں محبت نہ ہو اس پر کیا اثر ہوگا۔ (وارث پاک)

مقامِ عقل سے انسان گذر گیا اقبالؔ ∴ مقامِ شوق میں کھویا گیا وہ فرزانہ (اقبالؔ)

علمائے ظاہر۔ محدث۔ مولوی، واعظ، خطیب۔ مفتی، حافظ جیسے بزرگ حضرات مشائخ

کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ سب علم و عقل کے راہی ہیں۔ جو راہ چلنے سے پہلے اپنی منزل جان لینا چاہتے ہیں۔ جو سبب سے پہلے علت کا حال معلوم کر لینا چاہتے ہیں۔ جو جنت کی منزل کو جان کر نماز روزہ، حج زکوٰۃ۔ خیر خیرات ادا کرتے ہیں۔ جو ہر کام یا ہر قدم کا انجام یا حاصل دیکھ اور کچھ لینا چاہتے ہیں۔ برخلاف اس کے فقیری کچھ نہیں جانتی ہے اور نہ جاننا چاہتی ہے۔ نہ منزل کی خبر ہے۔ نہ انجام کی۔ نہ حاصل کی۔ وہ تو ایک آتشِ مجبور ہے۔ بے غرض دینے مطلب محبت ہے۔ نہ تو اسے دنیا کی فکر ہے۔ اور نہ عقبیٰ کی۔ نہ دنیا کی دولت اور راحت کا خواہاں ہوتا ہے۔ اور نہ جنت کی ہوس ہوتی ہے مشائخ کی منزل جدا اور فقیری کی منزل جدا۔ فقیر کامل کی توجہ ان ہی مشائخ پر اثر پیدا کرے گی۔ جن کے اندر کچھ گرمی ہوگی۔ محبت ہوگی۔ عشق ہوگا۔ اور جن کا دل محبت سے خالی ہوگا اس پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ عشق سمندر ہے اور علم و عقل ایک قطرۂ حقیر۔ سمندر کو قطرہ کہاں جگہ دے سکتا ہے جب تک کہ قطرہ میں گرمی نہ ہو۔ قطرہ اگر سمندر کو اپنے اندر جگہ نہیں دے سکتا ہے تو آخر کار نیز سمندر میں وہ قطرہ پیوست ضرور ہو سکتا ہے۔ اور پھر سمندر کی طاقت پکڑ سکتا ہے۔ بے گرمی و محبت توجہ بے کار اور بے سود ہے۔ (حسینی)

چراغِ راہ ۱۵۴

ئے فقیر لا طمع ہو کر رہے۔ تسلیم و رضا پر قائم رہے اور گنڈا، تعویذ۔ دعا۔ بددعا نہ کرے بس یہی فقیری ہے (وارث پاک)

ابھی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا ∴ کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں (اقبالؔ)

فقیر جب ساری منزل طے کر لیتا ہے۔ اور فقیری جب مکمل ہو جاتی ہے۔ تو اسے فکر لاحق ہوتی ہے کہ اب وہ کیا کرے۔ فقیری زندگی لیا ہے۔ فقیر کو کیا کرنا چاہئے۔ ایسی ہی نازک گھڑی میں وارث پاک ہدایت اور رہنمائی فرماتے ہیں "فقیر لاطمع ہو کر رہے۔ تسلیم و رضا پر قائم رہے۔ گنڈا تعویذ۔ دعا بددعا نہ کرے۔ بس یہی فقیری ہے۔ کامیاب فقیروں کے لئے یہ ہدایت کیمیا کا کام کرتی ہے۔ فقیری کو ایسی جلا ملتی ہے کہ موتی کی آب اور ہیرے کی تاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ فقیر فطرت کا حکیم ہوتا ہے۔ شمع ہدایت ہوتا ہے۔ جس کو دیکھ کر بھٹکے ہوئے راہی اپنا اپنا راستہ ٹھیک کرتے ہیں۔ قرآن کریم عمل کے لئے ظہور میں آیا ہے۔ گنڈا اور تعویذ کے لئے نہیں۔ خدا سب کے اندر ہے۔ سب کی آواز سنتا ہے۔ سب کی ضرورت جانتا ہے۔ اس کے حضور کسی کے حق میں دعا کرنا یا بددعا کرنا حد درجہ نادانی ہے۔ فقیر کا یہ عمل خاص کر نظامِ قدرت میں دخل دینے کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ خدا ہر چیز کا مالک ہے۔ اور ہر چیز پر قادر ہے۔ خیر و شر سب اسی کی طرف سے ہے۔ اسباب دنیا بہانہ ہے۔ فقیر یقین اور تصدیق کے ساتھ اس پر عمل کرے۔ یہی تسلیم و رضا ہے۔ بے طلب غیب سے جو ملے اس پر صبر و شکر کے ساتھ قناعت کرے۔ طمع و حرص میں نہ پھنسے۔ طمع وہ کرتے ہیں۔ جن کے دل کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ فقیر آنکھ رکھتے ہوئے طمع میں کس طرح گھر سکتا ہے۔ لاطمع رہنا لازم ہے۔ یہی چند اصول ہیں۔ جس پر عامل رہنے سے فقیری قائم رہتی ہے۔

(حسین)

چراغِ راہ ۱۵۵

ع دعا کرنا رضا و تسلیم کے خلاف ہے (وارث پاک)

یہ بندگی خدائی۔ وہ بندگی گدائی :. یا بندۂ خدا بن یا بندۂ زمانہ (اقبال)

خدا کبھی اپنے کام سے غافل نہیں رہتا۔ وہ تو پہاڑ کے سینہ میں بھی بہت سے پوشیدہ جانوروں کی پرورش کرتا ہے۔ سمندر کے سینہ میں بھی ایک دنیا آباد ہے اور سبکی رکھوالی کرتا ہے۔ یہ کائنات دنیا سب اللہ نے اپنے شاہکار انسان کے لئے پیدا کیا ہے ایسا شاہکار جس کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔ جس میں اپنی روح پھونک دی ہے۔ بھلا ایسے شاہکار یا ایسے اشرف المخلوقات سے وہ ذات جو سراپا رحیم و کریم ہے کیسے غافل رہ سکتی ہے یوم الست کے اقرار و قبولیت کے ناتے خدا ہر انسان سے اپنا وعدہ پورا کر رہا ہے۔ ایسی صورت میں دعا کرنا تسلیم و رضا کے خلاف ہے۔ دعا کرنا تو مقدسہ کی یاددہانی کے برابر ہے۔ ایسی باتوں سے خدا کو رنج ہوتا ہے۔ اور خاص کر فقیر کی دعا پر تو اسے حد درجہ غصہ آتا ہے۔ کیونکہ فقیر تو خدا کے بہت ہی قریب رہتا ہے۔ راز حقیقت و راز وحدت جانتا ہے۔ فقیر کی اس نادانی پر خدا حیران ہوتا ہے۔ لازم ہے کہ فقیر کسی کے حق میں دعا یا بددعا نہ کرے۔

(حسین)

چراغِ راہ ۱۵۶

ؔ فقیر نہ دوست کے واسطے دعا کرتا ہے نہ دشمن کے واسطے بد دعا۔ کیونکہ کیونکہ دوست اور دشمن کا پردا ہے۔ سب انہیں کا جن کا ہر شے میں جلوہ ہے۔ (وارث پاک)

تیری قندیل ہے تیرا دل ∴ تو آپ ہے اپنی روشنائی (اقبال)

فقیر دنیا کے تمام رشتوں کو توڑ کر صرف ایک ہی رشتہ کو پکڑ لیتا ہے۔ وہ رشتہ خدا ہوتا ہے۔ خدا کا رسول ہوتا ہے۔ خدا کا قرآن ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ سارے رشتے فقیر کے لئے حرفِ غلط ہیں۔ صرف ہیں دوست اور دشمن کا پردا ہے۔ روشنی اور تاریکی کا پردہ ہے نور اور نار کا پردہ ہے۔ سب انہیں کا جن کا ہر شے میں جلوہ ہے۔ فقیر کو کسی کے جھگڑے میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ ستی اور غمی اگلے بزرگوں کی نیکی اور بدی کا نتیجہ ہے۔ فقیر کیا جانے کہ ان کی مصیبت میں خدا کون سا بدلہ پورا کرنا چاہتا ہے۔ اس پر فقیر کی دعا کہ خدایا سانپ کو زندہ چھوڑ دے تاکہ اور کئی معصوم اور بے گناہ کو ڈستا رہے۔ یہ کتنی غلط دعا ہوگی۔ اس لئے فقیروں کو چاہیئے نہ دوست کے واسطے دعا کرے اور نہ دشمن کے واسطے بد دعا۔ نادان اور غلط فہم انسان کو معاف کر دینا ہی فقیری ہے۔ فقیر سب کام خدا سے کرواتا ہے۔ اور خود خدا خدا کرتا رہتا ہے۔ جس کی نظر دوست پر ہے اس کا کوئی دشمن نہیں۔

(حسینؔ)

چراغِ راہ ۱۵۷

ؔ فقیر کو کسی سے ناراض نہ ہونا چاہیئے۔ اس سے مطلب نہیں کہ اس سے کوئی خوش ہے یا ناخوش۔ (وارث پاک)

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے ہیں ∴ کھویا گیا ہے تیرا جذب قلندرانہ

(اقبال)

زمین کے سینہ پر ان گنت لوگوں کی آبادی فقیر کی نگاہ میں معصوم اور ننھے بچوں کی طرح ہوتی ہے۔ اور فقیر بچوں کی کسی بھی حرکت پر خفا یا نہیں ہوتے۔ یا بچوں کو سمجھا دیتے ہیں یا ان کے کھیل کود کی جگہ سے چپکے الگ ہٹ جاتے ہیں۔ خدا کے شیدائی کے لیے دنیا تنگ نہیں ہے۔ فقیر کے کوئی گھر نہیں۔ اور سب گھر فقیر کے ہیں۔ فقیر کو کسی سے ناراض نہ ہونا چاہیئے۔ اس سے مطلب نہیں کہ کوئی اس سے خوش ہے کہ ناخوش۔ اس کا کام آگاہ کر دینا ہے۔ خبردار کر دینا ہے۔ آوازِ حق سنانے سے کوئی خوش ہے کہ ناخوش اس سے فقیر کا کوئی مطلب نہیں۔ پاک صاف زندگی بسر کرے۔ لالچ زندگی بسر کرے۔ حق و انصاف کو گرنے نہ دے۔ حق بات کہنے سے پیچھے نہ ہٹے۔ کوئی برا کہے یا بھلا۔ کوئی طعنہ دے یا کوئی سراہے۔ فقیر ان سب چیزوں سے بلند اور بالا ہو جائے یہی اس کی شان ہے۔ اور یہی اس کی آن۔

(حسینؔ)

چراغِ راہ ۱۵۸

؎ اس کائنات کا نام دنیا نہیں۔ غفلت کا نام دنیا ہے (وارث پاک)

کوئی بتائے مجھے یہ عیاب ہے کہ حضور ؞ سب آشنا ہیں یہاں ایک میں ہوں بیگانہ (اقبال)

غفلت تاریکی ہے اور بیداری روشنی۔ غفلت تار ہے اور بیداری نور۔ غفلت رات ہے اور بیداری دن۔ غفلت دنیا ہے۔ اور بیداری عقبیٰ۔ روشنی اور تاریکی، نور اور نار، دن اور رات۔ دنیا اور عقبیٰ سب ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ روزِ الست کے اقرار قبولیت کے بعد انسان دنیا میں آتا ہے۔ آتے ہی سب سے پہلا کام وہ یہی کرتا ہے کہ اپنے وعدہ کو اپنے قول وقرار کو بھول جاتا ہے۔ فراموش کر جاتا ہے خواب غفلت میں سو جاتا ہے۔ اور ایسا سوتا ہے کہ مرتے وقت بھی کلمہ زبان پر نہیں لاتا ہے۔ اسی غفلت اسی فراموشی۔ اسی جہالت اسی تاریکی کی طرف اشارہ ہے۔ اس کائنات کا نام دنیا نہیں غفلت کا نام دنیا ہے انسان اللہ کا شاہکار ہے۔ دنیا ورکائنات دنیا تو اسی کے لئے بنائی گئی ہے اسی کی ساری چیز کا مالک اور وارث انسان ہے۔ بنی ہی چیز کو حاصل کرنے سے کیا فائدہ کیا حاصل۔ اگر نہ بھی چاہو گے تو بھی تمہارے گلے لٹکا دی جائے گی۔ دنیا کی چیزوں سے بیداری یا باخبری کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔ بیداری ہونی چاہیئے۔ معبود حقیقی سے باخبری ہونی چاہیئے۔ اپنے آقا اپنے مالک خدا سے۔ چونکہ اکثر و بیشتر انسان دنیا میں آکر غافل ہو جاتا ہے اور روز الست کا قول وقرار بھی بھول جاتا ہے۔ اس لئے اس غفلت کا نام دنیا ہے۔ جس کی نقلی چمکدار

چیزوں نے تمہیں اصلی ذاتِ واحد سے غافل کر دیا ہے۔ نجات چاہتے ہو تو توبہ کرو۔ اپنا وعدہ پورا کرو اپنی زندگی کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر گذارو۔ اسی پر ختم کرو تاکہ اسی پر تمہارا حشر ہو۔ ——— (حسین)

چراغِ راہ ۱۵۹

؎ فقیر کو بے لاگ رہنا چاہیئے۔ — (وارث پاک)

اگر کھو گیا ایک نشیمن تو کیا غم ؞ مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں۔ (اقبال)

یہ دنیا اور دنیا کی ساری چیزیں جاذبِ نظر ہیں۔ انسان اسمیں آتے ہی اپنا ہوش وگوش کھو ڈالتا ہے۔ خوابِ غفلت میں سو جاتا ہے۔ معبود حقیقی کو بھول جاتا ہے روزِ الست کے اقرار قبولیت کو بھول جاتا ہے۔ خود پرستی و خود نمائی۔ اور نفس پرستی میں پڑ جاتا ہے۔ نہ کلمہ یاد رہتا ہے۔ اور نہ اپنا وعدہ۔ دنیا کا لوبھی ہو جاتا ہے۔ اپنی ضروریاتِ زندگی اتنی بڑھا لیتا ہے کہ اس کے فراہم کرنے میں صبح سے شام ہو جاتی ہے۔ مگر غفلت کا پردہ آنکھ سے نہیں ہٹتا ہے۔ موت کے وقت بھی کلمہ یاد نہیں رہتا۔ وعدہ یاد نہیں پڑتا۔ توبہ یاد نہیں آتی۔ اسی وجہ سے وارث پاک فقیروں کی رہنمائی فرما رہے ہیں۔ کہ فقیر کو بے لاگ رہنا چاہیئے۔ یہاں کی چیزوں سے یہاں کی چمک دمک سے یہاں کی شیطانی اور ابلیسی پھندے سے بے لاگ رہنا چاہیئے۔ ہوشیار اور خبردار رہنا چاہیئے۔ روٹی اور پانی راحت و آرام ہوا اور آگ یہ سب کا انتظام خدا کے اختیار اور ذمہ میں ہے۔ اس نے کلمہ کے اقرار پر ضروریاتِ

انسانی کا فراہم کرنا قبول فرمایا ہے۔ خدا کا وعدہ سچا ہے روزمرہ دے رہا ہے اور آئندہ بھی ضرور دیگا۔ یقینِ محکم اور تصدیقِ کامل کی ضرورت ہے جو فقیر کی پونجی ہوتی ہے اس لئے فقیر کو دنیا کے تمام ہنگاموں سے الگ رہنا چاہیئے۔ (حسین)

چراغِ راہ ۱۶۰

"فقیر کسی کا محتاج نہیں ہوتا" (وارث پاک)

قناعت نہ کر عالمِ رنگ و بو پر ∴ چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں (اقبال)

محتاجی اسوقت پیدا ہوتی ہے جب یقین اور تصدیق ناپید ہو جائے۔ خوددار انسان کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوتا فقیری میں سوائے خدا کسی انسان کا محتاج ہونا کفر ہے۔ زبردست ملنگ ہے فقیر کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ وہ تو خدا کا بھی محتاج رہنا نہیں چاہتا۔ ہمیشہ خدا ہی اپنا طرح طرح کا روپ بدل کر اسے لبھاتا رہتا ہے۔ اور فقیر مست ملنگ ایک ہی طرح بیٹھا مسکراتا رہتا ہے فقیر جب خودی کی تیز دھار چڑھتی ہے تو وہ طرح طرح کے کرشمے دکھانے لگتا ہے کبھی خدا اور کبھی خدا نما۔ بس اس کی زندگی جگنو کی طرح ہو جاتی ہے۔ اندھیرا اور اجالا برابر کا شریک ہو جاتا ہے۔ فقیر دنیا کے ساز و سامان سے گھبراتا ہے اس کی خوراک یاد خدا۔ اس کا پانی یادِ رسول اس کی راحت یادِ قرآن اور لیس۔ بھلا ایسا فقیر کسی کا محتاج کیسے ہو سکتا ہے۔

(حسینی)

چراغِ راہ ۱۶۱

"فقیر کو سوال حرام ہے۔" (وارث پاک)

تو زندگی ہے پائندگی ہے ∴ باقی ہے جو کچھ سب خاکبازی

(اقبال)

عشق اول ہے اور عشق ہی آخر ہے۔ فقیر کے پاس بجز خدا کچھ نہیں رہتا۔ فقیر خدا کا پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے۔ فقیر خدا کا زبردست نقاب ہوتا ہے خدا اپنے بندوں کو فقیر ہی کے ذریعہ نوازتا ہے۔ مالا مال کرتا ہے۔ اس لئے فقیر کو سوال حرام ہے۔ سوال وہ کرتا ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ مگر فقیر خدا کو اپنا کر خدا سے خدائی لے لیتا ہے۔ خدائی لے کر بھی اگر وہ سوالی ہے تو غنی کون ہے۔ سوالی کو گداگر کہتے ہیں۔ بھیک منگا کہتے ہیں۔ فقیر بھی سوالی ہوتا ہے۔ مگر اللہ کے در کا انسان کے در کا نہیں۔ اور جو بھیک خدا کے یہاں سے لاتا ہے وہ بھی مخلوقِ خدا میں بانٹ دیتا ہے۔ یہ ہے شانِ فقیری جس کے متعلق ارشاد موجود ہے۔ الفقر فخری۔ بے مانگے ملے تو لیلے۔ یہ بھی اس لئے کہ پتہ نہیں کون دے رہا ہے۔ کیوں دے رہا ہے۔ اللہ کی عنایت سے منہ موڑنا یہ بھی پرلے درجہ کی ناشکری اور نادانی ہے۔ فقیر لا طمع رہے۔ راضی برضا ہے۔ کسی سے کوئی سوال نہ کرے۔ اللہ اپنے پیارے عاشق کی سب ضرورت کو جانتا ہے اور اس کو پورا کرنے کی فکر بھی خود ہی کرتا ہے۔ اسباب دنیا کا بہانہ ہے۔

(حسین)

چراغِ راہ ۱۶۲

"دنیا فساد کا گھر ہے اور اہلِ دنیا خدا سے دور رہتے ہیں۔ دنیا کی محبت بُری چیز ہے۔" (وارث پاک)

مجھے یہ ڈر ہے مقامر ہیں پختہ کار بہت :: نہ رنگ لائے کہیں تیرے ہاتھ کی خامی (اقبالؒ)

دنیا سے مراد غفلت ہے۔ اور غفلت کے معنی تاریکی۔ جہالت۔ فراموشی ہے۔ انسان دنیا میں آتے ہی مالکِ حقیقی کو بھول جاتا ہے۔ روزِ الست کے وعدے کو فراموش کر دیتا ہے۔ اقرار و قبولیت اسے یاد نہیں رہتا ہے۔ یہاں کی نقلی اور کھوٹی چیزوں میں اس طرح غافل ہو جاتا ہے۔ کہ اس کی اصلی چیز ہاتھ سے چلی جاتی ہے۔ مگر اسے خبر نہیں ملتی۔ وہ بیدار نہیں ہوتا۔ وہ اندھیرے سے روشنی میں نہیں آتا۔ وہ علم و عقل کا سہارا لے کر اللہ کا سہارا چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اپنے بازوئے قوت کو مضبوط دیکھ کر اللہ کی طاقت کو بھول جاتا ہے۔ ہر انسان اپنی زندگی کے قائم شدہ چارٹ کو چھوڑ کر دوسرے کی چارٹ کا پارٹ ادا کرنے لگتا ہے جس کا نتیجہ ڈرامہ میں خلل، دنیا میں فساد برپا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے وارث پاک فقیروں کی رہنمائی فرماتے ہیں کہ غفلت فساد کا گھر ہے۔ اور اہلِ غفلت خدا سے دور ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی محبت بری چیز ہے۔ مالکِ حقیقی سے رشتہ جہاں ٹوٹا یہ ساری دنیا گھپ اندھیرا ہو جاتی ہے۔ اندھیرے میں فساد نہ ہو تو اور کیا ہو گا۔ رہزنی نہ ہو گی تو اور کیا ہو گا۔ عصمت اور آبرو ریزی نہ ہو گی تو اور کیا ہو گا۔ نجات چاہتے ہو تو خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ اپنے کلمے اور وعدے کو یاد کرو۔

اپنی زندگی کو اسی کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر گذارو۔ پچھلے گناہوں کی توبہ کرو۔ مرتے دم کلمہ نہ بھولو تاکہ تمہارا حشر بھی اسی کلمہ پر ہو۔ — (حسین)

چراغِ راہ ۱۶۳

"حسد بہت بُری چیز ہے۔ حسد میں سوائے نقصان کے فائدہ نہیں۔ حاسد ہمیشہ ذلیل رہتا ہے۔ حسد سے ایمان خراب ہوتا ہے۔" (وارث پاک)

جگر سے وہی تیر پھر پار کر :: تمنا کو سینوں میں بیدار کر (اقبال)

حسد آگ کو کہتے ہیں جو حاسد کے سینوں میں جلا کرتی ہے۔ یہ ایک ایسا مرض ہے۔ اور ایسی آگ ہے۔ کہ حاسد کی ساری خوشیاں۔ ساری راحت۔ سارا آرام سکھ اور چین کو جلا کر خاک کر دیتی ہے یہی آگ ہے جس سے جہنم کی آگ سلگائی جاتی ہے۔ یہ اللہ کا قہر ہے۔ یہ قہر اسی انسان کے اوپر نازل ہوتا ہے۔ جو عنایت خداوندی اور رحمتِ الٰہی کا منکر ہوتا ہے۔ حاسد کو خدا پر بھروسہ نہیں ہوتا ہے۔ اس کو اپنے علم و عقل اور ہنر پر بھروسہ ہوتا ہے۔ جب علم و ہنر کے ذریعہ وہ زندگی میں ناکام رہتا ہے اور اس کے مقابلہ ایک انسان جو ظاہری علم و عقل و ہنر سے خالی ہوتا ہے۔ مگر یقین۔ اعتقاد۔ تصدیق کی دولت بے بہا سے اس کا دل بھرا رہتا ہے۔ جب وہ زندگی کے ہر امر پر کامیاب اور بامراد نظر آتا ہے۔ تو حاسد اس کامیاب انسان سے حسد کرنے لگتا ہے۔ اس حسد سے اللہ کی رحمت محسود پر اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور حاسد کی ساری پونجی اس کی خود اپنی جلائی ہوئی آگ کی

نذر ہو جاتی ہے۔ اسی لئے ارشاد ہے کہ حسد بری چیز ہے۔ حسد میں سوائے نقصان کے فائدہ نہیں۔ حاسد ہمیشہ ذلیل رہتا ہے۔ حسد سے ایمان خراب ہوتا ہے۔ نجات چاہتے ہو تو حسد چھوڑ دو۔ علم و عقل و ہنر کے کمزور ساتھی کو چھوڑ کر یقین۔ اعتقاد۔ تصدیق کی دولت سے خود کو آراستہ کرو۔ فیض خداوندی خود بخود تمہاری طرف بھی رجوع ہو جائے گی۔

(حسینی)

چراغ راہ ۱۶۴

"شیطان پر بھی لاحول پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ شیطان خدا کا رقیب نہیں ہے۔" ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ (وارث پاک)

پوری کرے خدائے محمد تیری مراد ✣ کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام (اقبال)

اگر تیری محبت اور فقیری کی بلندی یہاں تک پرواز کر جائے کہ دشمن بھی تجھے دوست معلوم ہونے لگے اور اس کی دشمنی پر تجھے اس کی نادانی کی تصویر نظر آنے لگے تو واقعی تو خدا اور رسولؐ کا سچا عاشق ہے۔ جانباز اور جاں نثار عاشق شیطان پر لاحول پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ شیطان خدا کا رقیب نہیں ہے۔ وہ تو فقیر کا ایک دلچسپ مذاق ہے۔ اور دنیا کے ڈرامہ کا ویلین ہے۔ شیطان کی غیر حاضری میں فقیر اپنی پے در پے منزل کا امتحان کیسے دیتا۔ ہیرو کا پارٹ کیسے ادا ہوتا۔ ڈرامہ مکمل کیسے ہوتا۔ یہ جناب شیطان ہی کی مہربانیاں ہیں کہ نیکی اور بدی کا درجہ معلوم ہوتا ہے۔ بہادر کبھی کسی کی شکایت نہیں کرتا۔ شیطان کبھی تجھ کو

مجبور نہیں کر سکتا۔ شیطان ہمیشہ رضامندی کا سودا کیا کرتا ہے۔ تو اگر گناہ کرنا نہیں چاہتا تو دنیا کی کوئی طاقت تجھے گنہگار نہیں بنا سکتی۔ سب سے پہلے اپنے نفس کو قابو میں کرنے کی کوشش کر شیطان خود تیرا ساتھ چھوڑ دیگا۔ (حسینی)

چراغ راہ ۱۶۵

"طالب کے واسطے صرف نفخت فیہ من روحی۔ کافی ہے۔ اس لئے کہ خدا ہماری ملکیت نہیں ہے۔ ہم خدا کی ملکیت میں ہیں۔ کسی اور سے طلب کرنے کی حاجت نہیں ہے۔" (وارث پاک)

فر و مال محمود سے درگذر ✣ خودی کو نگہہ رکھ ایازی نہ کر

(اقبال)

انسان میں جو سانس چلتی ہے۔ یہی ذات سے ہے یہی نور ہے۔ یہی روح ہے۔ یہ نور آفتاب حقیقی کی کرن ہے۔ نور حقیقت کا ذرہ ہے۔ جب خدا ہماری ملکیت میں ہے ہم خدا کی ملکیت میں ہیں تو پھر ڈر کس کا۔ جس کی نظر دوست پر اس کا کوئی دشمن نہیں۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ جو رشتہ ازلی ہے اور جو عہد یعنی اقرار ربوبیت روز الست کو ہوا ہے۔ اس پر انسان کو برقرار رہنا چاہیئے۔ وعدہ کے مطابق خدا کو ہر حال میں اپنا وکیل کارساز سمجھو۔ ہر حال میں اپنا مالک اور اپنا آقا تصور کرو۔ اسی کو اپنا سہارا اور مددگار

جانو۔ جب تک یہ کلمہ یہ وعدہ ۔ یہ رشتہ قائم رہے گا۔ تمہیں کسی اور سے طلب کرنے کی حاجت نہیں ہوگی۔ خدا تمہاری تمام ضرورت کو پورا کریگا تمہاری راحت کا سامان مہیا کرے گا۔ یقین محکم تصدیق اور ایمان مکمل کی ضرورت ہے اور بس۔

(حسین)

چراغِ راہ ۱۶۶

"جب انسان اپنے دم پر قادر ہو جاتا ہے۔ تو اٹھارہ ہزار عالم اس کے تحت آجاتے ہیں۔ وحوش طیور سب مطیع ہو جاتے ہیں ۔ (وارث پاک)

جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نمود ∴ کہ خالی نہیں ہے ضمیرِ وجود (اقبال)

دم سے مراد نفس ہے انسان کا نفس اس کا ازلی دشمن ہے ایسا دشمن ہے کہ انسان کو جہنم کی آگ میں ڈھکیل دیتا ہے۔ دنیا کا سارا فساد نفس امارہ ہی کی بدولت ہے بڑا ہی ظالم۔ بڑا ہی طاقتور، اٹھارہ ہزار عالم کا راجہ اور مالک ہوتا ہے وحوش، طیور سب اسی راجہ کی ملکیت میں ہیں۔ مگر جو فقیر جانباز اور شیر دل اپنے جانی کٹر دشمن یعنی نفسِ امارہ پر قادر ہو جاتا ہے اسے ہر مارکہ میں شکست فاش دیتا ہے۔ ہر منزل پر اس کی کمر توڑ دیتا ہے۔ تو وہی نفسِ امارہ اس کا دوست ہو جاتا ہے۔ اٹھارہ ہزار عالم اس کے تحت آجاتے ہیں۔ وحوش وطیور سب مطیع ہو جاتے ہیں۔ انسان کو اللہ نے بہت بڑی طاقت دے رکھی ہے

اپنی صورت پر بنا کر اپنا خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ انسان خدا کی تمام نعمتوں کو حاصل کرنے کا جوہر رکھتا ہے۔ منٹوں میں دنیا اور کائنات دنیا کی سیر کر سکتا ہے۔ ایسی ہی منزل کامیابی کی آتی ہے کہ فرشتے بھی دست بدنداں ہو کر رہ جاتے ہیں اس لئے ارشاد ہے کہ خدا کے تلاش کرنے والے اپنے کو تلاش کر۔ اپنی خودداری کو تلاش کر۔ اپنی تصدیق کو حاصل کر۔ محبت کر۔ عشق کر۔ خدا تم میں ہے ۔ خدائی تم میں ہے۔ اپنے دم میں، اپنے نفس میں خدا کی تلاش کر اور اسے حاصل کر کے بادشاہت کر۔ یہ دنیا اور کائنات دنیا تیرے لئے ہے تو اس کا خلیفہ ہے جانشین ہے (حسین)

چراغِ راہ ۱۶۷

"اگر طلب صادق ہے ۔ دستار مولویت طاق پر رکھ دو ۔

پست شو تا بفیض حق فائز شود ∴ ہر کجا پستیست آب آنجا رود

اور کفر و اسلام میں اس بات کا خیال کر لو۔

بکفر و باسلام یکساں بنگر ∴ کہ ہر اک زدیوان او دفتریست (وارث پاک)

فروزاں ہے سینے میں شمعِ نفس ∴ مگر تابِ گفتار کہتی ہے بس (اقبال)

یہ ارشاد خصوصیت کے ساتھ ان علمائے ظاہر کے لئے ہے جن کے دلوں میں طلبِ صادق موجزن ہونے لگے ایسے ہی بزرگ ہستیوں کو ہدایت ہے کہ قبل اس کے کہ راہِ عشق میں قدم رکھو دستار مولویت جو علم و عقل کی فضیلت تصور کی جاتی ہے

اِس کو طاق پر رکھ دو۔ اور ایک مبتدی کی حیثیت سے عشق کی منزل پر گامزن ہو جاؤ۔ راہِ عشق میں علم و عقل کی فضیلت کوئی تقویت نہیں پہنچاتی ہے۔ بلکہ مضر ثابت ہوتی ہے۔ اسی لئے حکم ہے کہ ایسی بے معنی فضیلت کو طاق پر رکھ دو۔ بھول جاؤ۔ فراموش کر دو۔ اپنے سینہ کو پاک کر دو۔ راہ عشق میں علم و عقل راستے کے کانٹے ہیں۔ شیطان حسیا کو آسانی سے چین کر تمہاری کٹھن منزل کے موقع پر تمہیں چھپا دیگا ایسی چیز اپنے پاس مت رکھو جس سے کھٹکا ہو یا تمہارا شیطان رقیب تمہارے خلاف استعمال کرے۔ عشق میں جنون چاہیئے۔ تڑپ چاہیئے۔ محبت بھرا دل چاہیئے۔ وہ دل جو سمندر سے زیادہ وسیع اور عمیق ہو۔ وہ دل جو آفتاب سے زیادہ منور اور روشن ہو جس دل میں ایمان، یقین۔ اعتقاد اور تصدیق کا گذر ہو۔ مسکن ہو جہاں دل میں اصلی دولت، اصلی پونجی۔ اصلی نور نے گھر کیا کفر و اسلام کی روشنی و تاریکی کا فرق جاتا رہے گا۔ مندر، مسجد۔ گرجا کا فرق جاتا رہے گا۔ جہاں جاؤ گے ایک ہی شان دیکھو گے۔ وہ شانِ خدا ہو گی۔ خدا کا نور ہوگا۔ خدا کا جلوہ ہوگا۔ باقی چیزیں انسان کی اپنی اپنی غلط آرزوؤں اور انسانوں کی تصویریں ہوں گی۔ چاہے ظاہری یا باطنی۔ خدا ان سب چیزوں سے پاک ہے اور بے عیب ہے۔

(حسینی)

چراغِ راہ ع ۱۶۸

"کافر بھی مثل مومن کے ہے اور واصل مقصودِ حقیقی۔ اگرچہ راہ وصل میں اختلاف ہے مگر محبت اہل بیت شرط ہے۔ (وارث پاک)

اندھیرے اجالے میں ہے تابناک :- من و تو سے پیدا من تو سے پاک (اقبال)

کلمۂ طیب۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللہِ۔ کلمہ گو کو مومن کہتے ہیں اور غیر کلمہ گو کو کافر۔ مومن اسم ذات اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور ان کی عبادت نماز کے سامنے کوئی خاکہ کوئی مجسمہ نہیں ہوتا ہے۔ برخلاف کافر اسم صفات اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور ہر صفت کا مجسمہ یا خاکہ بنا کر سامنے رکھتے ہیں۔ تاکہ ان کا تصور قائم ہو اور اسی ذاتِ واحد کا ذکر کریں۔ بعض ان میں مجسمہ نہیں رکھتے ہیں مگر عبادت اسمِ صفات ہی کی ہوتی ہے۔

مومن اور کافر دونوں ایک ہی دیوان کے دفتر ہیں ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں۔ جو خدا مومن میں ہے۔ وہی کافر میں۔ نفخت فیہ من روحی۔ مومن میں بھی ہے اور کافر میں بھی۔ دونوں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ دونوں کا مقصدِ زندگی ایک ہے۔ دونوں واصلِ مقصودِ حقیقی ہیں۔ اگرچہ راہِ وصل میں اختلاف ہے۔ دونوں کا لا الہ الا اللہ پر ایمان ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مومن محبوبِ خدا کو اللہ کا رسول مانتے ہیں اور کافر نہیں۔ محبت و عشق کی دنیا نرالی ہوتی ہے۔ یہاں کسی چیز پر پابندی نہیں۔ اگر ایک کافر عاشقِ معبودِ حقیقی

کے ساتھ ساتھ محبت اہلِ بیت (حضرت علیؓ - حضرت بی بی فاطمہؓ - حضرت امام حسنؓ حضرت امام حسینؓ اور ان کی آل اولاد) بھی اپنے سینہ میں اپنے دل میں رکھتا ہے تو وہ کافر بھی مثلِ مومن کے ہے۔ شرع شریف کا لحاظ رکھتے ہوئے وارث پاک ایسے کافر کو مومن نہیں کہتے ہیں بلکہ مثلِ مومن کے کہتے ہیں۔ یعنی درجہ میں برابر ہے۔ انعام و اکرام میں برابر ہے۔ مگر گروہ مومن میں شامل نہیں ہے یہ ایک علیحدہ گروہ ہے۔ جو مثلِ مومن کے ہے۔ علمائے ظاہر اس راز کو نہیں سمجھ سکتے۔ جب تک ان کے سینہ میں گرمی نہ ہو۔ محبت نہ ہو۔ عشق خدا نہ ہو۔

(حسین)

چراغِ راہ ۱۶۹

ہر ایک انسان پر فرض ہے کہ اپنی طبیعت اور نفس کو قابو میں رکھے انجام کار کامیاب ہوگا۔ اگر نفس کی باگ ہاتھ سے چھوٹ جائے گی۔ تو اس وجود کو سزائے دار دی جائے گی۔

چوں قلم در دست غدارے بود　∴　لاجرم منصور بر دار بود

یہ شعر پڑھ کر فرمایا کہ لفظ غدار سے نفس امارہ مراد ہے۔　(وارث پاک)

ہوا ہے گو تیز و تند لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے　∴　وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

(اقبال)

جو چیز فرض کی جاتی ہے اس کا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ نہ کرنے سے اس کو سخت سزا دی جاتی ہے۔ ایسے ہی حکم کو حکم شریعت کہا جاتا ہے۔ اسی کا نام پابندیٔ شرع شریف ہے - فقیری میں

بھی جب تک فقیر شرع شریف کے پورے کے پورے درجات یعنی احکام کو طے نہ کرے۔ اس وقت تک اس کی فقیری اس کا عشق مکمل نہیں ہوتا ہے۔ اسی نظریہ کے مطابق اس ارشاد وارث کو ذہن نشین کر لینے کی ضرورت ہے کیوں کہ اس ارشاد کو فرض قرار پانے کی فضیلت حاصل ہے۔ طبیعت کو قابو میں رکھنے سے دنیا کی ہر دلعزیزی حاصل ہوتی ہے۔ اور نفس کو قابو میں رکھنے سے اٹھارہ ہزار عالم کی بادشاہت اور وحوش و طیور کی اطاعت ملتی ہے اس کے برعکس نافرمانی کی صورت میں اگر نفس کی باگ ہاتھ سے چھوٹ جائے گی تو اس وجود کو سزائے دار دی جائے گی۔ حکم بجا آوری کی صورت میں جتنا بڑا انعام ہے۔ عدول حکمی پر سزائے عبرتناک۔ نفس کو قابو میں رکھنے کا طریقہ جوگ یعنی نفس کشی ہے۔ قرآن کریم میں اس کی تعلیم ہے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ - یعنی جس سے جس سے زیادہ محبت کرتے ہو اس کو ترک کر دو۔ مما تحبون سے انسان کی عافیت مراد ہے۔ جو کسی وقت ناپسند نہیں ہوتی۔ بعض اوقات انسان جان دینا بھی گوارا کر لیتا ہے۔ مگر عافیت کو ترک کرنا نہیں چاہتا ہے۔ بس فقیر کو چاہیئے کہ سامانِ عافیت کو ترک کرے اور خیال عافیت کو دل سے نکالے۔ اور خدا کی محبت میں خوشی سے تکلیف اٹھائے۔ اس جوگ کے ذریعے نفس قابو میں رہے گا۔ اور کبھی اس کی باگ ہاتھ سے نہ چھوٹے گی۔ انجام کار فقیر کامیاب ہوگا اور اپنی مراد کو پہنچے گا۔ ——　(حسین)

چراغ راہ   چراغ راہ

چراغِ راہ ۱۷

یے انسان کو چاہیئے کہ خدا پر بھروسہ رکھے۔ جب خدا نے اس کی ضروریات کا ذمہ لیا ہے۔ تو برابر پہونچے گا۔ مگر تصدیق چاہیئے۔ جب ذمہ دار ایسا اللہ ہے تو اندیشہ بیکار۔ (وارث پاک)

وہی سجدہ ہے لائقِ اہتمام ؛ کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام

(اقبال)

وکفیٰ باللہ وکیلا۔ جس نے اللہ کو اپنا مددگار ایمان کامل۔ یقین محکم اور تصدیق کے ساتھ مان لیا۔ اسے دنیا کے کسی بھی سہارے کی ضرورت نہیں کیونکہ تمام سہارد ں تمام قوتوں، تمام دولتوں کا مالک اور قادر صرف خدا ہے۔ جب خدا نے روزِ الست اقرار اور قبولیت کے بعد تمہاری ضروریات کا ذمہ لیا ہے۔ تو برابر پہونچے گا۔ جب ذمہ دار ایسا اللہ ہے تو اندیشہ بے کار ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنی زندگی کی تھوڑی سانس کو بھی خدا کے حوالے کر دے۔ اور اپنے پاس بجز یادِ خدا۔ یادِ رسول ؐ۔ یادِ قرآن اور کچھ نہ رکھے۔ پھر دیکھے کہ اس کی کشتی کیوں کر اور کس طرح گرداب اور طوفان سے صاف بچ نکلتی ہے۔ جس کا اللہ مددگار اور کفیل ہو جائے پھر اس کو کون بگاڑ سکتا ہے۔ بے فقری یہ تصدیق محال ہے۔ علم و عقل ایسے مقام پر پارہ کی طرح تھرتھراتا ہے۔ یہ کام عشق کا ہے جس کی وسعت سمندر سے بھی زیادہ وسیع اور عمیق ہے۔ جس کی روشنی

آفتاب سے بھی زیادہ منور ہے۔ عشق سمندر ہے۔ آفتاب ہے علم و عقل اس سمندر کا ایک قطرہ یا اس آفتاب کا ایک ذرہ۔ تصدیق کی دولت۔ ایمان کامل کی دولت۔ یقین محکم کی دولت۔ عشق میں سما سکتی ہے۔ علم و عقل ایک حقیر قطرہ، تصدیق۔ ایمان اور یقین کو اپنے اندر کہاں سما سکتا ہے۔ نجات چاہتے ہو تو اپنا وعدہ وفا کرو اور اپنا کلمہ یاد کرو۔ لاالہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ زندگی بھر اس کلمہ کو اپنے سینہ سے لگائے رکھو مرتے وقت زبان پر لاؤ تاکہ قبر میں بھی یہی کلمہ تمہارے ساتھ ہو اور حشر میں بھی یہی راہِ نجات ہے پیارے! (حسین)

اللہ وارث۔ وارث اللہ

۱ اللہ وارث

غلطیوں کی ضروری تصحیح پر ایک نظر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸	۵	رکھتے	کہتے	۱۸۲	۱۰	شی	خوشی
۲۵	۳	ہوکا	ہوگا				
۲۷	۱۵	رندہ	پرندہ				
۵۲	۱۲	جاتا	جاتی				
۵۶	۱۴	ایری	امیری				
۵۷	۱۱		زرومال کی شکل میں ہو۔ (اضافہ) فیض				
"	"		ولایت کی شکل میں ہو				
"	"		یا فیض نبوت کی شکل				
"	"		میں ہو۔				
۸۹	۲	نہ کہنے والی	(اضافہ) نہ کہنے والی بات				
"	"	"					
۹۳	۱۰	ہوئے کو بھی	ہوئے لو بھی				
۱۱۶	۸	بے نظر	بے نظیر				
۱۶۶	۱	رہوں	رہوں گا				
۱۷۲	۱۶	نشت	نسبت				

مطبوعہ الستار آرٹ پریس، ۲۳ زکریا اسٹریٹ کلکتہ ۱